وقت کی قدر و قیمت کا احساس جگانے والی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

وقت ہزار نعمت



تالیف
مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

نعمانی بک ڈپو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس دنیا میں ایک شخص کی کل پونجی اُس کا وقت ہے بلکہ وقت ہی اِنسان کی کل کائنات ہے، وقت کو ضائع کرنا عمر گنوانے کے مترادف ہے۔
وقت کی قدر و قیمت کا اِحساس دلانے کے حوالے سے ایک دل پذیر تحریر

تاخیر کا موقع نہ تذبذب کا محل ہے
یہ وقتِ عمل وقتِ عمل وقتِ عمل ہے

وقت
ہزار نعمت

-: تالیف :-

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی
دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

بأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : وقت ہزار نعمت

تالیف : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی.....................

پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ
ایڈیٹر: چراغِ اُردو، ماہانہ اُردو میگزین، ساؤتھ افریقہ
afrozqadri@gmail.com

تصویب : مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری -مدظلہ-

نظر ثانی : مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی؛ ایڈیٹر: سہ ماہی تبلیغ سیرت، کولکاتا

کتابت : فہمی چریاکوٹی

صفحات : ۱۸۴ (ایک سو چوراسی)

اِشاعت : ۲۰۱۱ء - ۱۴۳۲ھ......دو ہزار دو سو (2,200)

قیمت : ۷۵ روپے

تقسیم کار : اِدارہ فروغِ اِسلام، چریاکوٹ، مئو، یو پی، انڈیا۔

o رَبَّنَا تَقَبَّلُ مِنَّا إنَّکَ أنْتَ السَّمِيْعُ العَلِيْمُ o

اسلام کی اُن مقدس شخصیتوں
کے نام

جنھوں نے زندگی کے شام و سحر کو
ایک نظامِ عمل کا پابند کر لیا تھا
جو وقت کے سچے قدر دان تھے
اور پل پل کی محافظت کے باعث
زمانہ آج تک اُن کی عظمتوں کے گن گا رہا ہے
اور یوں ہی صبحِ قیامت تک وہ زندۂ جاوید رہیں گے

رہِ طلب میں جو گمنام مر گئے ناصؔر
متاعِ وقت انھیں ہستیوں کے نام کریں

خاکِ راہ کاروانِ علم
اَبو رفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

فہرست

حرفِ تقریظ

مفکرِ اِسلام مصلحِ اُمت حضرت علامہ مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری-مدظلہ العالی-

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی ونسلم

علی حبیبہ الکریم وآلہ و صحبہ اجمعین

عارف غازی پوری فرماتے ہیں۔

کارِ امروز بہ فردا مگزارائے آتی ☆ آج ہی چاہیے اَندیشۂ فردا دِل میں

اورمردسیالکوٹی نے بھی کیا خوب بات کہی ہے۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا ☆ جس قوم کی تقدیر میں اِمروز نہیں ہے

مذکورہ بالا دونوں شعر پڑھیں اور غور کریں کہ اِن اَشعار میں کتنے پتے کی باتیں کہی گئی ہیں۔ یہاں کی زندگی میں جو محنت کرلیتا ہے وہی آخرت میں کامیاب ہوتا ہے اور خود دنیا کی زندگی میں بھی۔ جو آج کام کرلے گا کل اُس کا فائدہ اُٹھائے گا۔ مثل مشہور ہے: 'آج کا کام کل پر نہ ٹال' کیوں کہ اگر آج کوئی کام کرسکتا ہے نہ کیا کل پر ٹال دیا تو گویا آج کا اتنا وقت ضائع کیا اور کل جب کہ دوسرا کام کرسکتا تھا اس کو چھوڑ کر گزشتہ کل کا کام پورا کیا۔ اس طرح آدمی آگے نہیں پیچھے ہوتا جاتا ہے؛ لہٰذا جو وقت مل جائے اس کو غنیمت جانے اور کل جو کرنا ہے اس کی آج ہی فکر کرڈالے۔ حدیث پاک میں بھی اس کی طرح اِشارہ آیا ہے :

اغتنم خمسا قبل خمسٍ: شبابک قبل ھرمک، وصحتک قبل سقمک، و غناک قبل فقرک، و فراغک قبل شغلک، و

حیاتک قبل موتک . (۱)

یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے،صحت کو بیماری سے پہلے،خوشحالی کو بدحالی سے پہلے،فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

اور بخاری شریف کی ایک مختصر حدیث موقوف اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

اِذا امسیتَ فلا تنتظِر الصَّباح واِذا اَصبحتَ فَلا تنتظر المسَاء وخُذ من صحتِکَ لمرَضک و من حیاتک لموتک . (۲)

جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح کر لے تو شام کا انتظار نہ کر، اپنی صحت سے اپنے مرض کے لیے لے اور اپنی حیات سے موت کے لیے۔

یعنی صحت کے ایام میں نیکیاں کر لے تاکہ ان کی برکت مرض میں کام آئے اور اپنی دنیا کی زندگی میں وہ کر لے جو تیری موت کے بعد کام آئے،اور صبح وشام جو ہو سکے کر لے دوسرے وقت کا انتظار مت کر،کیا معلوم صبح کے بعد شام ہوگی یا نہیں،اور شام ہوگئی تو صبح کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ زندگی اور اُس کے لمحات بڑے انمول ہیں۔بڑھاپے کے بعد ہی جوانی کی قدر ہوتی ہے،اور بیماری کے بعد ہی صحت وتندرستی کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ یوں ہی آخرت میں اگر اَعمالِ صالحہ کا ذخیرہ نہ رہا تو حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ آنے والا نہیں؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اِس حیاتِ مستعار کی قدر و قیمت پہچانیں۔یہی وہ زندگی

(۱) مستدرک حاکم:۴/۳۴۱ حدیث:۷۸۴۶......مشکوٰۃ المصابیح:۳/۱۲۲ حدیث:۵۱۷۴......شعب الایمان بیہقی:۷/۲۶۳ حدیث:۱۰۲۴۸۔

(۲) بخاری شریف :۲/۹۴۹ کتاب الرقاق...... صحیح ابن حبان:۳/۳۹۱ حدیث:۶۹۹ ...... شعب الایمان بیہقی:۲۱/۱۹۹ حدیث:۹۸۷۸۔

ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا جیسا کہ حدیث پاک میں آیا :

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال :لا تزولُ قدما ابنِ آدم یوم القِیامةِ حتی یُسأل عن خمس: عن عمرِہِ فِیما أفناہ، وعن شبابِہِ فِیما أبلاہ، وعن مالِهِ مِن أین اکتسبه وفِیما أنفقه، و ماذا عمِل فِیما علِم . -رواہ الترمذی وقال: هذا حدیث غریب-(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ٹلیں گے جب تک ان سے پانچ باتوں کا سوال نہ ہولے گا :
۱:اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا؟، ۲:اس کے شباب یعنی جوانی کے بارے میں کہ اس کو کس چیز میں گلایا؟، ۳،۴:اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟، ۵:اور جو کچھ علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟۔

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عمر کا ایک ایک لمحہ خدا کی اَمانت ہے، اگر ہم نے اسے ضائع کردیا اور لایعنی کاموں میں گزار دیا تو اس کا قیامت میں سوال ہوگا۔ لمحے لمحے کے بارے میں باز پرس ہوگی؛ لہٰذا اِس حدیث پاک میں بہت بڑا درسِ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی زندگی کو لایعنی کاموں اور فضول باتوں میں گزار دیتے ہیں اور آخرت کی ذرا بھی فکر نہیں کرتے؛ اسی لیے ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ آدمی صحیح اور کامل مومن اُس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ بے کار کاموں کو ترک نہ کردے، ملاحظہ ہو :

عن علِیِ بن حسین قال : قال رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہِ

(۱) سنن ترمذی:۹/۲۶۷حدیث:۲۶۰۱......شعب الایمان:۴/۳۰۳حدیث:۱۷۳۸......معجم کبیر طبرانی: ۱۴/۴۶۰حدیث:۱۶۵۳۲......مشکوۃ المصابیح:۳/۱۲۶حدیث:۵۱۹۷۔

وسلم : مِن حسنِ اِسلامِ المرءِ تر که ما لا یَعنِیهِ . (۱)

حضرت علی بن حسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اچھا مسلمان اُس وقت ہوتا ہے جب وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

یعنی زندگی کو بامعنی اور صحیح کاموں میں لگائے، بے کار اور فضول کاموں سے اپنے کو بچائے، یہی ایک مومن کی شان ہے۔ اس حدیث پاک میں اس بات کی بڑی تاکید ہے کہ آدمی کو فضول باتوں سے بچنا ہی چاہیے، اور یہ کہ فضولیات میں اپنے کو مشغول کرنا ایمان کو خراب کرنا ہے۔ وہ لوگ جو فضول کاموں اور بے کار باتوں میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کر دیتے ہیں وہ اس حدیث پاک سے سبق لیں، فضول اور بے کار کھیل کود میں اپنے اوقات کو گنوانا بھی اسی حدیث کی بنا پر منع ہے۔

کامیاب اور انقلاب آفریں شخصیات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ان کی زندگیاں اسی حدیث کا مصداق نظر آتی ہیں۔ ماضی قریب کی شخصیات میں سیدنا امام احمد رضا محقق بریلوی-قدس سرہ العزیز-کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ علم کے حصول اور تعلیم وتبلیغ میں گزار دیا جبھی تو ایک ہزار کے قریب کتب و رسائل اور حواشی وتعلیقات آپ کے قلم حقیقت رقم سے وجود میں آئے۔

کم سونا کم کھانا، اِفتا وتصنیف اور اِرشاد وتعلیم کے کاموں میں لگا رہنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ یوں ہی آپ کے شاہزادہ گرامی مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا

(۱) سنن ترمذی:۹۸/۹ حدیث: ۲۴۸۸...... سنن ابن ماجہ:۱۲۱/۱۲ حدیث: ۴۱۱۱...... مسند احمد بن حنبل: ۲۷۶/۴ حدیث: ۱۷۵۸...... مصنف عبد الرزاق:۳۰۸/۱۱ حدیث:۲۰۶۱۷...... معجم کبیر طبرانی: ۳/ ۲۰۹ حدیث:۲۸۱۷...... شعب الایمان بیہقی:۴۸۳/۱۰ حدیث: ۴۷۷۷...... صحیح ابن حبان: ۴۵۰/۱ حدیث: ۲۲۹...... مسند شہاب قضاعی:۳۰۵/۱ حدیث:۱۸۲...... موطا امام مالک:۳۱۰/۵ حدیث: ۱۶۳۸ ...... مسند ابن الجعد:۴۲۸ حدیث:۲۹۲۵...... اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۲۴/۶...... مشکوٰۃ المصابیح:۴۹/۳ حدیث:۴۸۳۹۔

نوری -قدس سرہ- نے بھی اپنی زندگی کے اوقات کو دینی کاموں کے لیے وقف کررکھا تھا۔فتاویٰ کے ساتھ اِرشاد و تبلیغ کا جو کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ آپ رات کو بہت کم سوتے، بسا اوقات خدمت خلق میں ساری ساری رات جاگ کر گزار دیتے۔آپ نے رات دن کے بیشتر اوقات فتویٰ نویسی، خدمت خلق اور تبلیغ و ہدایت میں صرف فرمایا۔

ماضی قریب کی ایک عظیم اور انقلاب آفریں شخصیت کا نام ہے جلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت مولانا شاہ حافظ عبد العزیز محدث مرادآبادی -بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور- جن کی زندگی کی ایک ایک ساعت خدمت دین اور خدمت خلق کے لیے وقف تھی۔تحفظ اوقات میں آپ نہایت درجہ مستعد تھے۔دینی اِجلاس میں جاتے تو اول فرصت میں واپسی کی پوری پوری کوشش فرماتے،اور دارالعلوم آتے ہی فوراً درس میں لگ جاتے،ایک منٹ کی تاخیر نہیں فرماتے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے درس میں بہت برکت تھی جو کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتی۔

آپ دینی جلسوں میں برابر شرکت کرتے؛ لیکن اس کے باوجود درس کی مقدار کم نہیں ہونے دیتے۔ بخاری شریف کی دونوں جلدیں بالاستیعاب ختم کراتے۔آخر سال میں اگر وقت کم پڑتا تو مقررہ اَوقات کے علاوہ صبح یا شام بھی درس دیتے؛ حتیٰ کہ جس دن وصال ہوا اُس دن بھی بخاری شریف کا درس دیا۔

جب الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیاد پڑی تو آپ کا لمحہ لمحہ بہت زیادہ مصروف ہوگیا تھا حتیٰ کہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی جامعہ کے تعمیری فنڈ کی فراہمی میں بھرپور توجہ دیتے رہے۔اَسّی سال کا بڑھاپا، پھر اس پر بیماری اور نقاہت؛ لیکن عمر کے اس آخری حصے میں بھی آپ نے آرام کا نام تک نہیں لیا۔

ایک بار فرمایا: ’وقت کم ہے اور کام زیادہ‘ اس لیے آپ کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے

دیتے۔خالی وقتوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے یاذکر میں مشغول رہتے۔ایک مرتبہ بیماری کے عالم میں بعض عقیدت مندوں نے عرض کیا: حضرت!اب کچھ آرام فرمالیں اور کچھ دنوں کے لیے سفر ترک کردیں؛ تاکہ طبیعت بحال ہوجائے،تو فرمایا :

'جب دین کے کاموں کے لیے میں نکلتا ہوں تو مجھ کو آرام ملتا ہے'۔

اوراسی طرح کی گزارش کے جواب میں ایک بار فرمایا :

'زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام'۔

بہت سے لوگ بے کار اوقات ضائع کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ کتنی قیمتی زندگی برباد کررہے ہیں،ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا :

'زندگی نام ہے کام کا اور بے کاری موت ہے'۔

خود تجربہ کرکے وقت ضائع کرنے کے بھی حضور حافظ ملت خلاف تھے،وہ چاہتے تھے کہ جس معاملے میں تجربہ ہوچکا ہو اس میں تجربہ کاروں کے تجربے سے فائدہ اُٹھایا جائے اور اپنا وقت بچاکر دوسرے مفید کاموں میں لگایا جائے،اس سلسلے میں آپ کا اِرشاد ہے :

''عقل مند وہ ہے جو دوسروں کے تجربے سے فائدہ اُٹھائے خود تجربہ کرنا عمر ضائع کرنا ہے''۔

وقت کی اہمیت اور تضیع اوقات کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''تضیع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے''۔

''وقت بہت قیمتی چیز ہے اور وقت کو ضائع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے''۔

''آرام طلبی زندگی کی بربادی ہے''۔

''آدمی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو بے کار ہے وہ مردوں سے بدتر ہے''۔

''زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام''۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے یہ وہ اَقوال ہیں جن کا لفظ لفظ دعوتِ فکر

دیتا ہے اور ان میں سے ہر ایک قول حرزِ جاں بنانے کے قابل ہے، اور ان پر عمل کامیابی وکامرانی کی ضمانت۔

حضور حافظ ملت صرف قول کے دھنی نہ تھے بلکہ آپ جو فرماتے اس پر عمل بھی کرتے ؛ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ حافظ ملت ایک انقلاب آفریں اور کامیاب زندگی کے مالک بن کر اور اپنے ایک ایک قول وعمل سے درسِ عمل دیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور آج بھی آپ کا کام اور نام ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ خاص طور سے 'تحفظ اوقات' کے سلسلے میں آپ کا طرزِ عمل اور آپ کے اَقوالِ زرّیں اوقات کی قدر و قیمت کو سمجھنے میں بڑے معاون ہیں۔

آدمی وقت کو کام میں نہیں لاتا اور سمجھتا ہے کہ وقت اس کے انتظار میں ٹھہرا رہے گا اور یہ جب چاہے گا اس کو استعمال کر لے گا؛ حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں۔ وقت کی سوئی آگے ہی بڑھتی جاتی ہے اور زندگی بھی اس کے ساتھ ساتھ سمٹتی اور پگھلتی رہتی ہے جو اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا ہے وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی زندگی کو برباد ہونے سے بچا لیتا ہے، اور جو نہیں سمجھتا وہ تباہی وناکامی کے گڑھے میں جا گرتا ہے؛ کیوں کہ وقت گزرنے کے بعد پھر واپس نہیں ہوتا اور نہ ہی زندگی کے گزرے لمحات دوبارہ واپس ملتے ہیں، اسی حقیقت کو اِن دو شعروں میں بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے ؎

وقت کی سعیِ مسلسل کارگر ہوتی گئی
زندگی لحظہ بہ لحظہ مختصر ہوتی گئی (مجاز)

سدا عیش ' دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں (میر حسن)

آخری مصرع تو زبان زدِ خواص وعوام اور بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ کاش! ہم اسے مطمح

نظر رکھتے، عیش کوشیوں اور آرام طلبیوں کے خول سے باہر آکر اپنی زندگی کے کارواں کو صحیح سمت' سفر کرنے پر مجبور کرتے اور کل کے دن پچھتانے اور کف اَفسوس ملنے سے بچ جاتے۔

زیرِنظر کتاب ''وقت ہزار نعمت'' اپنے موضوع پر ایک گراں قدر تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں بھرپور مطالعے سے کام لیا ہے۔ یہ آیات واَحادیث اور اَقوالِ محدثین و بزرگانِ دین سے پوری طرح مزین و مرصع ہے۔ اس کا مطالعہ بڑے دوررَس نتائج کا حامل ہے۔

تمام اہل علم خصوصاً اَساتذہ وطلبہ اور عام مسلمانوں کے لیے یہ کتاب باعث عبرت ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد ایک عقل مند آدمی اپنے اَوقات کو کام میں لانے پر مجبور ہوجاتا ہے اور تضییع اَوقات کی لعنت سے بھی بچ جاتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کو عام کیا جائے؛ خصوصاً طلبہ مدارسِ اسلامیہ کو اس کا مطالعہ لازمی قرار دیا جائے۔ مولائے کریم عزوجل اسے مقبول عام وخاص بنائے اور مصنف کے لیے توشۂ آخرت کرے۔

و ما توفیقی اِلا باللّٰه علیه توکلت و اِلیه أُنیب. وصلی اللّٰه تعالیٰ وسلم علی خیر خلقهٖ سیدنا و مولانا محمد و آله وصحبه اجمعین .

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارکپور، اعظم گڑھ

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ/ ۱۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء، شنبہ

اللہ، رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع

دو ٹوک

سامراجی طاقتوں کی برابر یہ کوشش رہتی ہے کہ کس طرح سے فکری صلاحیتوں کو سلب کر کے اُمت مسلمہ خصوصاً ان کے نوجوانوں کو اِرادہ و اِختیار سے محروم کر کے اُن کی تقدیر کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا جائے؛ تاکہ وہ اپنے بارے میں خود کوئی فیصلہ نہ لے سکیں اور اپنے اچھے اور برے کی تمیز نہ کر سکیں...... ہم جس طرح سے چاہیں اُن کو استعمال کریں، جس چیز کو ہم اچھا کہیں اُسی کو وہ بھی اچھا سمجھیں اور جس کو ہم برا کہیں اُسی کو وہ بھی برا سمجھیں۔ اب وہ اپنی اِس سازش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں یہ کسی اِنسان پر پوشیدہ نہیں ہے!۔

معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کے بہت سارے ذرائع میں سے ایک مؤثر ترین ذریعہ لوگوں کے فاضل وقت (Spare times) پر قبضہ کر لینا، اور اس کو اپنے حسب منشا بسر کرانا ہے۔ آج کی دنیا نے اِنسان کے فارغ وقت کو گزارنے کے سلسلے میں جو پروگرام (Program) پیش کیے ہیں اور جس طرح سے لوگوں کو اُن میں منہمک کیا ہے وہ قابل اَفسوس بھی ہے اور مایوس کن بھی۔

سامراجی طاقتوں نے فاضل وقت بسر کرنے کے لیے اِختلاط و آزادی، عیش ونوش اور شباب وشراب کے وسائل اتنے عام کر دیے ہیں کہ جس سے لوگوں خصوصاً نوجوانوں کی قوتِ اِرادی سلب ہو کر رہ گئی ہے، اور وہ حیوانیت کی راہ میں اِتنا زیادہ آگے نکل گئے ہیں کہ دور دور تک اِنسانیت کے خدوخال نظر نہیں آتے!۔

اس حقیر سی کوشش کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم میں وقت کی قدر و قیمت کا اِحساس اُجاگر ہو جائے، وقت کو بروئے کار لانے میں ہم اپنے اسلافِ کرام کے نقش قدم پر جادہ پیا ہو جائیں اور وقت کو اچھے بھلے کاموں میں صرف کرنے کے لیے خود کو آمادہ و تیار کرلیں۔

وقت کی حقیقت : وقت کا آغاز اِس کائنات کی تخلیق کے ساتھ ہی وجود میں آیا تھا اور اس کا تمام تر بہاؤ فقط اِسی طبیعی کائنات کی حدوں تک محدود ہے۔ طبیعی کائنات سے ماوراء ہو کر وقت کی اہمیت کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس مادّی کائنات سے براہِ راست تعلق نہ رکھنے والے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کی دیگر نورانی مخلوقات کے لیے ہماری کائنات میں جاری وساری 'وقت' کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔

آپ دیکھیں نا کہ 'ملک الموت' صرف اِسی کرۂ اَرضی پر جہاں پانچ اَرب سے زائد اِنسانی آبادی زندگی بسر کر رہی ہے، ایک ہی وقت میں ہزاروں کلومیٹر کے بُعد میں واقع شہروں میں رہنے والے اِنسانوں کو موت سے ہمکنار کر دیتا ہے اور اُن کی اَرواح کو اُسی قلیل ساعت میں عالم اَرواح میں چھوڑ آتا ہے۔ ملک الموت کا اِس سرعت سے سفر یقیناً روشنی کی رفتار سے بھی لاکھوں گنا تیز ہے۔

ایک عام ذہن میں فوری یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کیسے ممکن ہے؟ تو ایسا صرف اس لیے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا چاہا اور اس نے ایسے قوانین تخلیق کیے جن کی رُو سے اُس کی غیر مادی نورانی مخلوق زمان-مکان (time-space) کی قیود سے بالاتر ہو کر ہزاروں لاکھوں نوری سال کی مسافت سے کائناتی وقت کا ایک لمحہ صرف کیے بغیر اپنے فرائض منصبی سرانجام دینے میں مصروف ہے۔

جس طرح اِس کائنات سے براہِ راست تعلق نہ رکھنے والی مخلوقات اِس کائنات کے جملہ طبیعی قوانین سے کلیۃً آزاد ہیں اور اُن کے لیے زمان-مکان (time-space)

کی اہمیت صفر ہو کر رہ جاتی ہے بالکل اسی طرح کائنات کی پیدائش سے قبل اور اس کے اِختتام کے بعد بھی وقت کا وجود نہیں۔ زمانے کا آغاز تخلیق کائنات سے ہوا اور کائنات کی آخری تباہی (Big Crunch) پر وقت کا یہ طویل سلسلہ تھم جائے گا۔

وقت کی اَهمیت : یوں تو لکھنے اور پڑھنے میں 'وقت' محض تین حروف کا مجموعہ ہے، لیکن یہ ہے بڑے کام کی چیز۔ یہ ایک ایسا مسافر ہے جو دنیا کے تمام لوگوں سے بے نیاز اور بے پروا ہو کر ہمہ وقت اپنی منزلِ مقصود کی طرف گامزن رہتا ہے۔ یہ نہ تو بادشاہِ وقت کے محل میں کچھ دیر ٹھہرتا ہے اور نہ کسی فقیر کی آہ وزاری پر کان دھرتا ہے۔ اللہ جل مجدہ نے 'وقت' کو اتنی طاقت دے رکھی ہے کہ بڑی بڑی طاقتور چیزیں اس کے ساتھ ساتھ چلنے پر فخر محسوس کرتی ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قوموں کے عروج وزوال میں 'وقت' نے بڑا اہم کردار اَدا کیا ہے۔ جو قومیں وقت کے ساتھ دوستی رچاتی ہیں اور اپنی زندگی کے شام وسحر کو وقت کا پابند کر لیتی ہیں، وہ ستاروں پر کمندیں ڈال سکتی ہیں، صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کر سکتی ہیں، فضاؤں پر قبضہ جما سکتی ہیں، عناصر کو مسخر کر سکتی ہیں، پہاڑوں کے جگر پاش پاش کر سکتی ہیں اور زمانے کی زمامِ قیادت سنبھال سکتی ہیں۔

لیکن جو قومیں 'وقت' کو ایک بیکار چیز سمجھ کر یوں ہی گنواتی رہتی ہیں تو وقت انھیں ذلت ونکبت کی اَتھاہ گہرائیوں میں ایسا ڈھکیل دیتا ہے کہ دور دور تک کھوجنے سے ان کا نام ونشان نہیں ملتا۔ پھر وہ غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں، اور وقت کا ضیاع اُن کے ہاتھوں میں کشکولِ گدائی تھما دیتا ہے؛ اس لیے یاد رکھیں کہ وقت کی پابندی اور وقت کا صحیح اِستعمال دنیا میں ہر کامیابی کا پہلا زینہ ہے۔ جن لوگوں نے وقت کی قدر کی ہے وہ ہمیشہ کامیاب رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تقدیر ان لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو ہمیشہ وقت کی قدر کرتے ہیں۔

'وقت' بلاشبہ ایک ایسا عطیہ ہے جو اِنسان کو بنا بھی سکتا ہے اور گنوا بھی سکتا ہے؛ اس لیے کامیاب اِنسان بننے کے لیے وقت کی دہلیز کو بڑی اِحتیاط کے ساتھ عبور کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض اَوقات 'وقت' انسان کو اتنی بھی مہلت نہیں دیتا کہ وہ ایک سیکنڈ کے لیے پلک جھپکا سکے۔

یہ سچ ہے کہ اگر آپ وقت کو اہمیت نہیں دیں گے تو وقت آپ کو کبھی اہمیت نہ دے گا۔ جو لوگ وقت کی قدر کرتے ہیں وقت اُن کی قدر کرتا ہے؛ ورنہ وقت کو ٹھوکر مارنے والے لوگ ہمیشہ دوسروں کی ٹھوکروں کا نشانہ بنتے ہیں۔

آپ یوں سمجھیں کہ 'وقت' ایک بہتا ہوا دریا ہے؛ جس طرح دریا کی گزری ہوئی لہریں واپس نہیں ہوسکتیں، اسی طرح گیا ہوا وقت بھی دوبارہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتا...... یا یہ کہیں کہ وقت' چلچلاتی دھوپ میں رکھی کسی برف کی سل کی مانند ہے جو ہر آن پگھلتی ہی چلی جارہی ہے، اور ایک سفر مسلسل کی طرح رواں دواں ہے کہ کہیں کوئی ٹھہراؤ یا پڑاؤ نظر نہیں آتا...... یا اسے یوں تعبیر کریں کہ 'وقت' روئی کے گالوں کی طرح ہے؛ عقل وحکمت کے چرخہ میں کات کر اس کے قیمتی پارچہ جات اگر بنا لیے گئے تو وہ کام میں آجائیں گے؛ ورنہ غفلت وجہالت کی آندھیاں اسے اُڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیں گی۔

نہ کسی کا بچپن دوبارہ لوٹ سکتا ہے، نہ کسی کو جوانی دوبارہ مل سکتی ہے اور نہ ہی کوئی بڑھاپے سے چھٹکارہ پا سکتا ہے...... وقت کو نہ کوئی خرید سکتا ہے اور نہ ہی اس کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وقت ہی ایک انسان کی کل پونجی ہوتا ہے؛ سو یاد رکھیں کہ بیکار وقت ضائع کرنا دراصل اپنی عمر عزیز گنوانا ہے...... وقت ضائع کرتے وقت یہ کبھی نہ بھولیں کہ جو وقت کو ضائع کرنے پر تلا رہتا ہے' وقت اُس کو ضائع کر ہی کے چھوڑے گا، اور ایک نہ ایک دن ناکامی اس کا مقدر ضرور بنے گی۔

کہتے ہیں کہ خوش قسمتی اس شخص کا دروازہ ضرور کھٹکھٹاتی ہے جس کو وقت کی اہمیت کا اِحساس ہوتا ہے اور جو وقت کے تئیں چاک چوبند رہتا ہے؛ اس لیے جب تک وقت کی قدر

و قیمت کا صحیح اِحساس ہم میں پیدا نہ ہوگا اس وقت تک نہ ہم خود اچھے انسان بن سکتے ہیں اور نہ ہی قوم وملت کے لیے کوئی اہم کردار اور گراں قدر عطیہ (Contribution) پیش کر سکتے ہیں۔

جس دور اور ماحول سے ہم گزر رہے ہیں وہ بڑا ہی نازک (Critical and crucial) ہے۔ بہت سے چیلنجز اُمت مسلمہ کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں؛ مگر فکرِ فردا سے بے خبر ہم اُن پر کان دھرنے کے لیے تیار نہیں۔ 'وقت' بھی انھیں نظر انداز (Ignore) کر دیے جانے والے چیلنجوں میں سے ایک ہے۔ اِسلامی دنیا پر عقابی نگاہ رکھنے والے پر عیاں ہوگا کہ ہمارے اِس دور میں وقت سے زیادہ حقیر، بے وقعت، اَرزاں اور کم تر شاید ہی کوئی چیز ہو۔

مختلف ذرائع سے 'وقت' کا اِستحصال جس طرح اس وقت ہو رہا ہے شاید ہی تاریخ اِسلام کے کسی عہد میں ہوا ہو۔ موبائل، گیمز، انٹرنیٹ اور جدید ٹکنالوجی نے ٹائم پاس (Time Pass) اور وقت گزاری کے گوناگوں طریقے متعارف کرائے ہیں۔

وقت کی قدر سے بے خبر ہم فضول وعبث کاموں میں اس طرح اُلجھے ہوئے ہیں کہ جیسے ہم یوں ہی پیدا کر دیے گئے، اور ہماری تخلیق کے پیچھے خالق -عز وجل- نے کوئی مقصد ہی نہیں رکھا۔ عوام تو کالانعام ٹھہری اس کا کیا شکوہ وگلہ! قلق تو اس کا ہے کہ دانشوری اور عاقبت اندیشی کے دعویدار حضرات بھی بربادیِ وقت کی اِس دوڑ میں بگٹٹ بھاگے جا رہے ہیں۔ ذمہ دارانِ قوم اور اَساتذہ خود تنظیم وقت کی نعمت سے محروم ہو گئے تو طالبانِ علم وحکمت اور جویانِ فکر وشعور میں یہ وراثت کہاں سے منتقل ہوگی!۔

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

جامعات ومدارس میں زیر تعلیم نوجوان بلاشبہہ قوم کا درخشندہ مستقبل ہیں؛ مگر قلق کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اُن کے اَوقات کا ایک بڑا حصہ ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں فضول

مجلسوں کی نذر ہو جاتا ہے، اور محفل سجا کر گھنٹوں گپ بازی کا لایعنی مشغلہ اُن کی سرشت کا حصہ بن چکا ہوتا ہے۔ زیورِ تربیت سے محرومی کے باعث تعطیلات کا طویل زمانہ بغیر کسی نظام الاوقات اور مفید مشغلے کے یوں ہی اللّے تللّے گزر جاتا ہے۔ اور پھر تعلیم کا زمانہ پورا کر کے جب وہ نکلتے ہیں تو اُن کا قلب و باطن پکار پکار کر کہہ رہا ہوتا ہے ؎

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ

یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدرداں ہے اور زندگی کو ایک نظام کے تحت گزارنے کا پابند ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک نظام کا پابند معاشرہ ہی ترقی کر سکتا ہے۔ علم و فن، سائنس اور ٹکنالوجی میں اُن کی پیش رفت اور روز اَفزوں ترقیوں کے پیچھے کچھ اور نہیں صرف اِسی وقت کی قدر دانی اور تنظیم وقت کا راز پوشیدہ ہے۔

آج جب کہ قومِ مسلم، مغرب کی تقلید پر بے محابا اُتر آئی ہے تو اس نے فحاشی و عریانی، رقص و موسیقی، جنسی اِشتعال انگیزی اور اِختلاطِ مرد و زن جیسی ہلاکت آفرینیوں میں تو اُن کی کورانہ تقلید کر لی؛ جس نے عالم مغرب کو سلگتے ہوئے داغوں اور مسلسل محرومیوں کے سوا کچھ نہیں دیا؛ تاہم اس معاشرے میں جو اَچھائیاں تھیں وہ اُن سے نہ لی گئیں۔ اکبر الٰہ آبادی نے کتنی حقیقت لگتی بات کہی ہے ؎

روایاتِ قدیمہ کو جو زیر پا کیا تم نے ☆ بزرگوں کے مقدس نام کو رُسوا کیا تم نے
کوئی خوبی طریق اَہل یورپ کی نہیں سیکھی ☆ لباس اپنا بدل ڈالا فقط اِتنا کیا تم نے

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اگر فضول کاموں سے ہم بھی روزانہ صرف ایک گھنٹہ بچانا شروع کر دیں تو ہم بھی کسی سائنس کو اپنے قابو میں لا سکتے ہیں...... اگر روزانہ ایک گھنٹہ حصولِ علم کے لیے وقف کر لیں تو دس سال میں ایک حد تک باخبر عالم بن سکتے ہیں...... اور اگر روزانہ ایک کتاب کے دس صفحات کا مطالعہ کریں تو سال بھر میں ساڑھے

سات ہزار صفحات پڑھ سکتے ہیں؛ الغرض روزانہ ایک گھنٹہ کی بدولت ایک حیوانی زندگی' کار آمد اور مسرت بھری اِنسانی زندگی میں تبدیل ہوسکتی ہے۔

لیکن ہم سے ناقدروں میں وقت کی قدر کہاں! ہم نے ناخلف اَولاد کی طرح اِس بیش بہا دولت کو اَندھا دھند لٹایا اور لٹاتے لٹاتے خود لٹ گئے۔ ہماری صحت کا جنازہ نکل گیا، اور ہماری زندگی غارت ہو کر رہ گئی۔ اِس طرح لمحات کی قدر نہ کرنے سے منٹوں کا، منٹوں کی قدر نہ کرنے سے گھنٹوں کا، گھنٹوں کی قدر نہ کرنے سے دنوں کا، دنوں کی قدر نہ کرنے سے ہفتوں کا، ہفتوں کی قدر نہ کرنے سے مہینوں کا اور مہینوں کی قدر نہ کرنے سے سالوں کا ضائع کرنا ہمارے لیے آسان سے آسان تر ہوتا چلا گیا۔

ہم اپنا کچھ وقت تو قہوہ خانوں، سنیما ہالوں، نجی مجلسوں، اور رقص وسرود کی محفلوں میں ضائع کر دیتے ہیں، اور جو کچھ بچ رہتا ہے وہ نکتہ چینی، عیب جوئی، دروغ گوئی اور بے تحاشا سونے کی نذر ہو جاتا ہے؛ اور یہی وہ اَسباب ہیں جن کے باعث ہم اَخلاق وکردار، علوم وفنون، سائنس وٹکنالوجی، معاشیات و اِقتصادیات اور تسخیرات و اِیجادات کی دوڑ میں اَقوامِ عالم سے بہت پیچھے رہ گئے۔

یاد رہے کہ 'وقت' اِنسان کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عظیم نعمت بھی؛ اور پھر یہ نعمت ایسی عام ہے کہ شاہ وگدا، عالم وجاہل، کمزور وشہ زور اور چھوٹے بڑے سب کو یکساں عطا ہوئی ہے، جو لوگ اِس سرمایے کو معقول طور سے اور مناسب موقع پر کام میں لاتے ہیں جسمانی راحت اور روحانی مسرت سے شادکام ہوتے ہیں۔ وقت ہی کے صحیح اِستعمال سے ایک وحشی مہذب بن جاتا ہے اور ایک تہذیب یافتہ' فرشتہ صفت! مگر رونا تو اسی کا ہے کہ اس کی قدر ناشناسی اور ناشکری -بدقسمتی سے- آج اُمت مسلمہ میں 'وائرس' کی طرح عام ہے؛ جس کی طرف اُمت کو متوجہ کرنا خصوصاً موجودہ دور میں ناگزیر اور نہایت ضروری ہے۔

ہم نے اِس کتاب میں وقت کی قدر و قیمت کے حوالے سے قرآن و حدیث کے دلائل و اِستشہادات کے ساتھ کثرت سے صحابہ عظام اور اَسلافِ کرام کے اَقوال واَحوال بھی درج کردیے ہیں جو عامۃ الناس کے لیے عموماً اور طالبانِ علوم نبویہ کے لیے خصوصاً سامانِ ہدایت اور خاصے کی چیز ہیں۔

میری اِس تحریر کو پڑھنے کے بعد اگر کسی کے اَندر وقت کے صحیح اِستعمال کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اُٹھی، اس کے اندر علم کا جذبۂ تاباں، مطالعہ کا شوقِ فراواں اور محنت کا عزم جواں بیدار ہوگیا تو میں سمجھوں گا کہ میری کوشش ٹھکانے لگ گئی؛ اور کسی قلمی کاوش کے لیے اس سے بہتر متاع وصلہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے!۔

وقت کو بروئے کار لانے اور اُسے ثمر آور کرنے کا ایک بڑا سادہ سا اُصول ہے، اور یہ اُصول ہر بڑی شخصیت کی زندگی کے پہلو بہ پہلو گھومتا دِکھائی دیتا ہے؛ لہٰذا اگر آپ کو بھی عظیم بننا ہے تو اپنی زندگی و وقت کی قدر کرتے ہوئے اِس بات کی بھرپور کوشش کریں کہ ہر آنے والی ساعت' گزری ہوئی ساعت سے بہتر ہو، پھر اِس طرح ساعتوں کی بہتری سے منٹ بہتر ہوں گے......منٹوں کے بہتر ہونے سے گھنٹے بہتر ہوں گے......گھنٹوں کے بہتر ہونے سے دِن بہتر ہوں گے......دنوں کے بہتر ہونے سے ہفتے بہتر ہوں گے...... ہفتوں کے بہتر ہونے سے مہینے بہتر ہوں گے......مہینوں کے بہتر ہونے سے سال بہتر ہوں گے۔ اور یوں زندگی کی ہر گھڑی خیر وفلاح سے عبارت ہوجائے گی۔ بڑا مجرب نسخہ ہے، آزما کر دیکھیں مجد وشرف اور عظمت وکرامت کی ساری رفعتیں آپ کے ہم رکاب ہوجائیں گی - اِن شاءاللہ -

اَخیر میں شکر و سپاس کے گلدستے بصد خلوص مرشد گرامی قدر مصلح قوم وملت، مفکر اِسلام، مبلغ اعظم ہند حضور علامہ مولانا مفتی محمد عبد المبین نعمانی قادری رضوی مصباحی -دامت برکاتہم القدسیہ- کی بارگاہ میں نذر ہیں جنھوں نے اپنی ہمہ گیر مصروفیات اور پیہم

پروگرامات کے باوصف اس کتاب کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر اسے پایۂ اعتبار عطا کیا۔ اپنے مفید مشوروں سے نوازا، میری حوصلہ افزائی فرمائی، اور ڈھیروں دعائیں دیں، ان پر مستزاد یہ کہ گراں مایہ 'پیش نوشت' رقم فرما کر مجھے عزت بخشی، اور کتاب کا وزن بڑھا دیا۔

–فاللّٰه يجزيه جزاء الأوفىٰ–

سچ پوچھیں تو اگر اُن کی نگاہِ کیمیا اثر ہم پر نہ پڑتی، اُن کی عنایتوں کا اَبر باراں ہم پر نہ برستا، اور اُن کے ہاتھوں ہم نہ بکے ہوتے تو شاید قوم کے روبرو آج یہ اَمانت لے کر حاضر ہونے کے قابل نہ ہو پاتے۔ درونِ دل سے آج اُن کے لیے بے پناہ دعائیں نکل رہی ہیں کہ پروردگارِ عالم انھیں جگ جگ سلامت رکھے، اور اُن کے وجودِ باجود سے ہمیں تا دیر متمتع و مستفیض رکھے۔ اس دورِ قحط الرجال میں ان کی شخصیت' کبریت اَحمر کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن سے اِستفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی قدر دانی کی بھی توفیق بخشے اور اُن کی عنایاتِ خسروانہ ہم پر یوں ہی قائم ودائم رکھے تا کہ ہمارا بھرم باقی رہے، اور ہم جیسے کھوٹے سکے بھی چلتے رہیں۔

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو ہے تیرا ہی کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق خیر سے نوازے، اور چار دن کی اِس زندگی کو اچھے بھلے کاموں میں صرف کرنے اور دارین کی سعادتوں والے کام میں لگانے کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین یارب العالمین۔ –اللہ بس باقی ہوس–

-: خیر اندیش :-

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

۲۹ ؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ / ۱۲ ؍ جولائی ۲۰۱۰ء

وقت کا قرآنی تصور

اِسلام کا تصورِ وقت بالکل جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اِنسان کو یہ توفیق مرحمت فرمائی ہے کہ وہ وقت کی شکل میں اپنے اندر موجود 'مال' سے پورے طور پر متمتع ہو، اور یہ ذہن میں رکھے کہ وہ لمحہ جو گزر گیا نہ وہ لوٹ سکتا ہے اور نہ اسے لوٹایا جاسکتا ہے۔ گزشتہ زمانوں میں بھی یہی سنتِ الٰہیہ رہی ہے اور دنیوی زندگی کے لیے یہ اُلوہی نظام یوں ہی سدا قائم رہے گا۔ **فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً ، وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلاً** o (سورۂ فاطر: ۴۳/۳۵)

یہ ایک ناقابل اِنکار سچائی ہے کہ اس دنیا میں ایک شخص کی کل پونجی اس کا وقت ہے، وقت ہی اِنسان کی کل کائنات ہے۔ وقت کو ضائع کرنا دراصل عمر گنوانے کے مترادف ہے۔ (عمر' متعین لمحوں ہی کا تو نام ہے) وقت' مال و دولت سے کہیں زیادہ قیمتی شے ہے۔

دیکھیں نا کہ ایک شخص کے چل چلاؤ کا جب وقت آجاتا ہے، اور دم نزع سانسیں اُکھڑنے لگتی ہیں تو اس کے سارے مال ومنال اُس کے سرہانے رکھے رہ جاتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنا سب کچھ قربان کر کے عمر کے خزانے میں صرف ایک دن کا اِضافہ کرالے تو کیا اُسے ایک دن یا ایک منٹ کی مہلت مل جاتی ہے! نہیں کبھی نہیں۔

قرآن مجید وفرقانِ حمید نے دو مقامات پر بیان فرمایا ہے کہ اِنسان کو ضیاعِ وقت پر شدت سے ندامت وخجالت لاحق ہوتی ہے؛ مگر اس وقت کف اَفسوس ملنا کچھ بھی کارآمد اور نفع رساں نہیں۔

پہلا مقام تو وہی کہ جب اِنسان کی جان پر بن آئے، وہ دنیا کے گورکھ دھندوں کو ہاتھوں سے جاتا اور آخرت کی سچائیوں کو آتا دیکھتا ہے تو شدید خواہش کرتا ہے کہ کاش! اسے ایک لمحہ کی مہلت مل جاتی اور اس کی موت کا وقت ذرا سا مؤخر کردیا جاتا؛ تاکہ وہ اپنے

اَعمال کی اِصلاح اور اپنی کوتاہیوں کا تدارک کر لیتا۔قرآن کریم کی شہادت دیکھیں :

وَ أَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَآ إِلٰى أَجَلٍ قَرِيبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ أَ وَ لَمْ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ ٥ (سورۂ ابراہیم:۱۴/۴۴)

آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آ پہنچے گا تو وہ لوگ جو ظلم کرتے رہے ہوں گے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے دے کہ ہم تیری دعوت کو قبول کر لیں اور رسولوں کی پیروی کر لیں۔(ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ہی لوگ پہلے قسمیں نہیں کھاتے رہے کہ تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا!۔

نیز اِرشاد ہوتا ہے :

حَتّٰىٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَ مِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ٥ (سورۂ مومنون:۲۳/۹۹تا۱۰۰)

یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کو موت آجائے گی (تو) وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے (دنیا میں) واپس بھیج دے، تا کہ میں اس (دنیا) میں کچھ نیک عمل کر لوں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، یہ وہ بات ہے جسے وہ (بطورِ حسرت) کہہ رہا ہوگا اور ان کے آگے اس دن تک ایک پردہ (حائل) ہے (جس دن) وہ (قبروں سے) اُٹھائے جائیں گے۔

ندامت وافسوس کا دوسرا مقام آخرت میں اس وقت درپیش ہوگا جب ہر جان کو اس کے کیے کا بھرپور صلہ مل رہا ہوگا، اور اس کی کمائی کا اسے بدلہ چکایا جا رہا ہوگا۔ جب اہل جنت' بہشت میں شاداں وفرحاں جا رہے ہوں گے، اور اہل دوزخ' جہنم کے لیے گھسیٹے

جارہے ہوں گے، تو اس وقت دوزخیوں کے دل میں بس ایک ہی خواہش وتمنا انگڑائی لے رہی ہوگی کہ کاش! انھیں دنیا میں ایک بار اور جانے کا موقع مل جاتا؛ تاکہ وہ اَز سرِ نو نیک عمل کا آغاز کرپاتے۔ اِس منظر کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا ہے :

وَ لَو تَرَى الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً إِنَّا مُوقِنُونَ وَ لَو شِئْنَا لآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ القَولُ مِنِّي لأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَومِكُمْ هٰذَا إِنَّا نَسِيْنَاكُمْ وَ ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ o (سورۂ سجدہ:۳۲/۱۲تا۱۴)

اور اگر آپ دیکھیں (تو اُن پر تعجب کریں) کہ جب مجرم لوگ اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس (اب) ہمیں (دنیا میں) واپس لوٹا دے کہ ہم نیک عمل کرلیں بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ہر نفس کو اُس کی ہدایت (اَز خود ہی) عطا کر دیتے؛ لیکن میری طرف سے (یہ) فرمان ثابت ہو چکا ہے کہ میں ضرور سب (منکر) جنات اور اِنسانوں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ پس (اَب) تم مزہ چکھو کہ تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا رکھا تھا، بے شک ہم نے تم کو بھلا دیا ہے اور اپنے ان اَعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے تھے دائمی عذاب چکھتے رہو۔

لہٰذا خردمند وہی ہے جو وقت پر اپنی گرفت مضبوط رکھے، وقت کے تئیں حساس ہو اور اسے خیر کے کاموں میں لگائے۔

وقت کی قیمت کا اَندازہ اِس سے بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر وقت کی قسم اُٹھائی ہے۔ وہ مالک ومختار ہے جس کی چاہے قسمیں اُٹھائے

مگر اہل علم کو پتا ہے کہ قسم ہمیشہ عظیم چیز کی کھائی جاتی ہے، حقیر چیزیں قسم کے لائق نہیں ہوتیں!۔تو ان قسموں کا مفاد یہ ہے کہ ان کے ذریعہ درحقیقت ہمیں یہ شعور دیا جارہا ہے اور جھنجھوڑا جارہا ہے کہ اپنی زندگی کے اُوقات کو معمولی اور حقیر نہ سمجھو؛ بلکہ اس کے ایک ایک لمحے کا تم سے عرصہ محشر میں حساب ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَ الْفَجْرِ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِذِي حِجْرٍ o (سورۂ فجر:۸۹/۱تا۵)

اس صبح کی قسم (جس سے ظلمتِ شب چھٹ گئی)۔اور دس (مبارک) راتوں کی قسم۔اور جفت کی قسم اور طاق کی قسم۔اور رات کی قسم جب گزر چلے۔بے شک ان میں عقل مند کے لیے بڑی قسم ہے۔

تو یہاں فجر، لیالی عشر، اور شفع و وتر کی قسمیں دراصل وقت کی اہمیت کا بھی یک گونہ اِشارہ ہیں؛ مگر اُن سے فائدہ کون اُٹھاتا ہے تو قرآن نے اسے بھی واضح کردیا کہ صرف اہل عقل وخرد ہی ان سے مستفید ہوتے ہیں اور ان کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔عقل کو یہاں ’حِجر‘ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ خردمند کو غیر مناسب اَفعال واَقوال سرانجام دینے کی اِجازت نہیں دیتی۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَ النَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الأُنْثٰى إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى o (سورۂ اللیل:۹۲/۱تا۴)

رات کی قسم جب وہ چھا جائے (اور ہر چیز کو اپنی تاریکی میں چھپالے) اور دن کی قسم جب وہ چمک اُٹھے۔اور اس ذات کی (قسم) جس نے (ہر چیز میں) نر اور مادہ کو پیدا فرمایا۔بے شک تمہاری کوشش مختلف اور (جداگانہ) ہے۔

شب وروز سواریوں کی مانند ہیں، جن سے لوگ گوناگوں کام لیتے ہیں۔ایک وہ شخص

ہے جو شب و روز کو اللہ کی طاعت و بندگی میں گزارتا ہے اور وہ چیزیں تیار کرتا ہے جو اسے خدا رسی عطا کر دیں تا کہ ملاقات کا دن عید سعید بن جائے۔ مگر اس کے برعکس کچھ وہ بھی ہیں جو شب و روز کو گنوانے پر تلے ہیں، اپنی جان کھپا رہے ہیں، اور ایسے ایسے گناہ کما رہے ہیں جو کل حضورِ الٰہ میں پیشی کے وقت اُن کی کمر توڑ کر رکھ دیں۔ سچ فرمایا میرے پروردگار نے:

إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى o ۔یعنی بے شک تمہاری کوشش مختلف اور (جداگانہ) ہے۔

قرآن حکیم فرماتا ہے :

وَ سَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ القَمَرَ وَ النُّجُومَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهٖ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لآيَاتٍ لِقَومٍ يَّعْقِلُونَ o (سورۂ نحل:۱۶/۱۲)

اور اسی نے تمہارے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، اور تمام ستارے بھی اُسی کی تدبیر (سے نظام) کے پابند ہیں، بے شک اس میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

مزید فرمایا :

وَ هُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُوراً o (سورۂ فرقان:۲۵/۶۲)

اور وہی ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے گردش کرنے والا بنایا اس کے لیے جو غور و فکر کرنا چاہے، یا شکر گزاری کا اِرادہ کرے (ان تخلیقی قدرتوں میں نصیحت اور ہدایت ہے)۔

نیز فرمایا :

وَالعَصْرِ إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ، وَ تَوَاصَوا بِالحَقِّ وَ تَوَاصَوا بِالصَّبْرِ o (سورۂ نصر:۱۰۳)

زمانہ کی قسم (جس کی گردش اِنسانی حالات پر گواہ ہے)۔ بے شک اِنسان

خسارے میں ہے (کہ وہ عمرِ عزیز گنوا رہا ہے)۔ سوائے اُن لوگوں کے جو اِیمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغِ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے۔

'عصر' دراصل اس زمانے کو کہتے ہیں جس میں خیر و شر وغیرہ کے کام بنی نوعِ انسان سرانجام دیتا ہے؛ تو اللہ تعالیٰ کی قسم کا یہاں مفاد یہ ہے کہ بے شک سارے بنی اِنسان' تباہی اور خسارے میں ہیں سوائے اس کے جس نے اپنے وقت کا بہتر و صحیح استعمال کر لیا اور اپنی عمر کو اَعمالِ صالحہ کے حصول میں کھپا دیا۔

اِن قسموں کا ایک بڑا مقصد پکار پکار کر اِنسان کو وقت اور عمرِ عزیز کی گزرتی ہوئی لہروں سے نفع اُٹھانے اور پل پل کو تول تول کر خرچ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

ہماری تخلیق کے پیچھے خالق کی عظیم حکمت پوشیدہ ہے، اس نے ہمیں یوں ہی بلا مقصد نہیں پیدا کر دیا۔ قرآن فرماتا ہے :

أَ فَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثاً وَّ أَنَّكُمْ إِلَيْنَا لاَ تُرْجَعُونَ ، فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لاَ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ o (سورۂ مومنون:۲۳/۱۱۵تا۱۱۶)

سو کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تمہیں بے کار (و بے مقصد) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے، پس اللہ جو بادشاہِ حقیقی ہے بلند و برتر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بزرگی اور عزت والے عرش (اِقتدار) کا (وہی) مالک ہے۔

نیز فرمایا :

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ، مَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ

وَ مَــا أُرِيْدُ أنْ يُّطْعِمُونِ ، إنَّ اللّٰهَ هُـوَ الـرَّزَّاقُ ذُو القُـوَّةِ المَتِيْنُ o

(سورۂ ذاریات:۵۶تا۵۸)

اور میں نے جناتوں اور اِنسانوں کوصرف اِسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اِختیار کریں، نہ میں اُن سے رِزق (یعنی کمائی) طلب کرتا ہوں اور نہ اس کا طلب گار ہوں کہ وہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی ہر ایک کا روزی رساں ہے، بڑی قوت والا، زبردست مضبوط ہے۔

قرآن کریم اہل اِیمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :

وَ إذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَـرُّوا كِرَاماً o (سورۂ فرقان:۲۵؍۷۲)

اور جب بے ہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو (دامن بچاتے ہوئے) نہایت وقار اور متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

ذرا دِل پر ہاتھ رکھ کر سنجیدگی سے سوچیں کہ کیا واقعتاً ہم اس آیت پاک پر قولاً اور فعلاً عمل پیرا ہیں!۔ افسوس ہمارے کردار و گفتار ایسے نہ رہے، اور ہم لہو ولعب کے کاموں میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔ اور بیہودہ کاموں سے کترا کر گزرنا تو دور رہا' ڈٹ کر اُس میں حصہ لیتے ہیں۔

بیشتر لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کا سارا سارا وقت ٹی وی کے سامنے گزر جاتا ہے، اور غیر مفید ماہناموں اور فحش لٹریچر کی نذر ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سارے طریقے ہیں جن سے ہم اپنے وقت کی بربادی میں مدد لیتے ہیں؛ حالاں کہ وقت سونے کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ قیمتی؛ کیوں کہ سونا تو آنے جانے والی چیز ہے، ایک بار ہاتھ سے نکل گیا تو پھر دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہے بلکہ پہلے سے کئی گنا زیادہ بھی ہوسکتا ہے، یوں ہی کھوئی ہوئی دولت محنت اور کفایت شعاری سے پھر حاصل ہوسکتی ہے، کھویا ہوا علم' مطالعہ سے مل سکتا ہے اور کھوئی ہوئی تندرستی دوا سے واپس آسکتی ہے؛ لیکن کھویا ہوا

وقت لاکھ کوششوں سے بھی دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

ذرا اِنصاف سے سوچئے کہ کیا وقت 'سونے' سے زیادہ قیمتی نہیں؟ کیا وقت اَلماس سے زیادہ مہنگا نہیں؟؟؟ اور کیا وقت ہر چیز سے زیادہ گراں نہیں؟؟؟۔اسی لیے تو آیت پاک میں اس اُمت کی یہ توصیف بیان کی گئی ہے کہ''(یہ) وہ لوگ ہیں جو کذب اور باطل کاموں میں (قولاً اور عملاً دونوں صورتوں میں) حاضر نہیں ہوتے'' کیوں کہ اس سے ان کے سونے سے زیادہ قیمتی وقت کا ضیاع ہوتا ہے!۔

اور اِسی لیے اللہ رب العزت اہل اِیمان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ o وَ لاَ تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ o (سورۂ حشر:۵۹/۱۸تا۱۹)

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے، پھر اللہ نے ان کی جانوں کو ہی ان سے بھلا دیا (کہ وہ اپنی جانوں کے لیے ہی کچھ بھلائی آگے بھجوا دیتے)، اور وہی لوگ نافرمان ہیں۔

سورج کا بندھے وقتوں پر طلوع وغروب ہونا، چاند کا دنوں کے تناسب سے چھوٹا بڑا ہونا، موسم کا چولے بدلتے رہنا، اور گردشِ لیل ونہار' یہ سب قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔اللہ فرماتا ہے :

وَ جَعَلْنَا اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ آيَتَيْنِ o (بنی اسرائیل:۱۷/۱۲)

اور ہم نے رات اور دِن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا۔

اس آیت پاک میں وقت کی ایک مخصوص پابندی شامل ہے جس میں ذرا سا فرق'

عظیم اِنقلاب بپا کرسکتا ہے۔علاوہ بریں اللہ جل مجدہ کی عبادت میں بھی وقت کی پابندی ایک جز ولازم قرار دی گئی ہے،اور پروردگار عالم نے وقت وقت سے نماز کو دن اور رات کے پانچ حصوں میں فرض کیا ہے۔قرآن فرماتا ہے :

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوتاًo (سورۂ نساء:۱۰۳)

بیشک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہے۔

دن اور رات کے پانچ مختلف اَوقات میں نماز کو فرض کرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان وقت پر کڑی نگاہ رکھے، ہمیشہ چاق چوبند رہے اور اس بات کا بھی خیال رکھے کہ جس کام کا جو وقت ہے اس کو اسی وقت اَنجام دے، کسی بھی کام کو اُس کے متعینہ وقت سے ٹال کر نہ اَنجام دیا جائے۔

یوں ہی رمضان المبارک میں صبح صادق اور غروبِ آفتاب کے درمیانی اَوقات میں روزہ، اور ذِی الحجہ کے مخصوص اَیام میں مناسکِ حج کی اَدائیگی وغیرہ جیسے تمام ضروری اُمور کا بھی وقت کی پابندی ہی پر اِنحصار ہے۔دن کی بجائے رات میں روزہ' بھوک پیاس سے اِجتناب کا نام تو ہوسکتا ہے لیکن اسے 'شرعی روزہ' ہرگز نہیں قرار دیا جاسکتا۔یوں ہی ذی الحجہ کے مخصوص اَیام کے علاوہ دیگر اِسلامی مہینوں میں وقوفِ عرفات، قیام مزدلفہ و منیٰ اور طوافِ زیارت کو حج کا نام ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔

الغرض وقت کی پابندی جہاں اِنسانی زندگی میں ایک مرکزی اور اَساسی درجے کی حیثیت رکھتی ہے وہیں عبادات میں بھی اُس کا اِہتمام بندے کو سچی بندگی کی حلاوت سے روشناس کراتا ہے۔اور وقت میں بے اُصولی' درحقیقت بے بندگی وشرمندگی کا دوسرا نام ہے؛ لہٰذا وقت کے صحیح اِستعمال کی ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہیے؛ کیوں کہ وقت کی پابندی دنیا و آخرت کی بے بہا نعمتوں سے ہمکنار کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔اللہ ہمیں توفیق خیر سے نوازے،اور پیغامِ قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی ہمیں ہمت و لگن عطا فرمائے۔آمین۔

وقت کا نبوی پیمانہ

تاجدارِ کائنات معلم اِنسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اپنے اَوقات کا محافظ اوراُن کا صحیح اِستعمال کرنے والا کون ہوگا!۔آپ نے اپنی حیاتِ مقدسہ کا لمحہ لمحہ اِسلام اور عالم اِنسانیت کی فلاح و بہبود میں صرف فرمادیا؛ لٰہذا اہل اِسلام کو بھی چاہیے کہ اپنے پیارے نبی مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِتباع میں وقت کا صحیح اِستعمال کرکے دارین کی سعادتوں سے بہرہ وری کا سامان کریں۔

سرکارگرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ قولی وفعلی دونوں میں نفع رساں چیزوں سے وقت کو ثمر بار کرنے اور ضیاعِ وقت سے بچنے کے اِشارے ملتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

انَّ اللّٰہیبغض کل جَعظريٍّ، جوَّاظٍ، سخَّاب بالأسواق، جيفة بالليل، حمار بالنهار، عالم بأمر الدنيا، جاهل بأمر الآخرة . (۱)

یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند فرماتا ہے جو بدگو، متکبر اُجڈ ہو، اورسربازار شور مچانے والا، شب میں مرداروں کی طرح پڑا سونے والا، دن میں گدھوں کی مانند مارامارا پھرنے والا، اوردنیوی اُمور کا ماہر مگر آخرت کا جاہل ہو۔

حضرت عثمان بن محمد بن مغیرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشادفرمایا :

(۱) صحیح ابن حبان:۱/۲۷۳حدیث:۷۲......جامع الاحادیث:۲۳۰/۸حدیث:۷۱۹۲......جمع الجوامع سیوطی: ۸۸۵۳/۱ حدیث: ۲۶۳۹......سنن بیہقی:۲/ ۴۹۶ حدیث: ۲۱۳۲۵......صحیح کنوز السنۃ النبویۃ: ۱۶۱/۱ حدیث:۴......موارد الظمآن:۴۸۵/۱۔

ما من يوم طلعت شمسه فيه إلا يقول من استطاع أن يعمل في خير فليعمله فإني غير مكرر عليكم أبدا ....(۱)

یعنی روزانہ صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس وقت 'دن' یہ اِعلان کرتا ہے کہ (اے دنیا میں بسنے والو!) اگر آج کوئی اَچھا کام کرنا ہے تو کرلو کہ آج کے بعد میں کبھی پلٹ کر نہیں آؤں گا۔

معلوم ہوا کہ زندگی کی جو ساعتیں ہمیں میسر ہیں اُن کو غنیمت جانتے ہوئے جتنا کچھ عملِ خیر ہوسکے کرلینا چاہیے؛ کیوں کہ کل نہ جانے لوگ ہمیں 'جناب' کہہ کے پکارتے ہیں یا 'مرحوم' کہہ کر۔ ہمیں اس بات کا اِحساس ہو یا نہ ہو؛ مگر یہ حقیقت ہے کہ ہم کشاں کشاں اپنی موت کی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ اِرشادِ رب العزت ہے :

يٰأَيُّهَا الإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلاَقِيْهِ ۝ (سورۂ انشقاق:۸۴/۶)

اے انسان! بے شک تجھے اپنے رب کی طرف ضرور دوڑنا ہے، پھر اُسی سے جاملنا ہے۔

وقت کی قدر نہ کرنے والے ذرا سوچیں کہ زندگی کس قدر تیز رفتاری کے ساتھ گزرتی جارہی ہے۔ یقیناً زندگی بے حد مختصر ہے۔ جو وقت مل گیا سو مل گیا، آئندہ وقت ملنے کی اُمید دھوکہ ہے۔ کیا معلوم آئندہ لمحے ہم موت سے ہم آغوش ہوچکے ہوں۔ بارہا آپ نے دیکھا ہوگا کہ اچھا بھلا ڈیل ڈول والا اِنسان اچانک موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے، اَب قبر میں اُس پر کیا بیت رہی ہے، اُس کا اَندازہ ہم نہیں کرسکتے؛ البتہ خود اُس پر زندگی کا حال کھل چکا ہوگا کہ ؎

(۱) شعب الایمان:۳/۳۸۶ حدیث:۳۸۴۰۔

کتنی بے اِعتبار ہے دنیا　　موت کا اِنتظار ہے دنیا
گرچہ ظاہر میں صورتِ گل ہے　　پر حقیقت میں خار ہے دنیا

لہٰذا ابھی جو کچھ ہمیں وقت کی شکل میں مہلت ملی ہوئی ہے اس کی قدر کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کر لینی چاہیے؛ کہیں اَیسا نہ ہو کہ رات بھلے چنگے سونے کے باوجود صبح اَندھیری قبر میں ڈال دیا جائے۔ خدارا! غفلت کی نیند سے بیدار ہوجایئے۔ اللہ رب العزت نے قرآن میں اِس حقیقت کو کتنا کھول کر بیان کردیا ہے :

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ o (سورۂ انبیاء:۱)

لوگوں کے لیے اُن کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا مگر وہ غفلت میں (پڑے طاعت سے) منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لیس یتحسر أهلُ الجنة علی شيء إلا علی ساعةٍ مرت بهم لم یذکروا اللّٰه . (۱)

یعنی جنت میں اہل جنت کو کسی چیز کی کوئی حسرت نہ ہوگی؛ لیکن اگر انھوں نے اپنی زندگی کا کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے آباد کیے بغیر گزار دیا ہو تو اس کی حسرت انھیں جنت میں بھی ستائے گی۔

ان حدیثوں سے وقت کی اہمیت اور اس کی گراں مایگی پر روشنی پڑتی ہے۔ وقت جو ماضی، حال اور مستقبل کا نام ہے اور ان مختلف خانوں میں تقسیم ہے، اس کی قدر و قیمت جاننا

(۱) کنزالعمال: ۱/۴۲۲ حدیث: ۱۸۰۴...... مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۱۳/۱۰ حدیث: ۱۶۷۴۶...... شعب الایمان: ۱/۳۹۲ حدیث: ۵۱۲...... معجم کبیر طبرانی: ۳/۱۵ حدیث: ۱۶۶۰۸...... جمع الجوامع سیوطی: ۱/۴۹۲۷ احدیث: ۱۳۷۱...... عمل الیوم واللیلة ابن سنی: ۱/۵ حدیث: ۳۔

اور اس کو کام میں لا کر قیمتی بنانا اِنسان کا وہ مسئلہ ہے جس کا اِحساس اور اُس کی اہمیت کا اندازہ ہر ایک کو ہے؛ لیکن اس بیش بہا خزانے کو صحیح استعمال کر کے اپنے آپ کو بھی قیمتی بنانے کے سلسلے میں ہم میں سے اکثر لوگ غفلت میں ہیں۔

نبی غیب داں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حوالے سے کتنی پیاری بات اِرشاد فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة و الفراغ .(۱)

یعنی دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہوتے ہیں: صحت اور فرصت۔

واقعی صحت کی قدر ایک بیمار ہی کرسکتا ہے۔ اور وقت کی قدر صحیح معنوں میں وہ لوگ جانتے ہیں جو بیحد مصروف ہوتے ہیں؛ ورنہ جو لوگ 'فرصتی' ہوتے ہیں اُن کو کیا معلوم کہ وقت کی کیا اَہمیت ہے!۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ غور طلب ہے : ''کثیر من الناس'' مطلب یہ کہ ان دو نعمتوں سے بہرہ یاب ہونے اور انھیں صحیح معنوں میں برتنے کی توفیق کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

علامہ ابن جوزی مذکورہ حدیث کے لفظ ''مغبون'' کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کبھی اِنسان صحیح سالم ہوتا ہے مگر اکتسابِ معاش سے اُسے فرصت ہی نہیں ملتی اور کبھی معاش سے تو بے نیاز ہوتا ہے مگر صحیح سالم نہیں ہوتا، پھر جب کبھی یہ دونوں اُسے خیر سے

(۱) صحیح البخاری: ۵/۲۳۵۷ حدیث: ۶۰۴۹ ...... سنن ترمذی: ۴/۵۵۰ حدیث: ۲۳۰۴ ...... سنن ابن ماجہ: ۲/۱۳۹۶ حدیث: ۴۱۷۰ ...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۸۲ حدیث: ۳۴۳۵۷ ...... مستدرک حاکم: ۴/۳۴۱ حدیث: ۷۸۴۵ ...... مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۵۸ حدیث: ۲۳۴۰ ...... سنن دارمی: ۸/۳۹۹ حدیث: ۲۷۶۳ ...... مسند شہاب قضاعی: ۱/۱۹۶ حدیث: ۲۹۵ ...... مشکوٰۃ المصابیح: ۳/۱۱۸ حدیث: ۵۱۵۵ ...... معجم اوسط: ۶/۱۹۳ حدیث: ۶۱۶۳ ...... الزہد لوکیع: ۱/۹ حدیث: ۶ ...... الزہد والرقائق لابن مبارک: ۱/۳ حدیث: ۱ ...... شکراللہ علی نعمہ خرائطی: ۱/۵۷ حدیث: ۵۵ ...... کنز العمال: ۳/۲۵۹ حدیث: ۶۴۴۴۔ شعب الایمان بیہقی: ۴/۱۲۹ حدیث: ۴۵۴۳۔

نصیب ہو جائیں تو غفلت و کوتاہی اُس کی طاعت و بندگی کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے، اور انجام کار وہ کچھ نہیں کر پاتا؛ حالاں کہ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ دنیا' آخرت کی کھیتی ہے، جیسی تجارت ہوگی اُسی کے مطابق اسے آخرت میں نفع ملے گا تو جس نے اپنی صحت و فرصت کو طاعت و رضاے مولا میں لگا دیا وہ صحیح معنوں میں ''مغبوط'' قابل رشک ہے۔ اور جس نے ان دونوں کو اللہ کی معصیت میں گنوا دیا وہ بلاشبہہ ''مغبون'' قابل افسوس ہے؛ کیوں کہ فرصت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد ناتوانی آنا فطری اَمر ہے اور وہ بڑھاپا ہے۔(۱)

اللہ تعالیٰ اِنسان کو جسمانی صحت اور فراغتِ اَوقات کی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان میں اکثر سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ نعمتیں دائمی ہیں انھیں کبھی زوال نہیں آئے گا؛ حالانکہ یہ صرف شیطانی وسوسہ اور اس کا اَپنا واہمہ ہوتا ہے۔ جو مالک و مولا ان عظیم نعمتوں سے نوازنے کی قدرت رکھتا ہے وہ ان کو کسی وقت چھین بھی سکتا ہے؛ لہٰذا اَچھا اِنسان وہی ہے جو ان عظیم نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے انھیں بہتر اِستعمال میں لائے۔

اور پھر قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطورِ خاص حکم دیا ہے :

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ o (سورۂ انشراح:۹۴/۷)

پس جب آپ فارغ ہوں تو (ذکر و عبادت میں) محنت فرمایا کریں۔

اس سے ایک اِشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ کوئی وقت فارغ، بیکار اور خالی نہیں جانے دینا چاہیے؛ بلکہ (اللہ توفیق دے تو) زندگی کے ہر ہر لحہ کو ذکر و تلاوت، تسبیح و تہلیل اور علم و عمل کے رنگ میں رنگ دینا چاہیے۔

(۱) فتح الباری لابن حجر:۲۱۹/۱۸......الوقت واہمیتہ فی حیاۃ المسلم :۲۵/۱۔

وقت کی اہمیت اِس حدیث کی روشنی میں مزید دو چند ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صحبت سے نوازنے والے کسی جاں نثار کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اور یہ یاد رہے کہ آپ سے بڑا ناصح واَمین پوری اِنسانی تاریخ میں کوئی نہیں ہوا :

اغتنم خمسا قبل خمسٍ: شبابک قبل هرمک، وصحتک قبل سقمک، و غناک قبل فقرک، و فراغک قبل شغلک، و حیاتک قبل موتک . (۱)

یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو بدحالی سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

حدیث مبارک میں زندگی کے چار اَحوال: جوانی، صحت، غنا اور فراغت کی طرف خصوصی اِشارہ کرنے کے بعد ساری زندگی کو موت کے مقابل رکھ دیا گیا ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ جس طرح جوانی کے بعد بڑھاپے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ صحت کے ساتھ بیماری سے واسطہ پڑتا ہے۔ امیری کے ساتھ غریبی لاحق ہوتی ہے، اور فراغت کے ساتھ مصروفیت گھیرتی ہے تو اسی طرح یاد رہے کہ اِنسان کو دنیاوی حیات کے بعد موت کا بھی سامنا کرنا ہے۔ تو اب یہ انسان کی مرضی ہے اور اس کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جوانی، صحت، تونگری اور فراغت کے تمام اَوقات کو کس طرح بسر کرتا ہے؟۔

زندگی کے یہ تمام لمحات انسان کے آنے والے اَحوال پر گہرے اَثرات مرتب کرتے ہیں۔ جوانی، صحت، غنا، فراغت اور ساری زندگی اگر ہم مثبت سرگرمیوں اور خیر

(۱) مستدرک حاکم: ۴/۳۴۱ حدیث: ۷۸۴۶...... مشکوٰۃ المصابیح: ۳/۱۲۲ حدیث: ۵۱۷۴...... شعب الایمان: ۷/۲۶۳ حدیث: ۱۰۲۴۸...... مسند شہاب القضاعی: ۱/۴۲۵ حدیث: ۷۲۹...... شرح السنۃ بغوی: ۷/۱۹۱...... اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۷/۱۳۸ حدیث: ۷۱۶۵...... الفقہ والفقیہ خطیب بغدادی: ۲/۴۰۲ حدیث: ۸۰۰...... تخریج احادیث الاحیاء: ۹/۳۳۷ حدیث: ۴۳۳۷۔

کے کاموں میں صرف کریں گے تو لازمی بات ہے کہ ہماری دنیا و عقبیٰ دونوں بہتر ہوگی ؛ لیکن اگر ہم نے ان گراں قدر اَوقات کی قدر نہ کی اور انھیں یوں ہی لایعنی کاموں میں گنواتے رہے تو پھر ہمیں خود کو بھیانک نتائج سے دوچار ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رکھنا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان قـامت الساعة و بيد أحدكم فسيلة فان استطاع ان لا يقوم حتى يغرسها فليفعل . (۱)

یعنی اگر قیامت قائم ہوجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کا چھوٹا سا پودا ہو تو اگر وہ سمجھتا ہے کہ حساب کے لیے کھڑا ہونے سے پہلے پہلے اُسے لگا لے گا تو اُسے ضرور لگا دینا چاہیے۔

آپ اَندازہ نہیں کر سکتے کہ کس کس طرح سے آقا علیہ السلام نے اہل اِسلام کو وقت کی قدر کرنے اور اَعمالِ صالحہ میں جٹے رہنے کا شعور و اِحساس بہم پہنچایا ہے۔ گویا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا والوں کو ذہن دے رہے ہیں کہ زندگی کا کوئی لمحہ بے سود و عبث جانے سے بچاؤ، اسے تعمیری کاموں میں لگاؤ اور ہر ممکن کوشش کرکے وقت کا بہتر سے بہتر استعمال کرو۔

آقاے گرامی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر مثال کتنی پیاری دی ہے کہ اگر قیامت قائم ہوجائے اور کسی کو اس نفسا نفسی کے عالم میں بھی ذرہ بھر نیکی کمانے کا وقت ہاتھ لگ جائے تو کوئی لمحہ گنوائے بغیر اسے کر ڈالے اور کسی غفلت کا مظاہرہ نہ کرے۔ -سلام ہو آپ کی عظمت پر میرے آقا ﷺ-

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۳/۱۹۱ حدیث: ۱۳۰۰۴...... مسند عبد بن حمید: ۳/۳۴۰ حدیث: ۱۲۲۰...... مسند طیالسی: ۱/۲۷۵ حدیث: ۲۰۶۸...... الادب المفرد بخاری: ۱۶۸ حدیث: ۴۷۹...... جمع الجوامع: ۱/۵۸۶۸ حدیث: ۸۶...... اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ: ۳/۱۱۷۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ليس من يوم يأتي على ابن آدم إلا ينادى فيه، يا ابن آدم أنا خلق جديد و أنا فيما تعمل عليک غدا شهيد، فاعمل في خيرا أشهد لک غدا، فاني لو قد مضيت لم ترني أبدا، قال: و يقول الليل مثل ذلک . (۱)

یعنی اولادِ آدم پر ہر آنے والا دن (اسے مخاطب ہوکر) کہتا ہے : اے ابن آدم! میں نئی مخلوق ہوں، میں کل (عرصہ قیامت میں) تمہارے عمل کی گواہی دوں گا سو تم مجھ میں عمل خیر کرنا کہ میں کل تمہارے حق میں اسی کی گواہی دوں۔ (یاد رکھنا) اگر میں گزر گیا تو پھر تم مجھے کبھی دیکھ نہیں سکو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِسی طرح کے کلمات رات بھی دہراتی ہے۔

اس سے زیادہ واضح اور پر مغز اَنداز میں وقت کی قدر و قیمت شاید ہی کوئی بیان کر سکے۔ یہ زبانِ نبوت کا اِعجاز ہے جو ہر پیرائے میں حکمت و لطافت کے جوہر لٹاتی نظر آتی ہے۔ اب اتنے دوٹوک فرامین جان لینے کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان وقت کے تئیں حساس نہ ہو، اپنی زندگی کے شام و سحر کو نظام الاوقات کا پابند نہ کرے، سستی و لاپرواہی برتے، اور اپنے شب و روز کھیل کود، ہنسی مذاق، اور غفلت و اِعراض کی چادر تان کر سونے میں گزار دے تو اس کی کم بختی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

بلاشبہ وقت' اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِنسان کو دی گئی ایک قیمتی اَمانت ہے اور بروز

(۱) الجامع الکبیر سیوطی: ۱۷۴۵۲ حدیث: ۱۳۳۲......امالی ابن سمعون: ۵۲ حدیث: ۲۲۶...... کنز العمال: ۱۵/۱۲۱۹ حدیث: ۴۳۱۵۹...... حلیة الاولیاء: ۱/ ۳۴۷...... التذکرہ قرطبی: ۱/ ۳۳۱۔ تفسیر اللباب ابن عادل: ۱۶/ ۲۸۵......روح البیان: ۲/ ۳۳۳...... تفسیر قرطبی: ۱۵/ ۳۵۳......التدوین فی اخبار قزوین: ۱/ ۱۹۹۔

قیامت اس امانت کے متعلق ایک ایک لمحہ کا حساب ہوگا؛ چنانچہ عرصہ محشر میں ہر کسی سے چند سوالات کیے جائیں گے، اور پھر اس کے بعد ہی اس کے قدم آگے بڑھنے پائیں گے۔حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

لا تـزول قدما عبد يوم القِيامةِ حتى يسئل عن عمرِهِ فِيما أفناه و عـن عِـلـمِهِ ما فعل بِهِ ، وعن مالِهِ مِن أين اكتسبه و فِيما أنفقه ، وعن جِسمِهِ فِيما أبلاه . (۱)

یعنی قیامت کے دن کسی بندے کے قدم اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ ہوجائے: اس نے اپنی زندگی کیسے گزاری۔اس نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا۔اس نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔اور اس نے اپنا جسم کس کام میں کھپایا۔

اس حدیث سے یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگئی کہ انسان کو اللہ نے جو وقت اور موقع دیا ہے وہ اس کا خاص عطیہ اور نعمت ہے،اور اگر کوئی اس بیش قیمت نعمت کو لایعنی کاموں میں خرچ کررہا ہے تو وہ گویا اس نعمت کی ناشکری کررہا ہے اور قیامت کے دن اس کو اپنے کیے کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔

عمر کے بارے میں تو سوال کیا ہی جائے گا اور اس کے علاوہ کسی بھی انسان کی زندگی کے سب سے قیمتی لمحات جو اس کی جوانی اور شباب کے ہوتے ہیں اس کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا؛ کیوں کہ یہی وہ عمر ہوتی ہے جس میں انسان کے اندر کچھ کر گذرنے کا

(۱) سنن ترمذی:۴/۶۱۲ حدیث:۲۴۱۷......سنن دارمی:۲/۹۲ حدیث:۵۴۶......مسند ابویعلی موصلی:۲/۴۴۶ حدیث:۹۰۷......مسند بزار:۴/۲۶۶ حدیث:۱۴۳۵......شعب الایمان:۲/۲۸۴ حدیث:۱۷۸۵......معجم کبیر طبرانی:۹/۳۱۲ حدیث:۱۱۰۱۴......جمع الجوامع:۱/۱۸۰۵۴ حدیث:۴۷۶......ریاض الصالحین:۱/۲۵۹۔

حوصلہ ہوتا ہے اور وہ اپنے خوابوں اور مقاصد کو عملی جامہ پہناتا ہے؛ لہٰذا جوانی کے بیش قیمت لمحات کے بارے میں زیادہ محتاط رہنا چاہیے کہ اس کے اَوقات فضول اور لایعنی کاموں میں تو نہیں صرف ہو رہے ہیں!۔

ایک حدیث قدسی سے بھی وقت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ ابن آدم مجھ کو برا بھلا کہہ کے اذیت پہنچاتا ہے۔ (عرض کیا گیا کہ باری تعالیٰ تجھے کوئی کیسے برا بھلا کہہ سکتا ہے تو اِرشاد ہوا) ابن آدم زمانے کو برا بھلا کہتا ہے؛ حالانکہ زمانہ میں خود ہوں۔(۱)

کہا جاتا ہے کہ اس حدیثِ قدسی کو جب علامہ اِقبال نے فرانس کے مشہور فلسفی برگساں کو سنایا جس نے زمانہ کی حقیقت و ماہیت پر تحقیق کی ہے تو وہ اس حدیث کو سن کر اپنی جگہ سے مارے خوشی کے اچھل پڑا۔

وقت کی قدر و قیمت اَسلاف کی نظر میں

زمانہ کی سرعتِ رفتار کا اکثر چرچا ہوتا رہتا ہے کہ زمانہ کتنا جلدی چلا گیا اور وقت کتنا مختصر ہو گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ زمانہ دودھاری تلوار کی مانند ہے، وہ غفلت وِاعراض کی چادر لپیٹ کر سونے والوں کے جاگنے کا اِنتظار نہیں کرتا بلکہ انھیں کاٹتا ہوا آگے گزر جاتا ہے؛ لہٰذا اِنسان جب بھی سانس لیتا ہے تو سمجھو کہ وہ عمر کی متاعِ عزیز خرچ کرتا ہے۔ اس کی زندگی میں جو سورج ڈوب گیا اَب پلٹ کر واپس نہیں آنے والا؛ لہٰذا جس نے اس میں کچھ کما لیا کما لیا اور جس نے اسے گنوا دیا گنوا دیا، اور کل عرصہ محشر میں یہی گزرا ہوا دن اِنسان پر آپ گواہ بن کر آئے گا۔

(۱) صحیح بخاری؛ ۲۰/۳۷۰حدیث: ۶۱۸۱ ...... صحیح مسلم: ۱۵/۸۰حدیث: ۵۹۹۹......سنن داوٗد: ۱۵/۲۰۳ حدیث:۵۲۷۶......صحیح ابن حبان:۲۲/۱۳حدیث:۵۷۱۴......مسند احمد:۲/۲۷۸حدیث:۷۲۴۴۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے :

إن هـذا الليل و النهار خزانتان، فانظروا ما تضعون فيهما، و كان يقول : اعملوا للّيل لما خلق له ، و اعملوا للنـهار لما خـلق لـه .(۱)

یعنی لوگو! دن اور رات دو خزانے ہیں؛ لہٰذا دیکھتے رہو کہ تم ان خزانوں میں کیا ڈال رہے ہو، (کیوں کہ یہ خزانے سرِ محشر پھر تمہارے روبرو کھولے جائیں گے) آپ نے مزید فرمایا: لہٰذا رات کے جو کام ہوتے ہیں وہ رات میں اور دن کے جو کام ہیں انھیں دن میں سرانجام دیا کرو، (اور وقت کی قدر دانی کرنا سیکھو)۔

اب آئیں ذرا دو چند صحابۂ عظام اور اَسلافِ کرام کی زندگیوں میں بھی جھانک کر دیکھتے چلیں کہ اُن کے معمولات کیا تھے، وہ اپنے اَوقات کو کس طرح بروئے کار لاتے تھے اور اپنے وقتوں کا کتنا محتاطانہ اِستعمال کرتے تھے؛ کیوں کہ وقت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور ایک عظیم اَمانت ہے۔ کسی کے مقام و مرتبے کو پہچاننے کے لیے ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ اِس اَمانت کو کس طرح برت رہا ہے، اور اس کی زندگی کے اَوقات کن معمولات سے آباد ہیں۔ ایسی شخصیتوں کے اَوراقِ زندگی میں ان لوگوں کے لیے بطورِ خاص سامانِ عبرت موجود ہے جو وقت کے بے جا اِستعمال بلکہ اس کے اِستحصال میں بڑی سخاوت سے کام لیتے ہیں، اور بے دریغ وقت کو تہِ تیغ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفۂ اوّل حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ) نے فرمایا: لوگو! تمہارا کاروانِ زندگی دن بدن موت کی طرف رواں دواں ہے اور موت کا علم تم سے مخفی رکھا گیا ہے؛ لہٰذا اگر اچھے اعمال کرتے ہوئے موت کی آغوش میں پناہ گزیں ہو سکتے ہو تو ایسا ہی کرو؛ مگر

(۱) الزہد الکبیر بیہقی: ۲/۲۹۴ حدیث: ۷۸۹...... تاریخ دمشق: ۴۷/۴۳۵۔

بتوفیقِ الٰہی ہی ایسا ممکن ہوسکتا ہے۔ سولوگو! ابھی تمھیں جو مہلت ملی ہوئی ہے اُسے کارآمد بنالو اور خود کو اچھے اَعمال سے مزین کرلو؛ ورنہ مہلت کے یہ دن بہت جلد تم سے رخصت ہونے والے ہیں، پھر دیکھنا کہ تمہارے برے کرتوت تمہارا کیا حال کرتے ہیں!۔

وہ مارا گیا جس کا وقت غفلتوں کی نذر ہوگیا اور کامیاب وہی ہے جس نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا؛ لہٰذا جلدی کرو کیوں کہ تمہارے پیچھے ایک آنے والا آئے گا اور بڑی چابک دستی سے اپنا کام کرجائے گا۔(۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے :

اللّٰهم لا تدعنا في غمرةٍ و لا تأخذنا على غرةٍ و لا تجعلنا من الغافلين .

یعنی اے اللہ! ہمیں شدت میں نہ چھوڑنا، اور ہمیں غفلت کی حالت میں نہ پکڑنا اور ہم کو غافل و بے پرواہ لوگوں میں سے نہ کرنا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

اس اُمت کے جلیل القدر فقیہ، قاضی عہد رسالت، مفتی یمن، اور حلال وحرام کے بارے میں ماہرانہ شان رکھنے والے عالم ربانی حضرت معاذ بن جبل -رضی اللہ عنہ- (م ۱۸ھ) عین جوانی کے عالم میں اِنتقال فرماگئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر کوئی ۳۳ سال تھی!۔ اور فضل وکمال کا عالم یہ تھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

أعلم هٰذه الأمة بالحلال و الحرام معاذ بن جبل .

یعنی اس اُمت میں حرام وحلال کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا شخص معاذ بن جبل ہے۔

---

(۱) تاریخ الخلفاء سیوطی: ۱/۴۰......فتاویٰ الازہر: ۳۳۱/۱۰۔

ساتھ ہی ایک ایمان افروز واقعہ بھی دیکھتے چلیں۔ حضرت ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوخیز جوان موجود ہے، اس کے دانت موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں، لوگ اس کے گرد ایسے ہی حلقہ بنائے بیٹھے ہیں جیسے چاند کے گرد ستارے اپنی کہکشائیں سجائے ہوئے ہوتے ہیں۔

اگر کسی معاملے میں اِختلاف ہوتا ہے تو لوگ سیدھا اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے اور اس کے قول و رائے کو آخری فیصلہ تصور کرتے ہیں۔ عنفوانِ شباب کی اس بے پایاں قابلیت پر مجھے بہت رشک آیا اور میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ صحابیِ رسول معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب کل ہوئی تو میں نے چاہا کہ آج کچھ پہلے مسجد چلتے ہیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ جوان مجھ سے پہلے مسجد پہنچ آیا ہے اور نماز پڑھنے میں مشغول ہے۔

میں نے نماز ختم ہو جانے کا اِنتظار کیا اور پھر اس کے سامنے سے اس کے قریب آیا۔ سلام کرنے کے بعد میں نے کہا: قسم بخدا! مجھے تم سے اللہ واسطے کی محبت ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا: آللہ (یعنی کیا واقعۃً محض اللہ کے لیے مجھ سے محبت ہے؟)

میں نے کہا: آللہ (ہاں! محض اللہ واسطے!)۔

پھر اس نے کہا: آللہ (یعنی کیا واقعۃً محض اللہ کے لیے مجھ سے محبت ہے؟)

میں نے کہا: آللہ (ہاں! محض اللہ واسطے!)۔

اس نے پھر کہا: آللہ (یعنی کیا واقعۃً محض اللہ کے لیے مجھ سے محبت ہے؟)

میں نے کہا: آللہ (ہاں! محض اللہ واسطے!)۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر اس کا چہرہ کھل اُٹھا اور فرطِ محبت میں اس نے میری چادر کا کونہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا: مبارک ہو، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ جل مجدہ فرماتا ہے :

وجبت محبتي للمتحابين في، و المتجالسين في، و المتزاورين في، والمتباذلين في .(۱)

یعنی میں ان لوگوں کے ساتھ کچھ خاص محبت کا معاملہ کرتا ہوں جو محض میرے لیے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، صرف میرے واسطے ایک جگہ آ بیٹھتے ہیں، صرف میری خاطر ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں، اور صرف میری رضا پانے کے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت کو کتنی سلیقہ مندی اور مکمل اِحتیاط کے ساتھ اِستعمال کیا ہوگا کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں وہ، وہ کچھ بن گئے جس کے لیے عموماً برسہا برس درکار ہوتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

وقت کی قدر و قیمت کے تعلق سے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م۲۴ھ) کا فرمانِ عظمت نشان نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ، فتح اسکندریہ کی خبر دینے کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ شہر مدینہ میں اس وقت داخل ہوئے جب کہ قیلولہ یعنی دوپہر میں آرام کرنے کا وقت تھا، یہ سوچ کر کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما رہے ہوں گے آپ نے خلل انداز ہونا مناسب نہیں سمجھا۔

(۱) ریاض الصالحین نووی: ۱/۴۷/۴ حدیث: ۳۸۲...... طبقات ابن سعد: ۳/۵۸۷...... تاریخ مدینۃ دمشق: ۷/۲۵۸۔

پھر آپ کو پتا چلا کہ حضرت عمر فاروق قیلولہ نہیں فرماتے۔ آپ نے حضرت معاویہ سے کیا خوب فرمایا کہ اے معاویہ! اگر میں دن کو سوتا ہوں تو رعیت کا حق کھوتا ہوں اور اگر رات کو سوتا ہوں تو اپنے آپ کو کھوتا ہوں، سؤاے معاویہ! ذرا بتاؤ کہ جسے اِن دو حقوق کی پڑی ہو اسے بھلا نیند کیا آئے گی!۔(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۲ھ) فرماتے ہیں :

ما ندمت على شيء ندمي على يوم غربت شمسه نقص فيه أجلي و لم يزد فيه عملي .(۲)

یعنی مجھے اس دن سے زیادہ ندامت وافسوس کسی اور چیز پر نہیں ہوتا کہ جس دن کا سورج اس حال میں غروب ہو جائے کہ میری اجل تو گھٹ جائے؛ مگر میرے عمل میں کوئی اِضافہ نہ ہو سکے!۔

ایک اور مقام پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے :

إني لأمقت الرجل أن أراه فارغا، ليس في شيي من عمل الدنيا و لا عمل الآخرة . (۳)

یعنی بے شک مجھے اس فارغ اور بیکار شخص سے نفرت ہے جسے کسی دنیاوی اور اُخروی عمل کی پرواہ نہیں۔

(۱) فتاویٰ الازہر:۱۰/۳۳۱۔
(۲) موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ:۴/۱۹۱......مجلۃ البیان:۲۲/۶۴......موسوعۃ الخطب والدروس:۲/۱۹۶۔
(۳) مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۱۰۸ حدیث:۳۴۵۶۲......حلیۃ الاولیاء ۱/۶۷......صفۃ الصفوۃ:۱/۴۱۴۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

یہ دیکھیں حضرت اُسامہ بن زید -رضی اللہ عنہ- (م ۵۴ ھ) ہیں جو ابھی عمر کی دوسری دہائی میں ہیں، کوئی بیس سال کی معمولی سی عمر ہے؛ مگر عالم یہ ہے کہ جنگ موتہ کی قیادت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ آپ کے لشکریوں میں شامل ہیں، اور ادھر زبانِ رسالت اُن کے قائدانہ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کی سند فراہم کر رہی ہے :

و إنه لخليق بالإمارة (أي يقدر عليها) (۱)

یعنی اسامہ اِمارت وقیادت کا پورے طور پر مستحق ہے اور اس کے اندر قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں، (اور آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

اور یہ ہیں عبداللہ بن عباس -رضی اللہ عنہما- (م ۶۸ ھ)۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی نوازشات اور دعاؤں کے سبب تمام علوم میں بالعموم اور علم تفسیر میں بالخصوص مطلع علم وحکمت پر ماہِ تمام بن کر اُبھرے، اور حبر الامۃ اور ترجمانُ القرآن کے معتبر نام سے یاد کیے جانے لگے۔

کوئی دس سال کی عمر ہے؛ مگر ہر وقت علم دین سیکھنے سکھانے اور اسے رنگ عمل دینے

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۲۴۹/۹ حدیث: ۱۵۵۴۲...... فتح الباری ابن رجب: ۲۷۳/۳...... الحاوی الکبیر ماوردی: ۱۹۱/۱۴...... الروض الانف: ۳۸۴/۴...... سبل الھدیٰ والرشاد: ۲۴۱/۱۲...... سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی: ۳۷۲/۱...... الطبقات الکبریٰ ابن سعد: ۲۴۹/۲...... تہذیب الکمال مزی: ۳۴۳/۲...... الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ۴۷۷/۱...... البدایۃ والنہایۃ: ۱۹۲/۷۔

کی فکر میں مست و مگن ہیں؛ اور پھر عالم یہ ہوگیا کہ چھوٹے بڑے مسائل میں اکابر صحابہ ان کے پاس رجوع کرنے لگے اور جس مسئلہ پر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی رائے قائم کر دیتے، کسی کو اس پر انگشت نمائی کا یارا نہ ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود ہی اپنے بچپن کا ایک واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے اپنے ساتھ لے کر بدر کے شیوخ صحابہ کی مجلسوں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ان میں سے کسی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس نوجوان کو لے کر آپ ہمارے پاس کیوں آتے ہیں، یہ کوئی بچوں کی محفل تو ہے نہیں، ہمارے پاس بھی اس کی مانند نوجوان بچے ہیں مگر ہم ایسی محفلوں میں انھیں لانا پسند نہیں کرتے!۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دراصل یہ نوجوان ان لوگوں میں سے ہے جنھیں تعلیم و تربیت کے خاص زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فاروقِ اعظم نے ایک مرتبہ ان بدری شیوخ کے ساتھ مجھے بھی اپنی بارگاہ میں بلایا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ اس دن مجھے خاص اسی لیے بلایا تھا تاکہ میرا علمی مقام و تفوق ان پر ظاہر کریں۔ اب وہ اُن سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں، آپ لوگوں کی اس آیت کے بارے میں کیا رائے ہے :

إِذَا جَـاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَأَيتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجاً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّاباً o

جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں (کہ) وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔ تو آپ (تشکراً) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور (تواضعاً) اس سے استغفار کریں، بیشک وہ بڑا ہی توبہ

قبول فرمانے والا (اور مزید رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا) ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا: اس آیت پاک کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیوں کہ اللہ کی مدد آ چکی ہے اور اس کی فتح ہم نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ ہم اس تعلق سے کچھ بھی نہیں جانتے۔

جب کہ کچھ حضرات ایسے تھے جنھوں نے خاموش رہنے ہی میں بھلائی جانی۔

اب حضرت عمر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اس سلسلہ میں وہی رائے رکھتے ہو جو کہ اِن لوگوں نے بیان کیا ہے؟۔

میں نے کہا: نہیں، میں ان سے اختلافِ رائے رکھتا ہوں۔

فرمایا: پھر تم اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟۔

میں نے کہا: یہ سورۃ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر ملال کی خبر ہے جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں (اِشارے کنایے میں) آگاہ فرمادیا۔ یہاں پہلی آیت میں ''والفتح'' سے مراد فتح مکہ ہے۔ یعنی (اے حبیب!) جب مکہ فتح ہو جائے تو سمجھ لینا کہ تمہاری اَجل بالکل قریب آ چکی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے موقف کی تائید کرتے ہوئے فرمایا: (اے ابن عباس!) اس آیت کی بابت میری رائے بھی بالکل وہی ہے جو تمہاری ہے۔(۱)

(۱) صحیح بخاری: ۱۵۶۳/۴ حدیث: ۴۰۴۳...... سنن ترمذی: ۴۵۰/۵ حدیث: ۳۳۶۲...... تفسیر بغوی: ۸/ ۵۷۶...... درمنثور: ۳۷۵/۱۰...... تفسیر خازن: ۳۲۸/۶...... تفسیر اللباب ابن عادل: ۱۷۷/۱۵...... تفسیر قرطبی: ۳۰۰/۱۷...... تاریخ مدینۃ دمشق: ۲۸۶...... البدایہ والنہایہ: ۲۳۴/۵۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر فرمایا کرتے تھے :

ذاکم فتی الکھول ان له لسانا سئولا و قلبا عقولا .(۱)

یعنی تم میں یہ نوجوان (اپنی بصیرت و دانائی میں) بوڑھوں کی مثل ہے۔اس کی زبان سوال کرنے والی ہے،اور دل انتہائی دانا اور عقل مند ہے۔

قاضی شریح بن حارث علیہ الرحمہ

قاضی شریح بن حارث کندی (م ۷۸ھ) عید کے دن کچھ نوجوانوں کے پاس سے گزرے جو بے تحاشا کھیل کود میں مگن تھے اور ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرکے بیکار وقت ضائع کر رہے تھے۔آپ نے تعجب سے پوچھا:تم لوگ کب سے کھیل رہے ہو؟اور سارا وقت اُچھل کود میں کیوں گنوا رہے ہو؟؟۔

بولے! آج عید کا دن ہے،فارغ تھے کوئی کام نہ تھا تو چاہا کہ کچھ کھیل کود ہی کرلیں،خالی وقت کسی نہ کسی طور تو گزارنا ہی ہے!۔

ان کا یہ جواب سن کر آپ نے افسوس فرمایا اور بڑی پیاری بات کہی کہ کیا فارغ وقت ایسے ہی گزارا جاتا ہے۔اسلام نے خالی وقت گزارنے کا جو تصور دیا ہے وہ تو کچھ اور ہے،اور پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی :

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ إِلٰى رَبِّکَ فَارْغَبْ o (سورۂ انشراح:۹۴)

(۱) الاتقان فی علوم القرآن:۴۵۲/۱......التفسیر والمفسرون ذہبی:۱۴/۲......مصنف عبد الرزاق:۳۷۶/۴ حدیث:۸۱۲۳......مجمع الزوائد:۲۳۶/۹......معرفۃ الصحابۃ:۱۳۶/۱۲ حدیث:۳۷۸۹......شرح السنۃ بغوی:۱۳۵/۷......حلیۃ الاولیاء:۳۱۸/۱ ...... جامع معمر بن راشد:۲۲۱/۳ حدیث:۱۰۴۲......فضائل الصحابہ ابن حنبل:۳۸/۴ حدیث:۱۵۰۸......انساب الاشراف:۴۶۰/۱۔

پس جب آپ فارغ ہوں تو (ذکر وعبادت میں) محنت فرمایا کریں۔ اور
اپنے رب کی طرف راغب ہوجایا کریں۔(۱)

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (م ۱۰۱ھ) نے فرمایا :

إن الليل و النهار يعملان فيک فاعمل فيهما .(۲)

یعنی دن اور رات تم میں اپنا کام کرتے ہیں تو تم بھی ان میں اپنا کام کرو۔

آپ سے کسی نے ایک مرتبہ کہا کہ ''یہ کام کل تک موخر کردیجیے'' آپ نے فرمایا: میں ایک دن کا کام بمشکل کرتا ہوں؛ پھر اگر آج کا کام کل پر چھوڑ دوں تو دو دن کا کام ایک دن میں کیسے کرسکوں گا!۔

چوں کہ انھوں نے شب وروز کی قدر کی اور وقت کے تئیں محتاط رہے تو اللہ تعالیٰ نے صلے میں انھیں کیسا ہونہار اور خداترس بیٹا عطا کیا!۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی قوت وشوکت اور حق پر ثبات قدمی کا ایک سبب ان کا اپنا خدا رسیدہ بیٹا عبداللہ بھی تھا جس نے -خلعتِ خلافت قبول کرتے وقت- اپنے باپ کو متوجہ کرکے کہا تھا :

بابا جان! آج کا دن ایسا دن ہے جس کی بابت عرصہ محشر میں آپ سے بطورِ خاص سوال کیا جائے گا اور پھر آپ کے ساتھ آپ کے اہل وعیال بھی اس کے جواب دہ ہوں گے؛ لہٰذا آپ بہر حال جادۂ حق پر گامزن رہیں۔ اگر ہمیں کھولتی

(۱) حلیۃ الاولیاء: ۱۳۴/۴...... الزہد لابن حنبل: ۲۳۴/۳...... الفتاویٰ الکبریٰ: ۳۷۶/۲...... صفۃ الصفوۃ: ۴۰/۳......اخبار القضاۃ: ۲۱۳/۲......البدایۃ والنہایۃ: ۳۰/۹۔

(۲) موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ: ۱۹۱/۴...... مکارم الاخلاق: ۲۹/۱ ...... ربیع الابرار: ۵/۱...... محاضرات الادباء: ۸۴۳/۱......الاعجاز والایجاز: ۱۳/۱۔

ہوئی کڑھائیوں میں ڈال دیا جائے پھر بھی پدر بزرگوار! میری آپ سے یہی گزارش ہے کہ آپ حق کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

یہ سن کر عمر بن عبد العزیز کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا: پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے میری نسل سے ایک ایسا وجود پیدا فرمایا جو مجھے پند و نصیحت کرنے والا، اور حق کے معاملے میں تیرا خوف رکھنے والا ہے۔

جس وقت اس نوجوان نے یہ تاریخی جملے اپنے باپ کے سامنے پیش کیے اس وقت اس کی عمر صرف ۱۷ر سال تھی۔

پھر بنو اُمیہ پر ظلم و ستم ڈھا کر جو مال و اَسباب اکٹھا کیے گئے تھے اس کی بابت بعض مفتیانِ کرام نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ یہ دراصل ان کی بداعمالیوں کا خمیازہ ہے اس لیے یہ انھیں واپس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؛ لیکن حضرت عمر کا تقویٰ اس بات کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھا، اور انھوں نے باصرار کہا کہ یہ سارے مال ان کے وارثین کو لوٹا دیے جانے چاہئیں؛ وقت چوں کہ قیلولہ کرنے کا تھا تو آپ نے فرمایا کہ میں یہ سارا مال' عصر کے بعد ان کے حوالے کردوں گا۔

عبداللہ بن عمر بن عبد العزیز نے جب یہ بات سنی تو آ کر کہنے لگے :

بابا جان! آپ کا فیصلہ بالکل حق ہے؛ مگر یہ بتائیں کہ کیا آپ عصر تک زندہ رہنے کی ضمانت دے سکتے ہیں!۔

یہ راست گو نوجوان عین جوانی کے عالم میں انتقال کر گیا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر صرف ۱۹ر سال تھی؛ مگر اس نے اپنے باپ کے قدم کو مضبوط کر دیا تھا اور دین کے معاملے میں اتنا متصلّب اور پختہ کر دیا تھا کہ حق کی پاسداری کے سلسلہ میں وہ کسی ملامت گو کی ہجو کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب کے بعد ہر روز' دن لوگوں سے مخاطب ہوکر کہتا ہے: اے ابن آدم! میں تازہ تخلیق ہوں، تمہارے کاموں پر گواہ ہوں؛ لہٰذا اُس لمبے سفر کے لیے اگر مجھے زادِ راہ بنانا ہو تو بنالو کیوں کہ میں گزر جانے کے بعد پھر قیام قیامت تک لوٹ کر نہیں آنے والا۔(۱)

آگے فرمایا: اے ابن آدم! تو بذاتِ خود اَیام (دِن) ہے۔ جب دنوں میں سے کوئی دن گزرتا ہے تو یہ سمجھ کہ تیرا کچھ حصہ گزر گیا، اور اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے سارا کا سارا گزر جائے گا اور تجھے اِحساس تک نہ ہوگا؛ لہٰذا جتنا کچھ کرسکتا ہے آج ہی کر لے کیوں کہ آج کا دن عمل کا دن ہے حساب کا نہیں جب کہ کل کا دن حساب کا دن ہوگا عمل کا نہیں!۔

مزید فرمایا: مجھے اپنی زندگی میں ایسے بہت سے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے جن کی نگاہوں میں وقت کی قدر و قیمت درہم و دینار سے کہیں زیادہ تھی۔ اور جو درہم و دینار سے بڑھ کر اپنے اوقات کے محافظ تھے۔(۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: لوگو! جلدی کرو، جلدی کرو، تمہاری زندگی کیا ہے؟ یہی سانس تو ہیں کہ اگر رک جائیں تو تمہارے ان اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہوجائے جن سے تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہو۔

خدا اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنا جائزہ لیا اور اپنے گناہوں پر اشک ریزی کی۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے سورۂ مریم کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

(۱) شرح السنۃ: ۱۴/۲۲۵......قیمۃ الزمن: ۱/۳۱۰۔
(۲) الزہد والرقائق ابن مبارک: ۱/۱۱رقم: ۹......الوقت واہمیتہ فی حیاۃ المسلم: ۱/۳۹......موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ: ۴/۱۹۱۔

إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا o (سورۂ مریم:۸۴)

اور ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہاں اس آیت میں 'گنتی' سے مراد یہی سانسوں کی گنتی ہے۔(۱)

لہٰذا ہمیں بھی اپنی زندگی کی قدر کرتے ہوئے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری ہر آنے والی ساعت' گزری ہوئی ساعت سے بہتر ہو۔اس طرح ساعتوں کی بہتری سے منٹ بہتر ہوں گے اور منٹوں کے بہتر ہونے سے گھنٹے بہتر ہوں گے اور گھنٹوں کے بہتر ہونے سے دن بہتر ہوں گے اور دنوں کے بہتر ہونے سے ہفتے بہتر ہوں گے اور ہفتوں کے بہتر ہونے سے مہینے بہتر ہوں گے اور مہینوں کے بہتر ہونے سے سال بہتر ہوں گے۔اور یوں ہماری زندگی کی ہر گھڑی خیر وفلاح سے عبارت ہو جائے گی – ان شاء اللہ –

حضرت داؤد طائی علیہ الرحمہ

یوں ہی حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۶ھ) کے حوالے سے آتا ہے کہ آپ روٹی کے ٹکڑوں کو پیس کر پی جاتے اور فرماتے کہ جتنے وقت میں انسان روٹی چبا کر کھائے گا اتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھ لے گا۔(۲)

خلیل بن احمد نحوی علیہ الرحمہ

علامہ خلیل بن احمد فراہیدی (م ۱۷۰ھ) نحو ولغت کے امام اور علم عروض کے موجد ہیں۔ایک مرتبہ عبداللہ بن المقفّع ان کے پاس آئے۔دونوں پوری رات علمی گفتگو کرتے

(۱) احیاء علوم الدین:۴/۴۶۰۔

(۲) صید الخاطر:۱/۱۶۲۔

رہے۔ صبح لوگوں نے خلیل سے عبداللہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ ہے۔ پھر عبداللہ سے خلیل کے بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے: ان کی عقل ان کے علم سے زیادہ ہے۔(۱)

علمی صفات کے ساتھ زہد وتقویٰ اور قناعت وبے نیازی میں بھی وہ طاق تھے۔ دنیا کی بے ثباتی ان پر آشکار تھی جس کے متعلق انھوں نے بہت سے یادگار اشعار بھی کہے ہیں۔ تو جب آنے والے فنا کے قرب کا اِحساس آدمی کو ہونے لگے تو پھر وہ زندگی کی ایک ایک سانس کی قیمت حاصل کرنے کی فکر میں جٹا ہوتا ہے۔ خلیل بن احمد کو اللہ تعالیٰ نے یہ اِحساس عطا فرمایا تھا؛ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے :

أثقل ساعاتي علي ساعة آكل فيها .(۲)

یعنی وہ ساعتیں مجھ پر بڑی گراں گزرتی ہیں جن میں میں کھانا کھارہا ہوتا ہوں۔

آخری عمر میں اِرادہ کیا کہ حساب کی کوئی ایسی آسان نوع تخلیق کی جائے جسے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ چنانچہ اپنے معمول کے مطابق جب اس نوع کی تخلیق کی فکر میں جٹے تو اس کی دھن میں ایسے مگن ہوئے کہ دنیا ومافیہا کی کچھ خبر نہ رہی، انہماک کے اسی عالم میں مسجد گئے، ستونِ مسجد سے جاٹکرائے، گرے اور انتقال فرما گئے۔(۳)

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید حضرت قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ (م۱۸۲ھ) کے بارے میں قاضی ابراہیم بن جراح علیہ الرحمہ نے ایک ایسا واقعہ بیان کیا

(۱) وفیات الاعیان:۲/۲۴۶۔
(۲) التذکرۃ الحمدونیۃ:۳/۹۵......محاضرات الادباء:۱/۲۸۸......ربیع الابرار:۱/۲۴۹......الاوائل عسکری:۱/۱۱۸......قیمۃ الزمن:۲۸......موسوعۃ الخطب والدروس:۱۔
(۳) وفیات الاعیان:۲/۲۴۹......الاعلام زرکلی:۲/۳۱۴بحوالہ: کاروانِ علم اور متاعِ وقت۔

ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر ہر لمحہ کو خیر و بھلائی سے عبارت کرنے کی انھیں کتنی فکر تھی !۔

قاضی ابراہیم کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف بیمار ہوئے تو میں اُن کی خدمت میں عیادت کے لیے حاضر ہوا، اس وقت ان پر بے ہوشی کا عالم طاری تھا، کچھ افاقہ ہونے پر مجھ سے فرمایا: ابراہیم ! اِس مسئلہ میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے حیرت وتعجب سے کہا کہ کیا ایسی حالت میں بھی آپ کو مسئلہ مسائل کی فکر ہے؟۔

فرمایا: اس میں حرج ہی کیا ہے؟ ممکن ہے یہ درس ومباحثہ ہماری نجات کا سبب بن جائے !۔

پھر امام ابو یوسف نے فرمایا: ابراہیم ! رمیِ جمار میں کون سا طریقہ افضل ہے؟ چلتے ہوئے کی جائے یا سوار ہو کر؟۔ میں نے کہا: سوار ہو کر۔ فرمایا: تم نے غلطی کی۔

میں نے کہا: پھر چلتے ہوئے۔ فرمایا: پھر ٹھوکر کھائی۔

میں نے عرض کیا: اللہ آپ کو خوش رکھے، پھر آپ ہی اس سلسلے میں تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

آپ نے فرمایا: وہ شخص جو جمرہ کے پاس دعا کے لیے کھڑا تھا تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ چلتے ہوئے رمی کرے۔ اور جو وہاں کھڑا نہیں تھا اس کے لیے سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے۔

قاضی ابراہیم کہتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے اُٹھا اور ابھی ان کے گھر کے دروازہ پر ہی پہنچا تھا کہ ان کی آخری آواز سنی اور وہ مالک حقیقی سے جا ملے۔(۱)

(۱) الجواہر المضیئۃ: ۱/۶۷......لاتحزن: ۱/۳۸۲......موسوعۃ الخطب والدروس: ۱۔

قاضی ابو یوسف کی زندگی میں دل کی دباغت کا واقعہ بڑا مشہور ہے، اور اس سے وقت کی اہمیت پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے میں گھر والے میرے کھانے کا یہ اِنتظام کرتے کہ چند روٹیاں دہی کے ساتھ ٹھونگ لی جاتی تھیں، وہی کھا کر سویرے درس کے حلقوں میں حاضر ہو جاتا؛ لیکن جو اس اِنتظار میں رہتے کہ اُن کے لیے ہریسہ یا عصیدہ تیار ہو تب اس کا ناشتہ کر کے جائیں گے، ظاہر ہے ان کے وقت کا کافی حصہ اس اِنتظار میں صرف ہو جاتا؛ اس لیے جو چیزیں مجھے معلوم ہوئیں ان سے یہ ہریسہ اور عصیدہ والے حضرات محروم رہ گئے۔(۱)

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ

مشہور عابد حضرت حسن بن علی کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۸۷ھ) نے ایک شخص سے پوچھا: تم زندگی کی کتنی بہاریں دیکھ چکے ہو؟ کہا: ساٹھ سال۔

فرمایا: گویا ساٹھ سال سے بارگاہِ رب العزت تک پہنچنے کا عمل جاری ہے، پھر تو تمہاری منزل کافی قریب آ گئی ہوگی؟۔

کہا: اے اَبوعلی! **انا للّٰہ و اِنا الیہ راجعون .**

حضرت فضیل نے فرمایا: جو کلمہ اِسترجاع تم زبان سے اَدا کر رہے ہو اس کا معنی و مفہوم بھی کچھ سمجھا ہے؟۔ کہا: نہیں، نوازش فرما کر اس کی تفسیر کر دیں۔

آپ نے فرمایا: جب تم نے کہا: ’’اِنا للہ‘‘ تو اس کا مطلب ہے: ’’انا للہ عبدٌ‘‘۔ یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں۔ ’’وانا الی اللہ راجع‘‘ اور میں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والا ہوں۔ تو جسے اتنا پتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور آخر کار اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے تو اسے

(۱) تدوین حدیث:۱۵۴۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی پیشی بھی ہونی ہے، پھر جسے حضور اِلٰہ میں کھڑے ہونے کی خبر ہو جائے تو اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے باز پرس ہوگی اور وہ اپنے کیے دھرے کا ذمہ دار ہوگا، اور جسے اپنے جواب دہ ہونے کا علم ہو جائے اسے چاہیے کہ پہلے ہی سے سوال کے جواب تیار رکھے۔

یہ صوفیانہ تفسیر سن کر وہ شخص بول پڑا: اب یہ بتائیں کہ نجات کی کیا سبیل ہے؟ آپ نے فرمایا: بڑی آسان تدبیر ہے۔ پوچھا وہ کیا؟۔

فرمایا: حسن عمل اختیار کرو اور اپنی بقیہ زندگی سنوار لو تمہاری اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کر دی جائیں گی؛ لیکن یاد رکھنا اگر تمہاری بقایا زندگی بھی غفلتوں اور برائیوں کی نذر ہوگئی تو تمہیں گزشتہ و آئندہ ہر ایک کی بابت جواب دہ ہونا ہوگا اور تم سے ہر ایک پر مواخذہ ہوگا۔(۱)

حضرت امام محمد شیبانی علیہ الرحمہ

امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمۃ والرضوان (م۱۸۹ھ) کے نام سے فقہ کا اَدنیٰ طالب علم بھی واقف ہے!، اصلاً انھیں کی کوششوں کے نتیجے میں فقہ حنفی مدوّن ہوئی ہے۔ علم ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مطالعہ ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ شوقِ علم میں رات رات سوتے نہ تھے، طشت میں پانی رکھا ہوتا نیند آتی تو پانی سے زائل کر لیتے۔ ایک موضوع سے اُکتا جاتے تو دوسرے موضوع کا تار چھیڑ دیتے تھے، اور اس طرح شب کا کارواں دبے پاؤں گزر جاتا۔

لوگوں نے اِس شب بیداری کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: میں کیسے سو رہوں جب کہ عام مسلمان ہم پر اِعتماد کر کے سو رہے ہیں کہ ہم ان کی رہنمائی کریں گے۔

(۱) حلیۃ الاولیاء:۳/۳۰۴۔

علم کے انہماک میں اپنے لباس تک کا ہوش نہ رہتا۔ گھر والے میلے کپڑے اُتروا تے تو اُتار دیتے؛ ورنہ ان کو اس کی فرصت ہی نہیں ہوتی تھی۔ علم ومطالعہ کی یکسوئی میں اِمکان بھر کوشش کرتے کہ کوئی خلل اَنداز نہ ہو۔

ان کے گھر ایک مرغ تھا جس کی بانگ کسی وقت کی پابند نہ تھی، کسی بھی وقت چلانے لگتا۔ امام محمد نے اسے ایک دن پکڑ کر یہ کہتے ہوئے ذبح کر دیا کہ یہ خواہ مخواہ میرے علم ومطالعہ میں مُخل بنا ہوا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے :

لذات الأفكار خير من لذات الابكار . (۱)

یعنی فکر ونظر کی لذتوں کے سامنے دوشیزاؤں کی لذتیں کچھ بھی نہیں !۔

امام محمد کی تصنیف کردہ کتابوں کی تعداد کوئی نوسوننانوے بتائی جاتی ہے۔(۲)

آپ نے جو مسائل' کتاب وسنت اور اجماع سے مستنبط فرمائے ان کی تعداد دس لاکھ ستر ہزار ایک سو بتائی گئی ہے۔(۳)

ایک مرتبہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے ہاں رات کو قیام پذیر ہوئے۔ امام شافعی تو رات بھر نفلیں پڑھتے رہے، اور آپ رات بھر لیٹے رہے۔ امام شافعی کو یہ بات بڑی عجیب سی معلوم ہوئی۔ نماز فجر میں وضو کے لیے پانی لایا گیا تو امام محمد نے اس پانی سے وضو کیے بغیر نماز پڑھی۔ امام شافعی کی حیرت اور فزوں ہوگئی۔

پوچھنے پر فرمایا کہ آپ نے تو ذاتی نفع کے پیش نظر رات بھر عبادت کی ؛ تاہم میں پوری رات اُمت کے لیے جاگتا رہا اور کتاب اللہ سے ایک ہزار سے کچھ اوپر مسائل نکالے۔

(۱) حدائق حنفیہ:۱۵۴۔
(۲) الجواہر المضیہ :۲/۱۔۷۔

(۳) حدائق حنفیہ:۲/۱۳۰۔

امام شافعی فرماتے ہیں یہ سن کر میں اپنی شب بیداری بھول گیا کہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا اتنا دشوار نہیں جتنا لیٹ کر جاگنا۔

دنیا کے اکثر خطوں میں رائج فقہ حنفی تصنیفی شکل میں اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے اور اتنے کچھ گراں مایہ کارنامے سرانجام دینے والے امام نے اس دنیاے فانی میں صرف ۵۸ سال قیام کیا تھا۔(۱)

حضرت ابن قاسم علیہ الرحمہ

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ (م ۱۹۱ھ) تعلیم وتربیت میں اِنہماک کے حوالے سے اپنی زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں علم اور وقت کی کیا اہمیت تھی اور اس کے لیے انھوں نے کیا کچھ برداشت نہیں کیا۔

فرماتے ہیں کہ چھوٹی سی عمر میں میری اپنی چچا کی بیٹی (کزن) سے شادی کردی گئی، ابھی کچھ ہی دن اس کے ساتھ گزرنے پائے تھے کہ پھر اچانک علم دین کا سودا میرے سر میں سما گیا۔ ہر چند میں نے چاہا کہ کچھ اور دن نئی نویلی دلہن کے ساتھ گزارلوں مگر علم کی تشنگی نے اس کی اِجازت نہ دی اور مجھے بہر قیمت طلب دین کے لیے نکل جانا پڑا۔

گھر سے نکلتے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ چوں کہ تحصیل علم کے لیے جارہا ہوں؛ اس لیے نہیں معلوم کتنا وقت لگ جائے سو تمھیں اختیار ہے چاہو تو میرے نکاح میں رہو چاہو تو طلاق لے لو؛ مگر اس نے میرے نکاح میں رہنے کو ترجیح دیا؛ چنانچہ میں گھر سے اس حال میں نکلا کہ وہ اُمید سے تھی۔ طلب چوں کہ صادق تھی اس لیے سفر کی مشکلات کو خاطر میں لائے بغیر میں تھوڑے ہی دن میں مرکز علم وایمان 'مدینہ منورہ' پہنچ گیا۔

(۱) حدائق حنفیہ:۲/۱۵۹......تاریخ بغداد:۲/۱۸۱......الاعلام زرکلی:۶/۸۰بحوالہ: کاروانِ علم اورمتاعِ وقت۔

ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے حلقۂ درس سے خود کو وابستہ کرلیا اور صبح وشام زیورِ علم وادب سے خود کو آراستہ کرتا رہا۔ یوں تو ہر وقت ہی ہم لکھنے پڑھنے میں جٹے رہتے تھے لیکن سپیدۂ سحر نمودار ہونے کے وقت میں حضرت امام مالک سے بطورِ خاص دو چند مسائل یا تین چار حدیثیں سماعت کرلیا کرتا تھا جب وہ مسجد نبوی کے لیے سرِ صبح گھر سے نکل رہے ہوتے؛ کیوں کہ اس وقت مجھے کافی انشراحِ صدر ہوتا اور ذہن وفکر کو اس وقت سیکھنے کے لیے زیادہ آمادہ پاتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ میں اپنے معمول کے مطابق سرِ صبح آیا، اور ان کے دروازے سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہی تھا کہ میری آنکھوں میں نیند اُتر آئی اور میں وہیں سو گیا۔ اسی دوران حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد کے لیے نکل بھی گئے اور مجھے اس کا شعور تک نہ ہوسکا۔

کہتے ہیں کہ تھوڑی ہی دیر میں گھر سے ان کی ایک کالی سی کنیز نکلی اور مجھے دروازے پر سویا دیکھ کر اپنے پیر سے ٹھوکا دیتے ہوئے کہنے لگی کہ تمہارے آقا (امام مالک) دیر ہوئی مسجد کو جاچکے ہیں، وہ تمہاری طرح غافل اور لاپرواہ نہیں ہیں بلکہ انھیں وقت کا کافی خیال ہوتا ہے اور وہ اپنے معمولات کے بہت ہی پابند ہیں۔ آج کوئی اُنچاس (۴۹) برس ہوگئے ہیں اس دوران ان کا معمول رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز' عشا کے وضو سے اَدا فرماتے آرہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور میں نے اپنے آپ کو امام مالک کے دِرجود سے ایسا مربوط کرلیا کہ کوئی سترہ (۱۷) سال تک مسلسل پوری تن دہی، وقت کی پابندی اور ذمہ داری کے ساتھ علم واَدب کی تحصیل میں لگا رہا۔ اس دوران سوائے علم وفضل حاصل کرنے کے میں نے نہ کوئی تجارت کی اور نہ ہی کسی اور کام میں خود

کو مشغول رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن معمول کے مطابق میں ان کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حجاجِ مصر کا ایک قافلہ نمودار ہوا؛ جس میں ایک چھریرا خوبصورت نو جوان بھی شامل تھا، ہمارے پاس آ کر اس نے بڑی نیاز مندی سے سلام عرض کیا اور پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں ابن القاسم نامی کوئی بزرگ ہیں؟۔

لوگوں نے میری طرف اِشارہ کرتے ہوے کہا کہ یہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ سن کر وہ جوان میرے پاس آیا اور میری آنکھیں اور میرے ہاتھ چومنے لگا جس سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جس نے میری مشام جاں کو معطر کر رکھا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ میرا اَپنا بیٹا ہے جسے میں گھر سے نکلتے وقت اس کی ماں کے شکم میں اَمانتا چھوڑ آیا تھا، اور اب وہ جوانِ رعنا ہو چکا تھا۔

اس واقعے سے کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ علم و وقت کے تئیں کتنے حساس اور وفادار لوگ تھے، اور اس کے لیے انھوں نے کتنی بڑی بڑی قربانیاں کس خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر لی تھیں!۔(۱)

حضرت وکیع ابن الجراح علیہ الرحمہ

حضرت وکیع ابن الجراح علیہ الرحمہ (م۱۹۶ھ) کا شمار امام اعظم ابوحنیفہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں ہوتا ہے، اور اِسلام کے تین جلیل القدر فرزند حضرات عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین؛ حضرت وکیع کے رشتۂ تلمذ سے بندھے نظر آتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے حضرت وکیع ابن الجراح کو دیکھ کر فرمایا تھا: یہ بڑی شان لے کر دنیا سے رخصت ہوگا۔(۲)

(۱) ترتیب المدارک وتقریب المسالک:۱۵۷۔
(۲) تہذیب الکمال:۴۷۸/۳۔

حضرت وکیع بن الجراح قبلہ رو بیٹھتے اور قبلہ رخ بولتے۔ ہر رات قرآن مجید کا ایک ختم کرتے، اور دن کو روزہ رکھتے اور یہ زندگی بھر کا معمول رہا۔(۱)

انھوں نے زندگی کی شام وسحر کو ایک نظامِ عمل کا پابند کرلیا تھا۔ اور پھر وقت کو قابو میں رکھنا اس کے بغیر نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

حضرت وکیع ابن الجراح علیہ الرحمہ کے نظام الاوقات کی کہانی خود ان کے بیٹے کی زبانی ملاحظہ کیجیے :

> میرے والد ہمیشہ روزہ رکھتے، اَوقات کی تنظیم کچھ یوں تھی کہ صبح سویرے اُٹھتے، نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر حلقہ درس میں آجاتے۔ حدیث پڑھاتے۔ دن کافی چڑھ جاتا تو مجلس سے اُٹھ کر گھر آتے۔ ظہر تک آرام کرتے۔ نمازِ ظہر کے لیے اُٹھتے، اور نماز ادا فرمانے کے بعد اُس سڑک کی طرف چلنے کا معمول تھا جدھر سے پانی بھرنے والے بہشتی پکھالیں بھر بھر شہر کی طرف لاتے تھے، وہاں ہر ایک سے دریافت کرتے کہ قرآن اس کو کتنا یاد ہے۔ جسے یاد نہ ہوتا اس کو قرآن کی اتنی سورتیں یاد کراتے جو نماز پڑھنے کے لیے کافی ہوں۔ عصر تک یہی کام کرتے۔ نماز عصر اپنی مسجد میں پڑھتے۔ بعد نماز درسِ قرآن دیتے۔ وقت اگر کچھ بچتا تو اللہ کی یاد میں مشغول ہوجاتے، نماز مغرب کے بعد گھر تشریف لاتے، تب اِفطار کا کھانا حاضر کیا جاتا۔ دس رطل (پانچ سیر) سے کم مقدار مجموعی طور پر کھانے کی نہ ہوتی۔ کھانے کے بعد نبیذ کا قرابہ پیش ہوتا، نبیذ کی یہ مقدار بھی دس رطل کے قریب ہوتی، سردست جتنا جی چاہتا نوش فرمالیتے، جو بچ جاتا اس کو سامنے رکھ کر نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے اور رات کے معمولات شروع کردیتے۔ نماز کی دو یا دو سے زیادہ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو

(۱) حلیۃ الاولیاء: ۳۶۹/۸..... تہذیب الکمال: ۴۸۱/۳۰۔

سامنے رکھے ہوئے نبیذ کے قرابہ سے پیتے، جب نماز پڑھتے پڑھتے پورا قرابہ ختم کر ڈالتے تو پھر سو رہتے۔(۱)

یعنی دن بھر روزہ سے چوں کہ ضعف پیدا ہو جاتا؛ اس لیے رات کے معمولات پورے کرنے کے لیے ضعف کو نبیذ کی قوت سے دور کرتے۔ جب سستی محسوس ہوتی، پی لیتے، جب وہ ختم ہو جاتی تو سو جاتے تھے۔

اندازہ لگائیں کہ وہ کس طرح اپنے لمحوں کے محافظ تھے اور ہمیں گھنٹوں کی فکر نہیں!۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک میں نے صوفیہ کرام کی صحبت اختیار کی، تو ان کے دو جملوں سے مجھے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔ ایک یہ کہ :

الوقت سیف ان لم تقطعه قطعک .

یعنی وقت' تلوار ہے، اگر تم نے اسے نہ کاٹا تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گا۔

اور دوسرا :

نفسک ان لم تشغلها بالحق و الا شغلتک بالباطل .(۲)

یعنی تم نے اگر اپنے نفس کو حق وصداقت کے کاموں میں مشغول نہ کیا تو وہ تمہیں باطل وبے سود کاموں میں جٹا دے گا۔

(۱) تاریخ بغداد: ۱۶۱/۶۔
(۲) الجواب الکافی ابن قیم جوزیہ: ۱۰۹/۱..... مدارج السالکین: ۱۲۹/۳..... سلوۃ الاحزان للا جتناب عن مجالسۃ

الاحداث والنسوان:۵/۱......لوائح الانوار القدسیہ فی العہود المحمدیہ:۵۱/۱۔

رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن شریف ختم کرنے کا معمول تھا۔لایعنی اور بے فائدہ کاموں میں وقت کے ضیاع سے بچنے کی بڑی تاکید کرتے اور فرماتے: غیر مفید کاموں سے بچنے میں دل پر نور چھایا رہتا ہے،خلوت اور لوگوں سے الگ رہنے کی ترغیب دیتے کہ وقت ضائع نہ ہو۔کم کھانے کی تاکید کرتے کہ زیادہ کھانے سے نیند کا غلبہ ہونے لگتا ہے۔سفہاء اور احمقوں کی صحبت سے بڑی سختی سے منع کرتے تھے۔(۱)

حضرت عبید بن یعیش علیہ الرحمہ

یوں ہی امام بخاری و مسلم علیہما الرحمہ کے شیخ حضرت عبید بن یعیش (م۲۲۹ھ) کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ حدیث نبوی لکھنے میں اتنے مصروف اور منہمک رہتے کہ انھیں کھانے پینے کا کچھ خیال ہی نہ رہتا تھا۔

عماد بن رجا بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ عبید کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے تیس سال تک رات کو اپنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا،میری بہن میرے منہ میں لقمہ ڈالتیں اور میں حدیثیں لکھتا رہتا۔(۲)

حضرت یحییٰ بن معین علیہ الرحمہ

حضرت ابوزکریا یحییٰ بن معین بغدادی علیہ الرحمہ (م۲۳۳ھ) کی ذاتِ ستودہ صفات سے حدیث کا اَدنیٰ طالب علم بھی بخوبی واقف ہے۔ وہ اَسماے رجال کے زبردست عالم اور حدیث کے فقید المثال محدث ہوئے ہیں۔عالم یہ تھا کہ امام احمد بن حنبل

(۱) تہذیب الاسماء واللغات:۵۵/۱۔

(۲) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع خطیب بغدادی:۱۷۸/۲......سیر اعلام النبلاء:۴۵۹/۱۱......موسوعۃ

کا ان کی بابت عقیدہ تھا کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہیں جانتے وہ حدیث نہیں ہے؛ بلکہ یوں کہیں کہ ان کی تخلیق ہی اس مقصد کے لیے ہوئی تھی کہ ذخائر احادیث کے چہرے کو موضوع اَحادیث کے گرد وغبار سے صاف کردیں۔(۱)

والد سے ترکہ میں کوئی ایک لاکھ درہم ملا تھا سارا کا سارا علم حدیث کی طلب میں صرف فرمادیا۔ راہِ علم میں محنت ومشقت اور جد وجہد کا عالم یہ تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں: میں نے اپنے ان ہاتھوں سے دس لاکھ اَحادیث لکھی ہیں، اور ایک حدیث جب تک پچاس مرتبہ نہ لکھ لیتا اطمینانِ قلبی نصیب نہ ہوتا تھا۔(۲)

حضرت صالح بن احمد کہتے ہیں کہ ابوعبیداللہ اپنے والد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے ایک سو چار بستے اور چار بڑے گھڑے بھری کتابیں اپنے پیچھے چھوڑیں۔

علم حدیث کے نشے سے مخمور حافظ ابن معین کو آخری آرام گاہ جنت البقیع کے اس گہوارۂ علم وہنر میں نصیب ہوئی جس کے ذرے ذرے میں شمس وقمر خوابیدہ ہیں۔(۳)

حضرت حارث بن اَسد علیہ الرحمہ

حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ (م۲۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ کی عزت کی قسم! اگر مال ودولت کے ذریعہ وقت کی خریداری ممکن ہوتی تو میں کسی خسارے کی پرواہ کیے بغیر اپنے سارے مال خرچ کرکے کچھ وقت خرید لیتا تاکہ اسلام ومسلمین کی خدمت کا کچھ مزید موقع مل سکے۔

(۱) العبر فی خبر من غبر: ۷۸۔
(۲) سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۷۷، ۸۵۔

(۳) سیر اعلام النبلاء:۱۱/۸۴۔

ان سے کہا گیا: آپ کی خواہش بجا؛ مگر یہ تو بتائیں کہ آخر وہ وقت خریدیں گے کس سے؟۔

آپ نے فرمایا: فارغ بیٹھے رہنے والوں سے۔(۱)

علامہ عمرو بن محبوب جاحظ

عمرو بن محبوب جاحظ (م ۲۵۵ھ) معتزلی تھے اور معتزلہ کے ایک مستقل دبستانِ فکر کے بانی تھے۔ وہ اپنی ذات میں مختلف صفات واخلاق کی ایک انجمن تھے۔ ان کا دین وعقیدہ تو ہمیشہ مشکوک رہا؛ لیکن ان کے ادبی کارناموں کو اَدبِ عربی نے کبھی شک کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ ایک گمنام خاندان میں پیدا ہونے والے جاحظ شعر واَدب کی بلندیوں تک یوں ہی تو نہیں پہنچ گئے بلکہ فطرت کے عالمگیر اُصول کے مطابق انھیں بھی محنت ومطالعہ کے وہ تمام مراحل طے کرنے پڑے جو اس مقام پر قدم رکھنے کے لیے شرطِ اوّل کی حیثیت سے طے کرنے پڑتے ہیں۔

چنانچہ وقت کی قدر وقیمت، زندگی کی اہمیت اور مطالعہ میں محنت وانہماک کا عالم یہ تھا کہ کتابوں کی دکانیں کرایہ پر لے لے کر رات رات بھر مطالعہ کرتے۔(۲)

کوئی کتاب اُٹھا لیتے تو جب تک اوّل تا آخر ختم نہ کر ڈالتے کتاب ہاتھ سے نہیں رکھتے تھے۔(۳)

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۲......الوقت واہمیتہ فی حیاۃ المسلم:۱/۱۱۳۵۔
(۲) فہرست ابن ندیم:۱۳۰۔

(۳) دائرۂ معارف اسلامیہ: ۷؍۲۰۔

وقت کی قدر اور راہِ علم میں محنت ومشقت اور جد وجہد ہی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے کئی مقبول تصانیف چھوڑیں۔ ان کی کتابوں کی تعداد دوسو بتائی جاتی ہے؛ لیکن گردشِ ایام نے اکثر پر پردہ ڈال دیا ہے۔ کوئی اَسّی کے قریب ان کی کتب مطبوعہ ومسودات کی شکل میں اس وقت موجود ہیں؛ جن میں 'البیان والتبیین' تنوع در تنوع اور اپنے اندر ہزار دلچسپیوں کا سامان رکھنے والی پر بہار عبارتوں کا ایک زندہ وتابندہ شاہکار ہے۔ یوں ہی ان کی 'کتاب الحیوان' بھی آفاقی شہرت کی حامل ہے۔ اور ''کتاب البخلاء'' کا کیا کہنا! وہ لطائف وفنون کا ایک ایسا نگار خانہ، اور عجمیوں کی ہجو وبخل کا ایسا جاندار تجزیہ ہے جس کی مثال عربی اَدب میں شاید وباید ملے۔

اخیر عمر میں بدن کا نصف حصہ مفلوج ہوگیا؛ لیکن مطالعہ کا مشغلہ اس حال میں بھی جاری رکھا۔ کتابوں کے جمگھٹے میں پڑے مطالعہ کرتے رہتے کہ ایک دن آس پاس رکھی ہوئی کتابیں اُن پر آگریں، مفلوج وبیمار جسم اُٹھنے کی تاب کہاں سے لاتا، اس طرح اپنی محبوب کتابوں ہی میں دب کر جان' جان آفریں کے حوالے کردی۔ (۱)

حضرت محمد بن سحنون علیہ الرحمہ

مشہور مالکی عالم ومحدث حضرت محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ (م۲۵۶ھ) کے بارے میں ایک حیرت انگیز واقعہ ملتا ہے کہ آپ رات کے وقت کتاب کی تالیف میں مشغول تھے، ام قدام نامی آپ کی باندی کھانا لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو میں اس وقت بہت مشغول ہوں۔

بے چاری باندی پر جب اِنتظار کی گھڑیاں طویل ہوگئیں تو اس نے خود ہی لقمے بنا کر اُن کے منہ میں ڈالنا شروع کردیا۔ اسی مصروفیت میں ساری رات گزر گئی؛ حتیٰ کہ اذانِ فجر

(۱) قیمۃ الزمن:۴۴ بحوالہ: کاروانِ علم اور متاعِ وقت، بتغیرِ قلیل۔

ہوگئی۔ محمد بن سحنون نے فرمایا: اے اُم قدام! ہم رات میں تم سے غافل ہو گئے، تمہارے پاس جو کچھ کھانے کے لیے ہو، لاؤ۔

باندی نے کہا: حضور! واللہ میں نے تو کھانا رات آپ کو کھلا دیا تھا!۔

انھوں نے فرمایا: حیرت ہے مجھے تو اس کا شعور بھی نہ ہوا!۔(۱)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ

تاریخِ اِسلام کے عبقریِ اعظم اور چمن حدیث کے گل سرسبد اِمام بخاری علیہ الرحمہ (م ۲۵۶ھ) کا عالم یہ ہے کہ وہ خود فرماتے ہیں: چھوٹی سی عمر میں' میں محدث داخلی کے پاس جانے لگا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ سند حدیث بیان کرتے ہوئے کہنے لگے: **سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم .**

میں نے ان سے کہا: حضرت! ابوزبیر نے اِبراہیم سے روایت نہیں کی ہے۔ انھوں نے مجھے جھڑکا۔ میں نے اصل کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہا۔ گھر میں جا کر جب اصل دیکھ آئے تو کہنے لگے: لڑکے! پھر ابراہیم سے روایت کون کر رہا ہے؟۔

میں نے کہا: زبیر بن عدی۔ تو مجھ سے قلم لے کر اپنی کتاب کی تصحیح کی اور فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ امام بخاری سے جب پوچھا گیا کہ اُس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ فرمانے لگے: یہی کوئی گیارہ سال۔(۲)

گیارہ سال کے اس نوخیز بچے کو دیکھئے اور امام داخلی جیسے عظیم محدث کی سند میں تسامح پر بھری مجلس میں تنبیہ کو دیکھئے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قدرت آنے والے وقت میں اس بچے سے حدیثِ رسول علیہ السلام کی کتنی عظیم خدمت لینا چاہتی تھی۔

(۱) ترتیب المدارک وتقریب المسالک: ۲۸۴/۱۔

(۲) تاریخ بغداد:۲/۷۔

ابھی عمر کا اُٹھارہواں سال تھا کہ صحابۂ عظام اور تابعین کرام کے اقوال پر مشتمل ایک عظیم کتاب ''قضایا الصحابہ والتابعین'' کے نام سے تصنیف کی۔ اور اُسی عمر میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''التاریخ الکبیر'' بھی لکھی۔

روضہ اطہر کے پاس، مدینہ طیبہ کی منور فضاؤں اور حسین چاندنی راتوں میں لکھی گئی اس مبارک کتاب کے بارے میں خطیب بغدادی نے سعید بن العاص کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے کہ ''اگر کوئی شخص چاہے تیس ہزار حدیثیں ہی کیوں نہ لکھ دے؛ تاہم وہ بخاری کی ''تاریخ کبیر'' سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔(۱)

حضرت سلیم بن مجاہد ایک دن مشہور محدث محمد بن سلام بیکندی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بے کندی فرمانے لگے: اگر کچھ دیر قبل آتے تو ستر ہزار حدیثیں حفظ کرنے والا نوجوان دیکھ لیتے۔

سلیم بن مجاہد یہ سن کر اس کی تلاش میں نکلے، ملاقات کر کے پوچھا: ستر ہزار احادیث کے حفظ کا آپ کو دعویٰ ہے؟ امام بخاری کہنے لگے: جی ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس پر مستزاد یہ کہ جس صحابی اور تابعی کی حدیث آپ کو سناؤں گا ان تمام کی ولادت، وفات اور مساکن کا بھی علم رکھتا ہوں۔(۲)

پھر ایک وقت آیا کہ اِمام بخاری نے فرمایا کہ مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ غیر صحیح اَحادیث حفظ ہیں۔(۳)

حضرت یوسف بن مروزی کہتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا، کسی نے اعلان کیا کہ بخاری آئے ہیں، ان کی طلب میں نکلو۔ لوگ نکل پڑے، میں بھی ساتھ ہولیا۔

---

(۱) تاریخ بغداد:۲/۸۔
(۲) تہذیب الکمال:۲۴/۴۶۔

(۳) سیر اعلام النبلاء:۴۱۵/۱۲.....تہذیب الاسماء واللغات:۶۸/۱۔

کیا دیکھتا ہوں کہ عقب ستون میں مصروفِ نماز ایک جوان شخص جس کی داڑھی نے ابھی سفیدی کو اِجازت نہیں دی، یہ تھے بخاری۔

جوں ہی نماز سے فارغ ہوئے، لوگوں نے مجلس حدیث منعقد کرنے کا مطالبہ کیا، امام اِنکار کیسے کرتے! حدیث کی مجلسوں سے ہی تو ان کی زندگی کا چمن آباد تھا۔ محدثین، فقہا اور حفاظ کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا، ابھی اِملا شروع نہیں کیا کہ مجمع کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: میں ایک نوعمر اِنسان ہوں، آپ لوگوں نے مجھ سے اِملاے حدیث کا مطالبہ کیا تو اَب مناسب یہ ہے کہ میں آپ کو ایسی اَحادیث سناؤں جو آپ کے پاس پہلے سے نہ ہوں؛ تاکہ آپ سب مستفید ہوسکیں۔

پھر اِملا یوں شروع کرایا: **حدثنا عبد اللّٰہ بن عثمان ... قال : ثنا ابی عن شعبة عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن انس ان أعرابیا جاء الی النبي فقال: یارسول اللّٰہ! الرجل یحب القوم.......الخ** . سند اور حدیث سنانے کے بعد فرمانے لگے: تمہارے پاس یہ حدیث ہے تو سہی؛ لیکن منصور کے طریق سے نہیں۔

اس طرح اِملا کراتے رہے اور ہر حدیث کے بعد یہ فرماتے رہے کہ یہ حدیث تمہارے پاس فلاں راوی کے طریق سے ہے، میرے بیان کردہ راوی کے طریق سے نہیں۔ مجلس برخواست ہوئی تو اہل مجلس حیران وششدر تھے۔(۱)

ہانی بن نضر کہتے ہیں کہ ہم شام میں محمد بن یوسف فریابی کے پاس تھے، جوان تھے جوانوں کی طرح مزاح ومذاق رہتا؛ لیکن بخاری صرف علم ہی پر چھائے رہتے، ہمارے ساتھ شریک نہ ہوتے تھے۔(۲)

(۱) تاریخ بغداد:۱۵/۲تا۱۶۔

(۲) سیر اعلام النبلاء:۱۲/ ۴۰۵۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علم وتحقیق اور مطالعے کے بارے میں محمد بن یوسف نجار کہتے ہیں کہ میں ایک رات امام بخاری کے ساتھ ان کے گھر مہمان رہا۔ وہ رات کو اٹھتے چراغ جلاتے کچھ لکھ کر پھر لیٹ جاتے۔ میں نے گنتی کی تو آپ اٹھارہ بار اٹھے۔

محمد ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ ایک سفر میں میں امام بخاری کے ساتھ تھا، امام رات کو پندرہ پندرہ اور بیس بیس مرتبہ اٹھتے، چراغ جلاتے اور اَحادیث پر کچھ نشان لگا کر لیٹ جاتے۔

جامع بخاری کی صحت پر آج جو پوری دنیا متفق ہے اور جسے '**اصحُّ الکتُب بعد کتاب اللّٰہ**' کا لقب ملا ہے کسے اندازہ ہے کہ محنت کے کن شدید مراحل سے گزرنے کے بعد اس درجہ تک پہنچی!۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک وصیت نقل فرمائی ہے جو وہ لوگوں کو کیا کرتے تھے اور معلم کائنات علیہ السلام نے انھیں کی تھی کہ جب صبح کرو تو (جتنا ہو سکے عمل کر لیا کرو) شام کے انتظار میں نہ رہا کرو۔ اور جب شام مل جائے تو (اسے غنیمت سمجھتے ہوئے نیکیوں میں صرف کر دو اور) صبح کا انتظار نہ کیا کرو۔ اور اپنی صحت سے بیماری اور اپنی زندگی سے موت کا حصہ نکالنا نہ بھولنا!۔(۱)

حضرت ثعلب نحوی علیہ الرحمہ

حضرت اَحمد بن یسار ثعلب نحوی (م ۲۹۱ھ) لغت واَدب کے امام تھے۔ کتابوں سے جنون کی حد تک عشق تھا۔ مطالعے کا نشہ نہ صرف دل و دماغ بلکہ نس نس میں سما گیا تھا۔

(۱) صحیح بخاری: ۵/ ۲۳۵۸ حدیث: ۵۳۶۰...... سنن ترمذی: ۴/ ۵۶۷ حدیث: ۲۳۳۳...... صحیح ابن حبان:

۲/۱۷۷۴ حدیث: ۶۹۸ ..... مشکوٰۃ المصابیح: ۳۶۱/۱ حدیث: ۱۶۰۴۔

یہ آتش شوق ایسی لگی کہ پھر بجھائے نہ بجھی۔ عالم یہ تھا کہ اگر کوئی دعوت دیتا تو قبول کرنے میں یہ شرط ضرور لگاتے کہ دعوت میں میرے مطالعہ کے لیے جگہ کا اہتمام کیا جاسکے گا؟۔(۱)

نحو ولغت میں یگانۂ روزگار ہونے کے باوجود فقہ وحدیث میں مہارت نہ ہونے کی حسرت انھیں ہمیشہ ستاتی رہتی تھی۔ ایک دن حضرت ابوبکر بن مجاہد سے کہنے لگے کہ ابوبکر! لوگوں نے قرآنِ کریم پر اپنی توجہ مبذول کی اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ کسی نے حدیث کا مشغلہ اختیار کیا اور فلاح پائی۔ اور کسی نے میدانِ فقہ کی شہ سواری کی اور فقیہ بن کے رہا؛ لیکن افسوس میں نے اپنی پوری زندگی نحو کے 'زید وعمر' میں گزاردی؛ نہیں معلوم کل میرا کیا بنے گا؟۔

حضرت ابوبکر بن مجاہد کہتے ہیں کہ میں اس دن جب سویا تو میری قسمت بیدار ہوگئی اور خواب میں آقائے گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: ثعلب کو سلام پیش کردینا اور کہنا کہ تم ایک مفید علم کے حامل ہو۔(۲)

معانی القرآن، غریب القرآن اور اِختلاف النحوین وغیرہ کے نام سے آپ نے مشہور ومعروف مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔

مطالعہ میں اِنہماک کا عالم یہ تھا کہ ایک دن راہ چلتے مطالعہ میں مصروف تھے، سامنے سے گھوڑا آرہا تھا، مطالعہ کی مشغولیت نے اس کا اِحساس نہ ہونے دیا اور گھوڑے نے انھیں کھڈ میں گرا ڈالا، بیہوش ہوئے، گھر لائے گئے تو زندگی کی رمق جاچکی تھی۔(۳)

(۱) قیمۃ الزمن عند العلماء: ۴۱۔

(۲) بغیۃ الوعاۃ: ۳۹۷/۱۔

(۳) وفیات الاعیان:۱/۱۰۴۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ

اَہل اللہ اور مقربانِ بارگاہِ الٰہیہ میں سے جس کی زندگی میں بھی جھانک کر دیکھیں، وقت کی قدردانی اور لمحے لمحے کا محتاطانہ اِستعمال اپنی اِنتہا پر نظر آتا ہے۔ یہ دیکھیں کاروانِ زہدوورع کے قافلہ سالار ابوالقاسم حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ (م۲۹۷ھ) ہیں جن کی زندگی کا ایک واقعہ یوں نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر عطار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت جنید بغدادی کا انتقال ہوا تو میں اور میرے کچھ دیگر رفقا وہاں موجود تھے۔ ہم نے دیکھا کہ اِنتقال سے کچھ دیر قبل نقاہت وضعف کی وجہ سے آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، اور آپ کے دونوں پاؤں متورم (سوجے ہوئے) تھے۔ جب رکوع وسجود کرتے تو ایک پاؤں موڑ لیتے جس کی وجہ سے بہت تکلیف اور پریشانی ہوتی۔

دوستوں نے یہ حالت دیکھی تو عرض کیا: اے ابوالقاسم! یہ کیا ہے؟ آپ کے پاؤں کیوں متورم ہیں؟۔ اِرشاد فرمایا: اللہ اکبر! یہ تو خدا کی بڑی نعمت ہے۔

حضرت ابومحمد حریری نے فرمایا: اے ابوالقاسم! اگر آپ لیٹ جائیں تو کیا حرج ہے؟، فرمایا: ابھی وقت ہے جس میں اگر کچھ نیکیاں کرلی جائیں تو کیا حرج ہے؟۔ پھر زبانِ مبارک سے اللہ اکبر فرمایا اور آپ کی روح اس دارِفانی سے عالم بالا کی طرف پرواز کرگئی۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ جب آپ سے کہا گیا: حضور! اپنی جان پر کچھ نرمی کیجیے، یہ وقتِ نزع ہے۔ تو آپ نے ایسا پیارا جواب دیا کہ جس پر جتنا وجد کیا جائے کم ہے، آپ نے فرمایا: اَب میرا نامہ اَعمال بند کیا جارہا ہے، تو ذرا بتاؤ کہ اس وقت نیک اَعمال کا مجھ سے زیادہ کون حاجت مند ہوگا!۔(۱)

(۱) عیونُ الحکایات ابن الجوزی مترجم، جلد دوم: ۷۸تا۷۹۔

حضرت محمد ابن جریر طبری علیہ الرحمہ

حضرت ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) تفسیر و حدیث اور تاریخ کے حوالے سے ایک معتبر نام ہے۔ آپ کی زندگی پورے طور پر نظام الاوقات کی پابند تھی، ہر کام کا وقت مقرر تھا، عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ تول تول کر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

کنوز الاجداد کے مصنف نے علامہ طبری کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیا۔(۱)

تحصیل علم و آگہی کی خاطر عالم اسلام کا چپہ چپہ چھان مارا۔ عہد طالب علمی میں غربت و اِفلاس نے ایک وقت آپ کو لا کر ایسی منزل پر کھڑا کر دیا کہ تن کے کپڑے بیچ کر آپ کو گزر اوقات کرنا پڑا تھا۔(۲)

ایک دن شاگردوں سے فرمانے لگے: قرآن کریم کی تفسیر لکھوں تو تم پڑھو گے؟۔

شاگردوں نے عرض کیا: کتنی بڑی تفسیر ہوگی؟۔

فرمانے لگے: یہی کوئی تیس ہزار صفحات پر مشتمل!۔

شاگرد کہنے لگے: حضرت! آپ بلاشبہہ لکھ دیں گے؛ تاہم اتنی لمبی تفسیر پڑھنے کے لیے ہم عمر خضر کہاں سے لائیں گے؟۔

پھر تین ہزار صفحات پر مشتمل تفسیر قرآن لکھی اور سات سال تک اپنے شاگردوں کو اِملا کراتے رہے جو تیس جلدوں میں شائع ہوگئی ہے۔

یوں ہی تاریخ کے موضوع پر بھی ایسے ہی مبسوط کام کرنے کا اِرادہ فرمایا۔ جب طلبہ سے مشورہ کیا تو وہ کہنے لگے: اتنی طویل تاریخ پڑھنے کی کون ہمت کرے گا؟۔

(۱) قیمۃ الزمن عند العلماء:۴۴۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ:۲/۲۱۳۔

پھر مختصر کر کے آپ نے ''تاریخ الامم والملوک'' کے نام سے یگانۂ روزگار تاریخ عالم لکھی جو اکیس اَجزا میں شائع ہو چکی ہے۔(۱)

حصول علم کے شوق کا عالم یہ تھا کہ عین وفات کے وقت کسی نے کوئی دعا سنائی تو قلم دوات منگوا کر اس سے لکھوانا چاہا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا: حضور! کیا اس حال میں؟، تو اپنی وفات سے چند لمحہ قبل یہ آفاقی پیغام دے گئے :

ينبغي للإنسان أن لا يدع اقتباس العلم حتى الممات .(۲)

یعنی انسان کو چاہیے کہ مرتے دم تک علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

وفات کے بعد جب شاگردوں نے ان کی تصانیف کی یومیہ رفتار کا حساب لگایا تو چودہ ورق یومیہ کے حساب سے ان کی تالیف کی رفتار رہی۔(۳)

اس طرح زندگی میں آپ نے تین لاکھ اُٹھاون ہزار اوراق تحریر فرمائے۔ امام ابن جریر طبری کے فنا ہونے پر کس کو شک ہے؛ لیکن ان کے زندہ تصنیفی کارناموں سے ان کی بقا میں بھی شک کی گنجائش نہیں! ۔کیا خوب فرمایا ہے ابن جوزی نے :

تصنيف العالم ولده المخلد . (۴)

یعنی عالم کی کتاب اس کی ہمیشہ باقی رہنے والی اولاد ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد:۲/۱۶۳۔

(۲) قیمۃ الزمن عند العلماء:۴۴۔

(۳) تاریخ بغداد:۲/۱۶۳۔

(۴) صید الخاطر:۲۲۔اسی کے ہم معنی امام ابن المعتز علیہ الرحمہ کا ایک قول بھی بڑا مشہور ہے: **علـم الانسـان ولده المخلد**. نشر طی التعریف:۱۶۲......الجامع لاخلاق الراوی:۵/۱۳۶......فتح المغیث:۲/۳۸۴......

آداب العلماء والمتعلمین :۵/۱......نثر الدر:۲۱۷۔ -چڑیا کوٹی-

حضرت ابن ابی حاتم علیہ الرحمہ

امام ذہبی نے صاحب جرح وتعدیل حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ) کا ایک واقعہ نقل کیا ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ہم کوئی سات ماہ تک مصر میں قیام پذیر رہے؛ مگر اس بیچ ایک دن بھی شوربہ کھانا نصیب نہ ہوا۔ پورا دن شیوخ کی مجالس میں تحصیل علم کرتے گزرجاتا اور رات' حدیث کا اِملا ومقابلہ کرنے میں بیت جاتی تھی۔

کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرا ایک دوست' شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ اُن کی طبیعت ناساز ہے۔ وہیں راستے میں مچھلی نظر آئی، بھلی معلوم ہوئی تو ہم نے اسے خرید لیا، گھر پہنچتے پہنچتے حلقہ درس میں جانے کا وقت ہوگیا؛ چنانچہ مچھلی کو بنانے کا موقع نہ مل سکا، اور ہم مچھلی کھانے کی ہزار اِشتہا کے باوجود اُسے چھوڑ کر مجلس میں چلے گئے۔

پھر درس واِملا کی کچھ ایسی مصروفیات رہیں کہ تین دن گزر گئے اور مچھلی پکانے کی نوبت نہ آئی، جب دیکھا کہ اَب اس کی ہیئت بدلنے لگی ہے تو اسے یوں ہی کچی کھالیا؛ کیوں کہ اسے تلنے بھوننے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ پھر فرمایا کہ جسم کو آرام دے کر علم کا حصول بہت مشکل ہے۔(۱)

حافظ ابوزرعہ علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ ان کے والد کے شوقِ علم حدیث اور ذوقِ مطالعہ کو دیکھ کر فرمایا :

ما رأيت أحرص على [طلب] الحديث منک .

یعنی میں نے آپ سے زیادہ طلب حدیث کا کوئی حریص نہیں دیکھا۔

(۱) مختصر تاریخ دمشق: ۲۲/۵...... تاریخ الاسلام: ۵۷/۴/۵..... موسوعۃ الخطب والدروس: ۶۔

آپ نے برجستہ فرمایا: میں تو کچھ بھی نہیں، میرا بیٹا عبدالرحمٰن مجھ سے کہیں زیادہ حریص علم ہے۔(۱)

حضرت ابن ابی حاتم الرازی سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو اپنے والد سے کثرتِ سماع کا موقع کیسے میسر آیا اور اتنے مختصر سے وقت میں آپ ان سے اتنے سوالات کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے؟ امام ابن ابی حاتم نے جواب دیا :

ربما كان يأكل و أقرء عليه، ويمشي و أقرء عليه، و يدخل البيت في طلب شيئ و أقرء عليه .

یعنی اکثر اوقات ایسے ہوتا تھا کہ میرے والد کھانا کھا رہے ہوتے تو میں ان کے سامنے پڑھتا، وہ کہیں آ جا رہے ہوتے تب بھی میں ان سے پڑھتا رہتا اور جب وہ کسی کام کے لیے گھر میں داخل ہوتے تب بھی میں ان کے پاس پڑھتا رہتا۔

حضرت علی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ابن ابی حاتم کے والد مرضِ وفات میں تھے اور اس وقت بھی وہ ان سے حدیث سے متعلق دقیق باتیں دریافت کر رہے تھے، اور ان کے والد کی عالم سکرات میں چوں کہ آواز بند ہو گئی تھی تو وہ اپنا سر ہلا کر ''ہاں'' یا ''نہیں'' کا جواب دے رہے تھے!۔(۲)

علم حدیث میں ان کے والد ابوحاتم الرازی کا عالم یہ تھا کہ ایک دن کوئی شخص لکھی ہوئی اَحادیث کا کوئی مسودہ ان کے پاس لے آیا اور ان سے تصحیح کی درخواست کی۔ آپ نے اسے دیکھ کر غلط اَحادیث کی نشان دہی فرمادی۔ آنے والا کہتا ہے: اے ابوحاتم! کوئی دلیل بھی ہے یا بس یوں ہی اپنی طرف سے غلط صحیح کا فیصلہ کر دیا؟۔ فرمانے لگے: دلیل تو کوئی نہیں، بس اتنی بات جانتا ہوں کہ جو احادیث صحیح نہ تھیں، ان کی عدم صحت کی نشان دہی کر دی ہے۔

(۱) تاریخ دمشق: ۵۲/۲...... ۱۱/۵۲...... تہذیب الکمال: ۳۸۷/۲۴...... سیر اعلام النبلاء: ۲۵۰/۱۳۔

(۲) تاریخ ابن عساکر: ۱۲/۵۲۔

آنے والے نے کہا: تو کیا غیب کا دعویٰ ہے؟۔ فرمایا: نہیں۔

کہا: پھر دلیل کیا ہے؟۔ فرمانے لگے: صحیح غلط اَحادیث کی ٹھیک پرکھ رکھنے والے کسی دوسرے محدث سے تحقیق کرلو؛ جن اَحادیث کو میں نے غیر صحیح قرار دیا اگر اس کا بھی وہی فیصلہ ہوا تو سمجھ لینا کہ بات ٹھیک ہے۔

چنانچہ وہ شخص مشہور محدث حافظ ابوزرعہ کے پاس گیا، اور ان احادیث کے بارے میں تحقیق چاہی تو ابوزرعہ کا موقف بھی ٹھیک وہی تھا جو ابوحاتم کا تھا۔ وہ آدمی بڑی حیرت سے آکر پوچھنے لگا: یہ قصہ کیا ہے؟۔

ابوحاتم نے فرمایا: اب تو آپ کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ حدیث کے سلسلے میں یہ فیصلے ہم محض اٹکل پچو سے نہیں کرتے؛ بلکہ اُس علم وتحقیق کی بنا پر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اس کو تمثیلاً یوں سمجھ سکتے ہو کہ کسی ماہر سنار کو اگر کھرے کھوٹے دینار دکھاؤ تو پرکھ کر یک دم فیصلہ کردے گا۔ اب اگر اس سے اس فیصلہ پر دلیل طلب کرو تو وہ بھی دلیل فراہم کرنے سے بہر حال عاجز ہوگا!۔(۱)

ہمام بن غالب مجاشعی فرزدق نے کیا خوب کہا ہے :

أولئک آبـائي فجئني بمثلـهم

إذا جمعتنا يا جرير المجامع(۲)

یعنی یہ ہیں میرے بے مثال آباؤ اَجداد۔ تو اے جریر! بھری دنیا میں اگر ان کا کوئی جواب ہو تو مجھے لا کر دکھاؤ۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۱۳/۲۵۴۔

(۲) خزانۃ الادب: ۳/۳۱۲...... نفحۃ الریحانۃ ورشحۃ طلاء الحانۃ: ۱۹۸...... الحماسۃ البصریۃ: ۷۳...... نضرۃ الاغریض فی نصرۃ القریض: ۵۲...... الحلل فی شرح ابیات الجمل: ۲۳...... منتہی الطلب من اشعار العرب:

۲۱۷......الایضاح فی علوم البلاغۃ:۴۳۔

امام ابن ابی حاتم نے وقت کا بہترین استعمال کیا تو وقت نے بھی انھیں زندۂ جاوید کر دیا۔ وقت کو کارآمد کاموں میں صرف کرنے کی وجہ سے بتوفیق الٰہی انہوں نے ۹ر جلدوں پر مشتمل مشہورِ زمانہ کتاب 'الجرح والتعدیل' تصنیف فرمائی۔ ۱۰ر جلدوں پر مشتمل تفسیر قرآن مرتب کی اور ایک ہزار اجزا پر مشتمل ''المسند فی الحدیث'' تشکیل دی۔

حضرت ابن الانباری علیہ الرحمہ

حضرت محمد بن قاسم معروف بہ ابن الانباری (م ۳۲۸ھ) دنیائے نحو واَدب کا مشہور نام ہے۔ عظیم الشان حافظہ پایا تھا۔ اندازہ فرمایئے کہ الفاظِ قرآن کے اِستشہاد میں انھیں عرب کے تین لاکھ اَشعار حفظ تھے، اور اس پر مستزاد یہ کہ انھوں نے ایک سوبیس تفاسیر سندوں کے ساتھ یاد کی تھیں۔(۱)

علم ومطالعہ کی یکسوئی میں کسی چیز کی دخل اندازی اُن کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک دن بازار میں راہ چلتی باندی پر ان کی نظر پڑی تو اس کا حسن، دل میں کھب گیا۔ خلیفہ راضی ان کا بہت زیادہ خیال رکھتا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا تو اس نے وہ باندی خرید کر ان کے حوالے کر دی۔

گھر لاکر خود مطالعے میں ابھی لگے ہی تھے کہ اپنے غلام سے کہا: اس باندی کو باہر نکال دو۔ غلام نے باندی کو رخصت کرنا چاہا تو وہ کہنے لگی: ذرا ٹھہرو میں ان سے ایک دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

چنانچہ وہ آکر ابن الانباری سے پوچھنے لگی: آقا! آپ مجھے میرا قصور بتائے بغیر نکال رہے ہیں ذرا سوچیں کہ لوگ کیا گمان کریں گے، آخر میری غلطی کیا ہے؟، کہنے لگے: تمہاری غلطی صرف اتنی ہے کہ تم نے علم کی طرف میرے دل کی توجہ میں خلل ڈال دیا ہے!۔

(۱) بغیۃ الوعاۃ سیوطی: ۲۱۳:۔

خلیفہ راضی کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو بے ساختہ بول اُٹھا: علم کی حلاوت اور تڑپ جتنی اس شخص کے اندر ہے شاید ہی کسی دل میں اتنی ہو!۔(۱)

آپ نے وقت کا محتاطانہ اِستعمال کرتے ہوئے اپنے پیچھے بہت سی مفید اور یادگار کتابیں چھوڑی ہیں جن میں چھوٹی بڑی کئی ایک کتابوں کے ساتھ ''غریب الحدیث'' پینتالیس ہزار ورق پر، ''شرح الکافی'' ہزار ورق پر، اور ''کتاب الجاہلیات'' سات سو ورق پر مشتمل ہے۔(۲)

حضرت حافظ ابن شاہین علیہ الرحمہ

محدث عراق حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی معروف بہ ابن شاہین (م ۳۸۵ھ) تفسیر و حدیث کی تاریخ کا ایک درخشندہ نام ہے۔آپ کی پوری زندگی نظام الاوقات کی پابند رہی، اور حیاتِ مستعار کا لمحہ لمحہ خدمت دین متین کے لیے وقف فرمادیا۔

ابن شاہین کے تلمیذ رشید ابوالحسن بن مہتدی باللہ کہتے ہیں کہ ابن شاہین کی روایت کے مطابق ان کی تصنیفات کی تعداد تین سو تیس ہے؛ جن میں التفسیر الکبیر ۳۰ جلدوں میں، المسند ۱۳۰۰ر جز میں، التاریخ ۱۵۰ر جزء میں اور الزہد ۱۰۰ر جزء میں ہے۔

قاضی محمد عمر بن داؤدی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ان کانوں سے ابن شاہین کو کہتے سنا ہے کہ میں اَب تک صرف سات سو دِرہم روشنائی کی خریداری میں خرچ کر چکا ہوں۔ پھر ابن ابوالفوارس کے اس قول سے اس کی تائید بھی ہوجاتی ہے کہ ابن شاہین نے جتنی کتابیں تصنیف فرمائیں شاید ہی کسی نے اتنی تصنیف کی ہوں۔(۳)

(۱) تاریخ بغداد: ۱۸۲/۳۔
(۲) ہدیۃ العارفین: ۴۶۲/۱۔

(۳) قیمۃ الزمن عند العلماء۔

حضرت عثمان باقلانی علیہ الرحمہ

حضرت عثمان باقلانی بغدادی علیہ الرحمہ (م ۴۰۲ھ) کا شمار ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مست رہنے والوں میں سرفہرست ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں کھانے میں لگا ہوتا ہوں تو مجھے صرف ایک فکر و خوف کھائے جاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری روح نکل جائے اور میں ذکر مولا سے غافل کھانے میں جٹا ہوں۔(۱)

ابوعلی ابن سینا رئیس

دنیائے اِسلام کے شہرۂ آفاق سائنس داں ابوعلی ابن سینا (م ۴۲۸ھ) نے دس سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ پھر حساب و اَدب اور فقہ و کلام سے دلچسپی لی۔ پڑھنے کے دوران صرف اَساتذہ کی تحقیق پر اکتفا نہ کرتے؛ بلکہ شوقِ طلب نے براہِ راست فلسفہ و طب کا مطالعہ بھی ان سے کروایا۔(۲)

اٹھارہ برس کی عمر تک وہ دن رات پڑھنے میں مشغول رہے۔ محنت و مطالعہ کے عالم میں وہ کبھی پوری رات نہیں سوئے، نیند آتی تو کچھ پی کر دور کر لیتے۔ کوئی کتاب ہاتھ لگ جاتی تو پڑھنے کے ساتھ اسے سمجھنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ’مابعد الطبعیات‘ پر ایک کتاب چالیس بار پڑھی، پوری کتاب حفظ ہوگئی، پَر سمجھ میں نہ آئی؛ لیکن ہمت تھی کہ ہارنے کا نام نہ لیتی تھی!۔ پھر کسی نے اس موضوع پر فارابی کی کتاب خریدنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ خریدی، پڑھی اور موضوع

(۱) صید الخاطر: ۱/۱۶۲۔

(۲) الاعلام زرکلی: ۲/۴۴۲۔

کماحقہ سمجھ میں آ گیا تو علم کے اس عاشق نے اس خوشی میں سجدۂ شکر اَدا کیا اور صدقہ وخیرات کیے۔(۱)

مطالعے کے اس شوق، محنت کے اس جذبہ اور انہماک ولگن کی اس کیفیت کا نتیجہ تھا کہ ابن سینا نے درجنوں کتابیں لکھیں۔ جن میں ''الحاصل والمحصول'' بیس جلدوں پر ''الانصاف'' بھی بیس جلدوں پر''الشفاء'' اٹھارہ جلدوں پر اور ''لسان العرب'' دس اجزاء پر مشتمل ہے، اور یوں ہی کئی دیگر کتابیں کئی کئی جلدوں میں ہیں۔

ابن سینا کی کتاب ''القانون'' آفاقی شہرت کی حامل ہے۔ کیا مشرق کیا مغرب، پوری دنیاے طب اس کی خوشہ چیں رہی ہے۔

محمد ابوریحان البیرونی

مشہور اِسلامی ریاضی داں محمد بن احمد ابوالریحان البیرونی (م ۴۴۰ھ) کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا ہاتھ کبھی قلم سے اور ان کا دل کبھی فکر علم سے فارغ ہی نہ ہوتا تھا۔ ان کی وفات کے وقت کا وہ واقعہ ملاحظہ کیجیے کہ جب ابوالحسن علی بن عیسیٰ ولوالجی عالم نزع میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان پر تکلیف کی شدت، طبیعت میں گھٹن تھی، زندگی کی اٹھہتر منزلیں طے کرنے والے علم کے اس شیدائی نے اسی حال میں ان سے دریافت کیا کہ تم نے ایک روز جدات فاسدہ (نانیوں) کی میراث کا مسئلہ مجھے کس طرح بتایا تھا؟۔

یہ سن کر علی بن عیسیٰ ورطہ حیرت میں آ کر کہنے لگے: کیا تکلیف کی اس شدت میں بتاؤں؟۔ البیرونی نے جواب دیا اور ایسا جواب جو صرف علم کا سچا عاشق ہی دے سکتا ہے۔ فرمایا: دنیا سے اس مسئلہ کا علم لے کر میں رخصت ہوں، کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ میں اس سے جاہل ہو کر اس دارِ فانی سے کوچ کروں!۔

(۱) دائرۂ معارف اسلامیہ:۱/۱۔

چنانچہ نزع کی اس کیفیت میں علی بن عیسیٰ نے ان کے سامنے وہ مسئلہ دہرایا اور البیرونی نے یاد کرلیا۔علی بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ رخصت ہوکر ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ گھر میں آہ وبکا کی آواز نے مجھے اُن کی وفات کی اِطلاع دی۔(۱)

حضرت سلیم بن ایوب رازی

پانچویں صدی کے مشہور عالم وفقیہ سلیم بن ایوب رازی علیہ الرحمہ (م ۴۴۷ھ) وقت کے صحیح استعمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے لمحے لمحے کا حساب رکھتے تھے،اور کوئی وقت بلا فائدہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے؛حتیٰ کہ چلتے پھرتے بھی ان کے ہونٹ ہلتے نظر آتے۔

انھیں جب بھی دیکھا گیا یا لکھتے ہوئے، یا پڑھتے ہوئے یا پھر پڑھاتے ہوئے؛مگر آپ کا زیادہ وقت لکھنے میں گزرتا۔عالم یہ تھا کہ لکھتے لکھتے جب اُن کا قلم گھس جاتا تو قلم کا قط لگاتے ہوئے ذکر شروع کردیتے؛تاکہ یہ وقت صرف قط ہی لگانے میں ضائع نہ ہو۔(۲)

حضرت عبدالملک الجوینی علیہ الرحمہ

امام الحرمین ابو المعالی حضرت عبدالملک نیشاپوری علیہ الرحمہ (م ۴۷۸ھ) کی امامت پر مشرق ومغرب یکساں متفق ہیں۔چار سال مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ رہنے کی وجہ سے ''امام الحرمین'' کے نام سے مشہور ہوئے۔حجاز سے لوٹ کر اپنے وطن نیشاپور آئے تو

(۱) معجم الادباء حموی:۲/۳۱۷......الوافی بالوفیات:۳/۷......لاتحزن:۳۸۰۔

(۲) تبیین کذب المفتری دفاع عن الاشعری لابن عساکر:۱/۲۶۳......الوافی بالوفیات:۵/۱۰۷......وفیات

الاعیان:۲/۲۹۸۔

وزیر الملک نے ان کے لیے ایک عالیشان مدرسہ ''مدرسہ نظامیہ'' تعمیر کرایا؛ جہاں امام الحرمین تیس سال تک درس دیتے رہے۔(۱)

یاد رہے کہ یہ وہی مدرسہ ہے جسے امام غزالی جیسے یکتائے روزگار کا مادرِ علمی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

امام الحرمین شب و روز تحصیل علم میں لگے رہتے۔علم و مطالعہ کے لیے ان کے ہاں رات دن کی کوئی قید نہیں تھی۔فرمایا کرتے تھے :

> میں نہ عادتاً سوتا ہوں، نہ عادتاً کھاتا ہوں۔جس وقت نیند کا غلبہ ہو جائے سو جاتا ہوں۔چاہے رات ہو یا دن جب بھی بھوک لگ جائے تو کھالیتا ہوں، وقت کی کوئی قید نہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں کہ کسی بھی قسم کے علمی فائدہ کی طلب اور علمی مذاکرہ ہی ان کی لذت و تفریح اور مشغلہ و شوق تھا۔(۲)

چہار دانگ عالم میں ان کا سکہ امامت بیٹھ جانے کے بعد بھی جب کہ عمر عزیز کی پچاس بہاریں دیکھ چکے تھے ان کی طلب کے جذبہ کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ علی بن فضالہ مجاشعی ان کے علاقہ میں آئے تو ان کو اپنے گھر لا لا کر ان کی تصنیف ''اکسیر الذہب فی صناعۃ الادب'' ان سے پڑھتے رہے۔مجاشعی کو بالآخر کہنا پڑا کہ امام الحرمین جیسا عاشق علم میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ بلاشبہ وہ علم کو علم ہی کے لیے طلب کرتے ہیں۔(۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء:۱۸/۴۶۹......الاعلام زرکلی:۴/۱۶۰۔

(۲) الطبقات الکبریٰ:۳/۲۵۶۔

(۳) طبقاتِ کبریٰ:۳/۲۵۷بحوالہ کاروانِ علم اور متاعِ وقت مع حذف و اِضافہ۔

حجۃ الاسلام اِمام غزالی علیہ الرحمہ

یوں ہی حجۃ الاسلام اَبوحامد امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۰۵ھ) نے بھی صرف چوّن پچپن سال کی عمر میں وقت کا صحیح اِستعمال کرتے ہوئے سینکڑوں علمی، فکری، اِصلاحی اور تحقیقی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں صرف ''یاقوت التاویل'' نامی کتاب چالیس جلدوں پر مشتمل بتائی جاتی ہے۔ وقت کی اَہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مقام پر انھوں نے بڑی قیمتی بات لکھی ہے، فرماتے ہیں :

ہر روز نمازِ فجر اَدا کرنے کے بعد اور دن کا آغاز ہونے سے پہلے ہر مومن کا اَخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ اپنے نفس کے دوبدو آکر کچھ معاملات کی بابت چند شرطوں پر اس سے معاہدہ کرلے؛ کیوں کہ معاہدے کے بغیر کوئی بھی کام باحسن وجوہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ دیکھئے نا کہ جب ایک سوداگر اپنا سرمایہ اپنے کسی پارٹنر (شریک کار) کے حوالے کرتا ہے تو اس سے وہ کس طرح عہد و میثاق لیتا ہے، اور اسے کچھ ضروری ہدایتیں کرنا کبھی نہیں بھولتا۔ اسی طرح ایک اِنسان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو یوں متنبہ اور خبردار کرے :

> میری زندگی (کے لمحات) ہی میری کل پونجی ہے۔ جس دن میری زندگی کا یہ چراغ گل ہوا، اسی دن یہ پونجی میرے ہاتھوں سے جاتی رہے گی اور اس کا فائدہ ونفع اِختتام پذیر ہوجائے گا۔ تو آج کا دن (میری زندگی کا) ایک نیا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اگر وہ میری روح قبض کرلیتا تو میں یقیناً خواہش کرتا کہ کاش! اللہ مجھے صرف ایک دن کے لیے دنیا میں بھیج دے تو میں اس میں بہت سارے نیک اَعمال کرڈالوں۔ سو تم اب یہ سمجھو کہ جیسے تمہاری زندگی کی نعمت تم سے چھین لی گئی تھی، اور ایک اور موقع تمہیں عنایت کردیا گیا ہے؛ لہٰذا اَب اسے برے کرتوتوں اور گناہوں کی نحوست سے

آلودہ نہ کرو، اوراس کا ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دو؛ کیوں کہ (زندگی کی) ہر سانس ایک اَنمول نعمت ہے۔

یہ بات دل کی تختی پر نقش کرلو کہ ایک دن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ بازارِ قیامت میں ہر دن کے اِعتبار سے چوبیس چوبیس بند صندوقیں اِنسان کے روبرو لاکر رکھ دی جائیں گی۔ جب ان میں سے پہلی صندوق سامنے لاکر کھولی جائے گی، اور بندہ اسے روشنی سے معمور پائے گا کہ اس نے ان گھنٹوں کو اَعمالِ صالحہ سے آباد کیا تھا، تو وہ اس کے نتیجے میں ملنے والی اللہ کی بے انتہا نعمتوں کو دیکھ کر اِتنا خوش وخرم ہوگا کہ اگر اس کی خوشیاں سارے اہل دوزخ پر تقسیم کردی جائیں تو وہ اپنا عذاب والم بھول جائیں۔

پھر جب دوسری صندوق کھولی جائے گی اور وہ تاریکی وتعفن سے اَٹی ہوگی کہ بندے نے ان وقتوں میں خدا کی حکم عدولی اور اس کے اَحکام سے بغاوت کی تھی، تو اسے دیکھ کر وہ اس قدر غمگین اور مایوس ہوگا کہ اگر اس کی وہ اُداسی ساکنانِ بہشت پر بانٹ دی جائے تو ان کی شادمانی وخوشی کا سارا نشہ ہرن ہوجائے گا۔

اسی طرح جب تیسری صندوق کھولی جائے گی جو بالکل خالی ہوگی کہ بندے نے اُن وقتوں کو سونے میں یا مباح کاموں میں صرف کیا ہوگا تو وہ اسے دیکھ کر کفِ افسوس وندامت ملنا شروع کردے گا؛ حالاں کہ اس دن نیکیوں کی شدید حاجت ہوگی حتی کہ معمولی سی نیکی بھی (اپنا رنگ دکھائے گی)۔

تو جس طرح ایک سوداگر ہزاروں مواقع پانے کے باوجود نفع نہ کما سکے اورخسارہ ہی خسارہ بالآخر اس کا مقدر ہو تو اسی طرح یہ بندہ بھی (عرصہ محشر میں) اپنے اَوقات کو فضول وعبث برباد کرنے پر غم والم کی مجسم تصویر بن جائے گا۔

لہٰذا برائی کا حکم کرنے والے اے میرے نفس! آج موقع غنیمت ہے، اپنی

صندوق اچھی طرح بھر لے، دیکھنا وہ کہیں یوں ہی خالی نہ رہ جائے۔غفلت وسستی کوایک ذرا راہ نہ دے، ہر لمحے کی قدر کر؛ ورنہ کل سوائے پچتانے کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا!۔(۱)

حضرت محمد بن طاہر مقدسی علیہ الرحمہ

ابوالفضل حضرت محمد بن طاہر المقدسی علیہ الرحمہ(م۵۰۷ھ) چھٹی صدی کے مشہور محدث اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ان کی تحصیل علم کے واقعات بڑے عجیب ہیں۔بتایا جاتا ہے کہ ان کی انگلیوں کو صحیح بخاری وصحیح مسلم کے ساتھ سنن ابوداؤد کو سات سات مرتبہ اور سنن ابن ماجہ کو دس مرتبہ لکھنے کا شرف ملا۔(۲)

حضرت علی ابن عقیل علیہ الرحمہ

حضرت علی ابن عقیل علیہ الرحمہ(م۵۱۳ھ) کا عالم یہ تھا کہ روٹی کی بہ نسبت کیک کو صرف اس لیے کھاتے تھے کہ روٹی چبانے میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے، اوراس طرح مطالعہ اور تالیف کے لیے کافی وقت ہاتھ آجاتا ہے۔آپ نے علامہ ابن جوزی کی شہادت کے مطابق اَسی(۸۰)علوم وفنون پر درجنوں یادگار کتابیں چھوڑی ہیں۔ان میں حافظ ذہبی کی تحقیق کی رو سے ''الفنون'' نامی کتاب دنیا کی سب سے زیادہ ضخیم اور بڑی کتاب ہے، اوراس کی جلدوں کی تعداد چارسو سے زائد بتائی گئی ہے۔(۳)

(۱) Civilization of Virtue, By: Uthman Noori Topbash: 1/236,237

(۲) تذکرۃ الحفاظ:۴۳/۴۔

(۳) العبر فی خبر من غبر:۲۴۰/۱......ذیل طبقات الحنابلہ:۶۳/۱۔

جب کہ حافظ ابن رجب وغیرہ کا کہنا ہے کہ''الفنون'' آٹھ سو جلدوں پر مشتمل تھی۔(جو

بلاشبہ اِنسانی دنیا کی تاریخ میں فقید المثال اور اہل اسلام کے لیے قابل فخر کارنامہ ہے)۔

ابن عقیل نے اس عظیم وضخیم کتاب کے بالکل آغاز میں بڑے پتے کی بات رقم فرمائی ہے کہ وقت گزارنے، نفس کو مشغول رکھنے اور تقرب اِلی اللہ پانے کا بہترین طریقہ طلب علم ہے۔علم اِنسان کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر شریعت ومعرفت کی روشنی تک پہنچاتا ہے۔اس لیے میں علم کی طلب میں اپنا وقت گزارتا اور اپنے آپ کو مشغول رکھتا ہوں کہ کیا بعید اس کے ذریعہ میری وہاں رسائی ہو جائے جہاں مجھ سے پہلے گزرنے والے لوگ پہنچے ہیں۔(۱)

وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اَرباب علم ودانش سب اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی سب سے زیادہ اہم پونجی جس کو احتیاطِ تمام سے استعمال کرنا چاہیے وقت ہے۔لحاتِ زندگی فراہم کرنے والا وقت درحقیقت بڑی غنیمت ہے؛ اس لیے اس کو بچا بچا کر رکھنا چاہیے کہ انسان کے ذمہ کام بہت ہیں جب کہ وقت اُچک کر بہت جلد غائب ہونے والی چیز ہے۔(۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کو وقت کی قدر وقیمت کا اِحساس اور علم ومطالعہ کا غیر معمولی شوق عطا فرمایا تھا۔وہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب علمی بحث کرتے کرتے میری زبان تھک جائے اور مطالعہ کرتے کرتے آنکھیں جواب دینے لگیں تو میں لیٹ کر مسائل سوچنے لگتا ہوں۔اس وقت میں اَسّی سال کا ہو چکا ہوں؛ لیکن وقت سے مستفید ہونے کا شوق وجذبہ اور کام کرنے کی لگن بالکل ویسے ہی ہے جیسے بیس سال کی عمر میں تھی۔(۳)

(۱) قیمۃ الزمن عند العلماء:۵۵۔
(۲) ذیل طبقات الحنابلہ:۱/۶۰۔
(۳) تاریخ الاسلام ذہبی:۸/۸۷۔

ایک مرتبہ کہنے لگے کہ میں اس طرح کھانے نہیں کھاتا جس طرح تم کھاتے ہو؟

پوچھا گیا: پھر آپ کس طرح کھانا کھاتے ہیں؟۔فرمایا: میں نان کو پانی میں بھگو دیتا ہوں جب وہ آٹے کی سی پتلی ہو جاتی ہے پھر اسے جلدی سے ہضم کر جاتا ہوں تا کہ چبانے میں وقت ضائع نہ ہو۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ ایک عام آدمی کو اس طرح کے واقعات بڑے عجیب اور اچنبھے سے لگتے ہیں اور انھیں مبالغہ پر محمول کرتے ہیں؛ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو وقت کی قدر و قیمت کا احساس عطا فرما دیتا ہے اور طلب علم کی لذت سے اس کو نواز دیتا ہے تو ایسے شخص کی زندگی کے معمولات، اس کے اَوقات گزارنے کے مشغلے، اس کی سوچ اور اس کی فکر ایک عام سطح زندگی کے انسان سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ان بزرگوں کے جو علمی کارنامے اور تصنیفی شہ پارے اس وقت موجود ہیں وہ خود اس بات کی واضح دلیل فراہم کرتے ہیں کہ واقعی انھوں نے زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کی ہے اور اوقات کو معمولات کی غیر معمولی پابندی سے گزارا ہے۔

حضرت علامہ جار اللہ زمخشری

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر جار اللہ (م ۵۳۸ھ) خوارزم کی چھوٹی سی غیر معروف بستی 'زمخشر' میں پیدا ہوئے۔بہت سی شخصیات تاریخی مقامات کی وجہ سے مشہور ہوتی ہیں؛ لیکن گمنام 'زمخشر' نے زمخشری سے تاریخی بقا پائی۔علم کی وسعت، طبیعت کی جودت اور قدرتی ذہانت وذکاوت سے خصوصی حصہ پایا تھا۔ مذہبی لحاظ سے تو معتزلی تھے؛ لیکن تفسیر وحدیث اور لغت واَدب میں ان کا مقام کافی بلند ہے۔(۲)

(۱) قافلة الداعيات: ۹۷/۱۵......موسوعة الخطب والدروس:۱۔
(۲) بغية الوعاة:۲/۲۷۹۔

علامہ زمخشری جوان ہوئے تو طلب علم کے ولولوں نے انھیں آفاق کے سفر میں گم

کر دیا۔ بغداد اور نیشاپور کے علمی حلقوں سے تشنگی شوق کی سیرابی کے بعد مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کے پڑوس میں ایسے پناہ گزیں ہوئے کہ جب وہاں سے نکلے تو ''جار اللہ'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہیں سے اُن کی شہرت کی تند جولاں اُٹھی، اور وہ تصانیف کا ایک مہکتا باغ اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ دنیاے تفاسیر میں ان کی تفسیر ''الکشاف'' لغوی نقطہ نظر سے ایک منفرد شان اور اِمتیازی مقام رکھتی ہے۔

وہ دن میں علم کے طلب گار اور راتوں کو مطالعہ کے لیے بیدار رہتے۔ علم ومطالعہ نہ صرف ان کا مشغلہ بلکہ ایک محبوب غذا بن گیا تھا۔ علم وآگہی کے ساتھ اپنی بے پناہ محنت اور تصنیف ومطالعہ کے ساتھ اپنی بے لوث محبت کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر انھوں نے فرمایا :

أبیت سهران الدجیٰ و تبیته ☆ نوما و تبغي بعد ذلک لحاقی

یعنی میں گھٹاٹوپ تاریکیوں والی راتوں میں جاگتا رہوں اور تو (غفلت واِعراض کی چادر تانے) آرام سے سوتا رہے، کیا اس کے باوجود تو (علمی مرتبہ وکمال میں) مجھ تک پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے!۔(۱)

حضرت ابن جوزی علیہ الرحمہ

امام ابن جوزی علیہ الرحمہ (م۵۹۷ھ) کے نواسے ابومظہر شمس الدین اپنے نانا جان کے اَحوال ان ہی کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ان کانوں سے سنا ہے کہ ایک روز منبر رسول پر وہ فرمارہے تھے :

(۱) مقدمۃ الفائق: ۸:۹۰ بحوالہ متاعِ وقت اور کاروانِ علم مع حذف واِضافہ۔

بـإصبعي هاتين كتبت ألفي مجلد، و تاب علی يدی مائة ألف،

و سلم علی یدی عشرون ألفا . (۱)

یعنی میں نے اپنی ان دو انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، میرے ہاتھوں پر ایک لاکھ اَفراد نے توبہ کی ہے اور بیس ہزار غیر مسلموں نے اِسلام قبول کیا ہے۔

آگے ابومظہر امام ابن جوزی کا معمول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

و کان یختم فی الأسبوع و لا یخرج من بیته إلا إلی الجمعة و المجلس . (۲)

یعنی آپ ہر ہفتہ قرآن کریم ختم کرتے تھے اور جمعہ یا کسی اور مجلس میں جانے کے علاوہ گھر سے نکلتے ہی نہیں تھے۔

وقت اور زندگی کی قدر و قیمت کے اِحساس کا ذکر کرتے ہوئے وہ اپنا حال خود ہی سناتے ہیں :

وقت اِنسان کا قیمتی سرمایہ ہے، اچھے اور صالح کاموں میں وقت کا صرف کرنا کوئی ایسا معاملہ نہیں جس کے ثبوت کے لیے دلائل پیش کیے جائیں؛ اس لیے مجھے لوگوں کا بے فائدہ میل جول بالکل پسند نہیں۔ اَب اگر لوگوں سے بالکل الگ تھلگ رہوں تو بھی مناسب نہیں کہ اس سے اُنس و محبت کا تعلق بالکل ختم ہو جاتا ہے، اور اگر اُن سے لایعنی ملاقاتوں کا سلسلہ قائم رکھوں تو اس میں وقت کا ضیاع اور نقصان ہے؛ اس لیے میں نے یہ طریقہ اپنا لیا ہے کہ اولاً تو ملاقاتوں سے بچنے کی اپنی سی کوشش کرتا ہوں اور اگر کسی کی ملاقات کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو تو بات نہایت ہی مختصر کرتا ہوں۔ مزید یہ کہ ایسے وقت کے لیے اس قسم کے کام

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۲۱/ ۳۷۰۔
(۲) سیر اعلام النبلاء: ۲۱/ ۳۷۰۔

چھوڑ رکھتا ہوں جن میں زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے قلم کا قط لگانا، کاغذ

کاٹنا اور دیگر اس قسم کے ہلکے پھلکے کام' میں ملاقات کے وقت کرتا ہوں، اس طرح ملاقات بھی ہوجاتی ہے، اور یہ کام بھی مکمل ہوجاتے ہیں، اور عمرِ عزیز کی قیمتی ساعتیں صرف گفتگو میں ضائع نہیں ہوتیں!۔(۱)

وقت کو اس محتاط طریقے پر استعمال کرنے کا نتیجہ تھا کہ امام ابن جوزی نے تفسیر، حدیث، تاریخ اور دیگر علوم وفنون پر سیکڑوں یادگار کتب تصنیف فرمائیں؛ بلکہ حافظ ابن رجب نے ذیل طبقات الحنابلہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ ابن جوزی کی تصنیف سے کوئی فن خالی نہیں۔ اور علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اُن کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے اخیر میں یہ اعلان بھی کردیا کہ 'میرے علم میں ایسا کوئی عالم نہیں گزرا جس نے اپنے بعد اس شخص جتنی تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا ہو'۔

ہر روز چار جز لکھنا ان کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ جب ان کی تصانیف کا اندازہ لگایا گیا تو فی یوم نو جز کی تالیف کے حساب سے ان کی تصنیفی رفتار کا نتیجہ نکلا۔ وقت کی اس قدردانی اور محنت ومطالعہ کے اس جذبۂ تاباں ہی کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لیا کہ اگر آج کوئی ان کی تمام تصانیف صرف نقل ہی کرنا چاہے تو شاید عمر بھر وہ نقل نہ ہوسکیں۔

ان کی نگاہوں میں وقت کی کیا قدر وقیمت تھی اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: کاشانۂ دل کے مکیں! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنوں کی حقیقتیں گھنٹوں میں چھپی ہوئی ہیں اور لمحے کے تار سانسوں سے بندھے ہوئے ہیں۔

---

(۱) قیمۃ الزمن عند العلماء: ۵۹۔

یاد رہے کہ ہر سانس ایک خزانہ ہے۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری حیاتِ مستعار کی

کوئی سانس بے کار چلی جائے اور وہ نا آشنائے لذتِ عمل رہ جائے؛ کیوں کہ یہ خزانہ پھر عرصہ محشر میں کھلنا ہے؛ لہٰذا آگاہ رہنا کہ اسے خالی دیکھ کر کہیں تمھیں کف ندامت ملنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

حضرت اِبراہیم بن اَدہم -رحمہ اللہ- فرماتے ہیں کہ ہم کسی بیمار عبادت گزار کی عیادت کے لیے گئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں قدموں پر نگاہیں جمائے ہوئے آہ وفغاں کررہا ہے۔

ہم نے پوچھا: یہ بتائیں کہ آپ اِتنی گریہ وزاری کیوں کررہے ہیں؟۔

فرمایا: ان قدموں کو اللہ کی راہ میں جادہ پیمائی نصیب نہ ہوئی۔پھر دوبارہ رونے لگے تو پوچھا گیا: اب کیوں رو رہے ہیں؟، فرمایا: دراصل ایک دن میں روزہ نہ رکھ سکا تھا اور ایک مرتبہ رات کے قیام کی توفیق نہ مل سکی تھی۔

کسی شخص نے عامر بن عبد قیس علیہ الرحمہ سے عرض کیا کہ ذرا رُکیے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔فرمایا: مجھے روکنے سے پہلے سورج کو روکو!۔

کچھ لوگ حضرت معروف کرخی -رحمہ اللہ- کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: آپ لوگوں کو اُٹھنے کی طبیعت نہیں چاہتی؟، ذرا سوچیں کہ آفتاب کا مالک اسے مستقل کھینچے جارہا ہے، اور اسے ایک ذرا مہلت نہیں دے رہا!۔

نورِ نظر! سلف صالحین کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر ہر لمحہ کو غنیمت جانتے تھے۔اندازہ لگاؤ کہ حضرت کہمس بن حسن تمیمی شب وروز میں تین قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔اور ہمارے اَسلاف میں چالیس نفوسِ قدسیہ ایسی گزری ہیں جو عشا کے وضو سے نمازِ فجر اَدا کیا کرتے تھے۔اور حضرت رابعہ بصریہ کا حال یہ تھا کہ وہ پوری رات یادِ مولا میں اپنے پہلو کو بستر سے جدا رکھتیں، پھر جب سپیدۂ سحر پھوٹنے کا وقت آتا، تو ذرا دیر کے لیے لیٹتیں، پھر گھبرائی ہوئی اُٹھتیں اور اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتیں: اتنا نہ سویا کر، قبر کے اندر بہت لمبی

نیند سونا ہے!۔

عزیز وافر تمیز! تم نے یہ حدیث شریف ضرور پڑھا یا سنا ہوگا کہ ''سبحان اللہ و بحمدہٖ'' پڑھنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے۔اب ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ اپنے قیمتی وقتوں کا ضیاع کرنے والا کتنے بہشتی باغات کھو بیٹھتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: بیٹے! جسے دولت عرفان نہیں ملتی وہ دنیا کی عمر کو بہت زیادہ سمجھتا ہے؛ لیکن پسِ مرگ اسے معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کا قیام کتنا مختصر تھا!۔

جانِ پدر! یادرکھ کہ قبر میں پڑے رہنے کی مدت کافی طویل ہے۔پھر عرصہ قیامت کا سوچو جس کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر بتایا جاتا ہے۔اس سے آگے جنت یا دوزخ میں دائمی قیام پر غور کرو تو اس کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔اب دوبارہ دنیوی زندگی کا جائزہ لو :

فرض کرو کہ ایک شخص کو ساٹھ سال کی زندگی ملی،تیس سال تو اس نے سونے میں گنوادیے،اور قریباً پندرہ سال بچپن کے لااُبالی پن میں گزر گئے۔اب جو باقی بچے اُن کا اگر دیانت داری سے جائزہ لو تو زیادہ تر اَوقات لذات وشہوات اور کھانے کمانے میں بیت گئے۔اور جو تھوڑی بہت کمائی آخرت کے لیے کی تھی اس کا اکثر حصہ غفلت ونمود کی نحوست سے اَٹا ہوا ہے۔اب بتاؤ وہ کس منہ سے حیاتِ سرمدی کا سودا کرے گا!۔اور یہ سارا کا سارا سودا انھیں گھڑیوں اور سانسوں پر موقوف تھا!!۔(۱)

(۱) لفتۃ الکبد فی نصیحۃ الولد ابن الجوزی: ۱/۶۔ترجمہ نگار: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔

نوٹ: حیاتِ مستعار کے لمحوں کو کارآمد بنانے، گنے چنے چند اَیام میں کچھ کر گزرنے، اور زندگی کو انقلابی موڑ سے آشنا کرنے کے لیے امام غزالی علیہ الرحمہ کا مشہورِ زمانہ رسالہ ''ایہا الولد'' اور امام جوزی کا مذکورہ رسالہ ''لفتۃ الکبد'' سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے؛ خصوصا طلبہ کے لیے یہ رسالے بے بدل نعمت ہیں - چریاکوٹی-

جب وقتِ مرگ آپہنچا تو علامہ ابن جوزی نے وصیت کی کہ غسل کا پانی اس کترن اور

برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث لکھنے کے لیے قلم بنانے میں جمع ہوگیا تھا؛ سوایسا ہی کیا گیا، اس کا ذخیرہ اِتنا تھا کہ پانی نہ صرف یہ کہ گرم ہوگیا بلکہ کچھ بچ بھی رہا۔(۱)

علامہ ابن خلکان کی روایت اس سے ذرا مختلف ہے مگر ہے بڑی لطیف اور ایمان افروز! وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے حالتِ نزع میں نحیف سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شفیع روزِ محشر محبوب داور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک اَحادیث لکھی ہیں اور ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔

پھر اس پروانۂ شمع رسالت اور کشتۂ عشق نبوت نے بحر محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا، شاید خدائے رحمٰن ورحیم اُس جسم کو نارِ جہنم سے نہ جلائے جس پر اُس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے ذرّے لگے ہوں۔

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔ اس وصیت کو دیکھ کر اس عاشق جگر سوختہ کے حسن طلب پر صد آفرین کہنا پڑتا ہے کہ کس اَدائے دلربائی سے فضل باری کا مطالبہ کیا جارہا ہے! ۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں بھی رخ والضحیٰ اور سرمہ مازاغ والے اپنے پیارے محبوب کی محبت کے یہی انداز عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۴/۳۴۴۔

حضرت عبد الغنی مقدسی علیہ الرحمہ

امام عبد الغنی مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۰ ھ) کے بارے میں آتا ہے کہ وہ وقت کے تئیں نہایت حساس تھے، انھوں نے اپنی زندگی میں کوئی وقت بے فائدہ نہیں گزارا۔

ایک بار کوئی شخص ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ ایک آدمی نے طلاق کا حلف اُٹھایا ہے کہ آپ کو ایک لاکھ اَحادیث یاد ہیں۔ فرمانے لگے: بلکہ اس سے بھی زیادہ۔(۱)

آپ کے معمولاتِ زندگی کے حوالے سے آپ کے شاگردِ رشید ضیاء الدین المقدسی فرماتے ہیں کہ علامہ عبد الغنی مقدسی نے عمر عزیز کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیا۔ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد درسِ قرآن اور کبھی درسِ حدیث میں مصروف ہوجاتے۔ پھر فارغ ہوکر تازہ وضو کرتے اور ظہر سے پہلے پہلے تین سو رکعتیں اَدا فرماتے جن میں صرف سورۂ فاتحہ اور معوذتین کی تلاوت فرماتے۔

تھوڑی دیر آرام کرتے پھر نماز ظہر اَدا کرتے اور مغرب تک حدیث سنانے یا اس کا اِملا کرانے میں جٹے رہتے۔ اگر روزے سے ہوتے تو اِفطار کرتے اور پھر مغرب سے عشا تک اپنی پیشانی کو لذتِ سجود سے آشنا رکھتے۔

نمازِ عشا اَدا کرکے نصف شب یا کچھ اور دیر تک آرام فرماتے، پھر نیند سے بیدار ہوکر ایسا کھڑے ہوجاتے کہ لگتا کسی نے انھیں جھنجھوڑ کر اُٹھایا ہو۔ کچھ دیر نماز اَدا کرکے تازہ وضو بناتے اور پھر کوئی طلوعِ فجر کے قریب تک اپنے مولا کی عبادت میں دل وجاں سے لگے رہتے۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۴/۱۳۷۵۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک شب میں سات سات یا آٹھ آٹھ بار وضو تازہ کرتے اور فرماتے: میں نماز میں اس وقت تک زیادہ کیف وحلاوت محسوس کرتا ہوں جب تک میرے اَعضا (آب وضو سے) تر ہوتے ہیں، پھر فجر سے پہلے ہلکی سی نیند لے کر نمازِ فجر کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔یہی آپ کا زندگی بھر کا معمول رہا۔(۱)

عمرعزیز قابل سوز و گداز نیست

ایں رشتہ رامسوز کہ چندیں دراز نیست

زیادہ لکھنے اور رونے کے باعث نگاہ کمزور ہوگئی تھی۔علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفّاظ میں ان کے ذکرِ جمیل کے تحت لکھا ہے کہ انھوں نے اتنا لکھا کہ اس کی کثرت اِحاطۂ بیان سے باہر ہے۔انھوں نے چالیس سے زیادہ کتابیں لکھیں؛ جن میں بعض کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔

حضرت فخرالدین رازی علیہ الرحمہ

حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۰۶ھ) شخصیاتِ اسلام کی فہرست خصوصاً دنیائے تفسیر میں ایک درخشندہ نام ہے۔شہرت وعروج کے اس مقامِ ہمایوں پر وہ یوں ہی تو نہیں پہنچ گئے!۔اُن کے مندرجہ ذیل تأثر سے وقت کی قدر و قیمت اور ان کی اپنی زندگی کے نظامُ الاوقات کا بآسانی اَندازہ کیا جاسکتا ہے۔وہ فرماتے ہیں :

واللّٰہ اننی أتأسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الأکل، فان الوقت و الزمان عزیز . (۲)

(۱) تذکرۃ الحفاظ:۱۳۷۶/۴۔

(۲) عیون الانباء فی طبقات الاطبا:۳۰۹/۱۔

یعنی اللہ رب العزت کی قسم! کھانا کھاتے ہوئے علمی مشغلہ ترک کرنے کی وجہ سے مجھے بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے کیوں کہ وقت اور زمانہ بڑا نادر سرمایہ ہے۔

حضرت عبدالوہاب بن علی علیہ الرحمہ

حضرت ابواحمد عبدالوہاب بن علی معروف بہ ابن سُکینہ (م ۶۰۹ ھ) معروف ائمہ شوافع میں ہوئے ہیں۔تقویٰ وطہارت،معرفت واِتقان،اور سلوک و ریاضت میں اپنا جواب آپ تھے۔آپ ہمیشہ قبلہ رو مصلّے پر ہوتے،اور قرآن کو ہاتھوں میں لیے عقیدت سے دیکھتے رہتے اور محبت سے پڑھتے رہتے۔عمر عزیز کی قدر کی اور خوب کی۔ جہاں علم ومطالعہ کا مشغلہ رُک جاتا وہاں اِستغفار ودعا کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔(۱)

علامہ ذہبی نے سیر اَعلام النبلاء میں ان کا خوب قصیدہ پڑھا ہے اور بلاشبہہ یہ اُن کا حق تھا۔امام ابن سکینہ کے ایک شاگرد ابن نجار ان کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

> شیخ ابن سکینہ نے بفضلہٖ تعالیٰ عمر دراز پائی تھی۔اپنی تمام مرویات وہ بار بار سنایا کرتے تھے۔مختلف اور دور دراز شہروں سے طلبہ کا ان کے پاس ہمہ وقت ایک ہجوم اُمڈا رہتا تھا۔نظم وضبط نے ان کے اَوقات کو محفوظ کررکھا تھا۔زندگی کا کوئی پل تلاوت وعبادت، ذکر وفکر اور قرآن وحدیث سننے سنانے کے علاوہ کسی اور چیز میں نہ گزرتا۔اہل دنیا کے نہ غم میں شرکت کرتے اور نہ خوشی میں (کہ دونوں کے لیے وقت درکار ہے اور اہل دنیا کی خاطر یہ انھیں گوارا نہ تھا) گھر سے صرف جمعہ،عیدین اور نمازِ جنازہ کے لیے نکلتے۔اکثر روزے سے رہتے۔اور سچی بات

(۱) الوافی بالوفیات:۶/۲۹۰۔

یہ ہے کہ میں (ابن نجار) مشرق ومغرب کے چکر کاٹ چکا ہوں مگر ان سے زیادہ
کامل میری نظر میں آج تک کوئی نہیں گزرا۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی صحیح قدر ان بزرگوں کے دل میں جاگزیں تھی۔اور رہ رہ کر دل کا یہ اِحساس اُبھرتا کہ وقت کہیں ضائع تو نہیں ہو رہا۔وقت کے اسی اِحساسِ اہمیت کی خاطر اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ صرف سلام پر اکتفا کیا کرو،اس سے زیادہ کچھ نہ کہا کرو۔اور ایسا اس لیے تھا کہ عموماً ملاقات کے وقت رسماً خیر و عافیت پوچھی جاتی ہے؛ تاکہ اس میں وقت ضائع نہ ہو۔(۲)

حضرت عبدالعظیم منذری علیہ الرحمہ

حافظ عبدالعظیم منذری علیہ الرحمہ (م ۶۵۶ھ) جلیل القدر محدثین میں سے ہیں۔ قاہرہ کے مشہورِ زمانہ اِدارہ 'دار الحدیث کاملہ' میں کوئی بیس سال تک شیخ الحدیث رہے۔ وقت و زندگی کی آپ کی سی قدر دانی دیکھی نہ گئی۔علم و مطالعہ میں انہماک کا عالم یہ تھا کہ تہنیت وتعزیت کسی موقع پر مدرسہ کی چہار دیواری سے باہر نہ نکلتے؛حتیٰ اپنے لختِ جگر عالم ربانی علامہ رشید الدین کا جب اِنتقال ہوا تو مدرسہ کے اندر ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور مدرسہ کے دروازے تک آ کر اُشک بار آنکھوں کے ساتھ کہنے لگے: بیٹے! اب تو اللہ کے حوالے۔پھر وہیں سے واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئے۔

ان کے تلمیذ رشید اِبراہیم بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ مجھے قاہرہ کے اندر شیخ کے پڑوس میں کوئی بارہ سال رہنے کا اِتفاق ہوا-اور ہمارا گھر ان کے مکان کی اوپری منزل پر تھا-میں نے رات کو جس کسی حصے میں اُٹھ کر دیکھا تو چراغ کی روشنی میں ان کو مصروفِ مطالعہ پایا۔(۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء:۲۱/۵۰۳۔
(۲) سیر اعلام النبلاء:۲۱/۵۰۴بحوالہ: کاروانِ علم اور متاعِ وقت بحذف واِضافہ۔

(۳) بستان العارفین:۱۹۔

ساری زندگی انھوں نے علم ومطالعہ کے لیے وقف کر دی تھی، اور انھوں نے پل پل کو بروئے کار رکھا تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے نوے جلدیں اور سات سو اَجزا تحریر کیے ہیں۔(۱)

حضرت شرف نووی علیہ الرحمہ

حضرت امام نووی علیہ الرحمہ (م ۶۷۶ھ) کا نام تاریخ اسلام کے صفحات پر درخشاں حروف میں رقم ہے۔ وہ ساتویں صدی کے عظیم الشان محدث ہوئے ہیں اور تاریخ اِسلام کی عہد ساز شخصیات کے دھارے میں شامل ہیں۔ انھوں نے سالہا سال شام کے 'دارالحدیث اشرفیۂ' میں درس دیا۔ اور جہاں شیخ تقی الدین سبکی اس تمنا میں جگہ جگہ سجدہ ریز ہوتے رہے کہ شاید ان کی پیشانی ایسی جگہ پڑ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔(۲)

یہ حقیقت ہے کہ خونِ صد ہزار انجم ہوتو سحر اور جگر لہو کرنے سے چشم دل میں نظر پیدا ہوتی ہے۔ امام نووی کی زمانۂ طالب علمی میں جد و جہد کا عالم یہ تھا کہ دو سال تک پہلو کے بل زمین پر نہیں سوئے، بس بیٹھے بیٹھے ہی کچھ آرام کر لیتے اور پھر مطالعہ میں مشغول ہوجاتے۔ زندگی کے مستعار لمحات کو تول تول کر خرچ کیا۔ عالم یہ تھا کہ آتے جاتے بھی وقت بچاتے اور راہ چلتے مطالعہ کرتے رہتے۔(۳)

ہم میں سے ہر کوئی اُن کی تصنیفات خصوصاً ''ریاض الصالحین'' سے واقف ہے۔ کیا آپ کو پتا ہے کہ انھوں نے کل کتنی کتابیں تصنیف کی تھیں؟۔

حضرت امام نووی نے اپنے پیچھے پانچ سو کتابوں کا گراں قدر تحفہ چھوڑا، اور صرف چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ ان کی علمی مصروفیات نے ان کو شادی

(۱) بستان العارفین:۱۹۔ (۲) طبقاتِ شافعیہ:۱۶۶/۵۔

(۳) قیمۃ الزمن عند العلماء:۳۷۔

کا موقع بھی نہیں دیا۔ عالم یہ تھا کہ اُن کی ماں انھیں کھلاتی رہتی تھیں اور وہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے تھے، مصروفیات کے باعث انھیں کھانے پینے کا خیال ہی نہ ہوتا تھا۔

حضرت اِمام نووی کی وفات کے بعد اندازہ لگایا گیا تو چار کا پیاں روزانہ کے حساب سے تالیفی رفتار رہی۔(۱)

حضرت شمس الدین اصبہانی علیہ الرحمہ

یوں ہی علامہ شمس الدین اصبہانی (م ۷۴۹ھ) کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنا کھانا صرف اس لیے کم کر دیا تھا؛ تاکہ کھانے اور پھر اس کے بعد رفع حاجت میں وقت ضائع نہ ہو۔(۲)

حضرت ابن قیم جوزیہ

علامہ ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) نے انسانی زندگی میں وقت کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے بڑی مثالی بات فرمائی ہے کہ سال' درخت کی مانند، مہینے تنے کی طرح، دن ٹہنیوں کے مثل، گھنٹے پتوں کی مانند اور سانسیں پھل کی طرح ہیں؛ لہٰذا جس کی سانسیں نیکیوں میں بیتیں تو ظاہر ہے اس کے درخت کا پھل بھی پاکیزہ وخوش ذائقہ ہوگا، اور اگر ایسا نہیں تو نتیجہ یقیناً برعکس ہی ہوگا۔(۳)

آپ نے مزید فرمایا: وقت کی بربادی' موت سے زیادہ سخت اور مہنگی ہے؛ کیوں کہ وقت کا ضیاع' اِنسان کو اللہ اور اُخروی زندگی سے دور کر دیتا ہے؛ جب کہ موت فقط دنیا اور دنیا والوں سے ہی دور کرتی ہے۔

(۱) قیمۃ الزمن عند العلماء:۲۷۔ (۲) نفس مصدر۔

(۳) موسوعۃ الخطب والدروس:ا۔

حضرت ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ

امام احمد ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پس اِنتقال جب ان کی کتابوں کی تعداد کا ان کی زندگی کے شب و روز کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو ہر دن کے حساب سے نو دفتر بنتے تھے۔(۱)

حضرت ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ

حضرت ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ (م۸۵۲ھ) نویں صدی کے جلیل القدر محدث و مؤرخ ہوئے ہیں۔ مکہ معظّمہ میں زمزم پیتے وقت کی جانے والی دعا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا کہ بعض اہل نظر علما کے خیال میں وہ اِمام ذہبی کے حافظہ پر بھی فوقیت لے گیا؛ حالاں کہ اِمام ذہبی کا حافظہ ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

نو سال کی مختصر سی عمر میں وہ حافظ بن گئے تھے۔ پھر تحصیل حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں حافظ بن کر دم لیا۔ محنت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دمشق میں سو دن رہے اور حدیث کے ایک ہزار جز پڑھ گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا شمار اُن شخصیتوں میں ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو نظام الاوقات کا پابند کردیتے ہیں، اور جنھیں زندگی کے لمحہ لمحہ کی قیمت وصول کرنے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ وقت کی برکت ایسے لوگوں کو عطیہ دی جاتی ہے۔ امام عسقلانی کے گھڑی گھڑی تول

(۱) قیمۃ الزمن عند العلماء۔

کر خرچ کرنے کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب انھیں قلم پر قط رکھنے کی ضرورت پیش آتی تو اتنی دیر بھی وہ بے کار گزارنا گوارہ نہ کرتے ؛ بلکہ فوراً ذکر میں مشغول ہو جاتے ۔(۱)

اب یہ وقت کی سرعت تھی یا وقت کی برکت یا دونوں کی کرامت کہ ایک مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ظہر تا عصر کے درمیانی وقفہ کی دس مجلسوں میں پوری صحیح بخاری ختم کر ڈالی ۔ صحیح مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں مکمل کر لی ۔ اور طبرانی کی معجم کبیر کی ڈیڑھ ہزار اَحادیث سندوں کے ساتھ ظہر اور عصر کے درمیان صرف ایک نشست میں پوری پڑھ ڈالی ۔(۲)

لمحے لمحے کو بروئے کار لانے کے نتیجے میں انھوں نے اپنی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں کے ساتھ بطورِ خاص ''فتح الباری'' چودہ جلدوں میں ''تہذیب التہذیب'' بارہ جلدوں میں ''الاصابہ'' نو جلدوں میں ''لسان المیزان'' چار جلدوں میں اور ''تغلیق التعلیق'' پانچ جلدوں میں تصنیف فرما کر اُمت اسلامیہ کو عظیم تحفہ عطا فرمایا ۔ اور پھر اتنی عظیم خدمت سرانجام دینے کے بعد تواضع کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں :

> میری اکثر تصانیف دوسرے اہل علم کی تصانیف کے بالمقابل ایک کتاب کے برابر بھی نہیں ہیں ، لیکن بس قلم چل گیا ۔

حضرت زکریا بن محمد انصاری علیہ الرحمہ

شیخ الاسلام حضرت زکریا بن محمد الانصاری علیہ الرحمہ (م ۹۲۶ ھ) دسویں صدی کے عظیم الشان محدث اور بعض کے خیال میں اس صدی کے جلیل القدر مجدد ہوئے ہیں ۔ پوری زندگی درس و تدریس ، تصنیف و تالیف اور علمی مشاغل میں مصروف رہے ۔ گو آخر عمر

(۱) ابن حجر العسقلانی : شاکر عبد المنعم : ۱۸۵ ۔

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے۔ بستان المحدثین: ۳۰۳۔

میں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی؛ تاہم بصیرتِ قلبی نے علمی مشاغل کے تسلسل کو پوری آب وتاب کے ساتھ جاری رکھا۔

امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ ان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مجھے کوئی بیس سال شیخ الاسلام زکریا انصاری کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ اس پورے عرصے میں میں نے کبھی انھیں غفلت میں نہیں دیکھا، اور نہ شب و روز میں کبھی انھیں کسی فضول کام میں مصروف پایا۔ بڑھاپے کی کمزوری کے باوصف فرائض کی سنتوں کو ہمیشہ کھڑے ہوکر اَدا کرنے کا اِہتمام فرماتے رہے۔ اوراکثر یہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے نفس کو سستی کا عادی بنانا نہیں چاہتا۔(۱)

وقت کی قدر شناسی کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آپ سے لمبی بات کرتا تو جھٹ فرماتے: اللہ کے بندے! جلدی کرو، تم نے تو ایک زمانہ ضائع کردیا!۔ نتیجے میں آپ نے چالیس سے زائد گراں مایۂ تالیفات اپنے پیچھے یادگار چھوڑی ہیں۔

حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ

خاندانِ ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحبزادے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے ایک ممتاز علمی خانوادے میں آنکھیں کھولیں، جہاں صدیوں سے قال اللہ وقال رسول اللہ کی گل پاشیاں ہورہی تھیں۔ بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ اور کمالاتِ ظاہری و باطنی کی تحصیل سے فراغت حاصل کرکے انھوں نے درس وتدریس کے فرائض اَنجام دینے شروع کردیے۔

(۱) الطبقات الکبریٰ شعرانی: ۱۱۲/۲۔

علمی اِنہاک اور شغف مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ان کے کتب خانے میں کوئی پندرہ ہزار کتابیں تھیں، اور وہ ساری آپ کے مطالعہ سے گزر چکی تھیں۔ ذہانت وذکاوت کا یہ عالم تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں: جن علوم کا میں نے مطالعہ کیا وہ مجھے اَزبر ہیں اور اُن کی تعداد کوئی ڈیڑھ سو ہے۔

عین شباب کے عالم میں مختلف بیماریاں آپ پر حملہ آور ہوئیں؛ مگر شوق کہیے یا کرامت کہ انھوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شدید علالت میں بھی پامردی کے ساتھ جاری رکھا۔ عمر کے آخری مرحلے میں ایک ذرا بیٹھ نہیں سکتے تھے تو ٹہلتے ٹہلتے جویانِ علم کو مستفید کرتے رہتے تھے۔(۱)

حضرت اَحمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

اور پھر اِس گئے گزرے دور میں- جب وقت سے اَرزاں کوئی چیز نہ رہی، مختلف ذرائع سے وقت کا ضیاع' عام ہے، زندگی کی مقصدیت جاتی رہی، اور سلف صالحین کے فرمودات کو صحیح معنوں میں رنگ عمل دینے والے عنقا ہوکر رہ گئے- اللہ تعالیٰ نے برصغیر ہندوپاک کے اندر ایک ایسی متنوع اور ہشت پہل شخصیت پیدا فرمائی جس کا لمحہ لمحہ اِسلام ومسلمین کی صلاح وفلاح کے لیے وقف نظر آتا ہے، جس میں وقت کی قیمت وصول کرنے کی فکر اپنی انتہا پر دکھائی دیتی ہے، اور جس کی خدمات ومعمولات اور وقت کے محتاطانہ اِستعمال کو دیکھ کر اَسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے؛ اور بلا شبہہ وہ بقیۃ السلف بھی ہے اور حجۃ الخلف بھی۔

اس شخصیت کی زندگی کے صبح وشام کو دیکھیں تو عقل ورطہ حیرت میں آجاتی ہے کہ چار سال کی عمر میں اس نے ناظرۂ قرآن ختم کرلیا؛ حالاں کہ یہ عمر عموماً والدین کی آغوش،

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیں: نزہۃ الخواطر: ۷/۳۴۶ تا ۳۴۹۔

بچوں کی سنگت اور گھر کے آنگن میں کھیلنے مچلنے کی ہوا کرتی ہے؛ مگر اس نے زندگی کے ناقدروں کی آنکھیں کھول دیں، اور وقت کی گراں قدری اُجاگر کردی۔

چھ سال کی عمر میں ایک نووارد عرب سے دیر تک فصیح عربی میں گفتگو فرمائی۔ یہ بات جہاں خصوصی فیضانِ ربانی اور عطیہ الٰہی کی مظہر ہے وہیں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ اس بچے نے ایسے علمی خانوادے میں آنکھ کھولی تھی جہاں صبح وشام قال اللہ اور قال الرسول کی صداے دلنواز کانوں میں رس گھولتی تھی اور ہمہ وقت علمی مذاکروں کی محفلیں سجی رہتی تھیں۔ اس بچے نے وقت کا کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اسے عمدگی کے ساتھ بروئے کار لایا اور زندگی و وقت کی مقصدیت کو اس نے ننھی سی عمر ہی سے اہمیت دینا شروع کردی تھی تو نتیجے میں اس کی انگلیوں سے علم وحکمت کے ایسے سوتے پھوٹے جو آج تک کشتِ ایمان وعقیدہ کو سیراب کررہے ہیں۔

آٹھ سال کی عمر میں اس نے فن نحو کی مشہور درسی کتاب 'ہدایۃ النحو' کی عربی زبان میں معرکۃ الآرا شرح لکھی۔ پھر اسی سال اس نے اُصولِ فقہ کی دقیق ترین کتاب مسلم الثبوت کی بھی نفیس و بلیغ شرح تصنیف فرمائی۔ اس میں اُن لوگوں کے لیے بطورِ خاص سامانِ عبرت ہے جو علم وفن کے بہت سے زینے طے کرلینے کے بعد بھی اپنی صلاحیتوں کو بروے کار لانے کے لیے سنجیدہ نہیں ہوتے؛ بلکہ غیر ضروری اور فضول کاموں میں اپنا گراں قدر وقت صرف کرتے نظر آتے ہیں۔

تیرہ سال کی عمر میں اس نے تمام مروّجہ علوم کی تحصیل سے فراغت پاکر باضابطہ اِفتا کا آغاز کردیا؛ بلکہ منصب اِفتا کی ذمہ داری سنبھال لی، اور پھر عمر کے اخیر لمحے تک اس نے علوم ومعارف کے وہ دریا بہائے کہ صدیوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

وقت اور نظام الاوقات کی پابندی اور اپنے معمولات کی اَدائیگی کا حیران کن درجے

تک اس کو اہتمام تھا۔ وقت کے ساتھ وفا کرنے اور زندگی کی مقصدیت کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کا ہی نتیجہ تھا کہ اس نے اپنی حیاتِ مستعار کے اَڑسٹھ سالوں میں ایک سو سے زیادہ علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار سے زائد عظیم وجلیل کتابوں کا تحفہ اُمت مسلمہ کو پیش کیا۔ دنیا اسے آج شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (م۱۳۴۰ھ) کے نام سے جانتی ہے۔

فقہ وشعور اور حکمت و دانش کی محفلیں محدث بریلوی کو کبھی فراموش نہیں کرسکتیں، اور جب تک اس کائنات میں علم وفن اور دین و دانش کے زمزمے بلند رہیں گے، یہ فرہادِ کمال بھی زندہ و پائندہ رہے گا۔

محدث بریلوی بلا مبالغہ اِسلامی تاریخ کی اُن یگانۂ روزگار شخصیات میں سے ایک تھے جن کی عبقریت نہ صرف اِسلامی تاریخ بلکہ اِنسانی تاریخ کے بھی عجائبات میں شمار ہوتی ہے۔ عالم اِسلام کے مشہور فقیہ النفس، مناظر اعظم ہند حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن الرضوی -دامت برکاتہم القدسیہ- نے اس سچائی کو کتنے خوبصورت انداز میں بے نقاب کیا ہے، فرماتے ہیں :

> تاریخ کو حیرت ہے کہ اس نے عہد جدید کی اس چھ سوسالہ مدت میں علم وفن کی الگ الگ فلک آسا شخصیتیں تو دیکھی تھیں، مگر ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا کہ خالص اسلامی ماحول میں جنم لے کر اسی ماحول میں تربیت پانے والا بچہ جس نے بڑے ہوکر بھی محض دین ہی کو اَپنا نصب العین بنائے رکھا ہو، وہ بیک وقت جدیدیت کے بھی تمام شعبوں میں اکسپرٹ ہو۔ اِسلامیات کی جملہ شاخوں میں دادِ تحقیق دینے کے ساتھ ساتھ حیاتیات (biology) حیوانیات(zoology) نباتات (botany) جغرافیہ(geography) طبقات الارض (geology) ہیئت (astronomy) ارثماطیقی (arithmetic) شماریات(statistics) ریاضی(mathematics)

لوگارثم (logariphm) اَقلیدس (geometry) مثلث مسطح (plane
spherecal trigonometry مثلث کروی) (trigonometry
طبعیات (physics) کیمیا (chemistry) صوتیات
(soundwaves) اشعیات (radiology) مناظر و مرایا (optics)
توقیت (timings) موسمیات (meterology) موجودات
(natural science) وغیرہ پر بھی ایسی مکمل دسترس رکھتا ہو کہ اُن میں
سے ایک ایک فن پر زندگی تج دینے والے اَفراد اُس کے علم کے آگے بونے
نظر آئیں۔

میں یہ باتیں محض عقیدت کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں، میری ان باتوں پر ان
کی تقریباً ایک ہزار مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف شاہد عدل ہیں۔ مطبوعہ
تصانیف میں فتاویٰ رضویہ جلد اوّل و جلد چہارم، فوز مبین اور کشف العلۃ کو
اس سلسلے میں خصوصی اِمتیاز حاصل ہے۔

اس اِقتباس کو پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے اَسلافِ اِسلام کا ایک
کارواں گزر رہا تھا اور حضرت محدث بریلوی چلتے چلتے اُن سے پیچھے رہ گئے۔

آتی ہی رہے گی ترے اَنفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

یہ حق ہے کہ علم و کمال کسبی چیزیں ہیں۔ یہ کسی قوم یا فرد کی میراث نہیں۔ جو لوگ بھی
وقت کی قدر و قیمت جان کر جد و جہد کرتے ہیں اور تقویٰ و طہارت کی زندگی اِختیار کرتے
ہیں اللہ جل مجدہ انھیں ضرور نوازتا ہے۔ **و اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین o**

دامن سعادت کی وسعت بھی ہر اِنسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ چمن زیست سے
وہ کتنی گل چینی کر کے دامن بھرتا ہے؛ لہٰذا جو شخص جتنی محنت کرے گا اس کا دامن حیات اتنا

ہی ثمر نصیب ہوگا۔اور یہ قدرت کا عالمگیر قانون ہے جس میں نہ کبھی کوئی تبدیلی ہوئی ہے، نہ ہوگی۔فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلاً ، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلاً o

حضرت سیف یمانی علیہ الرحمہ

حضرت سیف یمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خداے لایزال کا کسی بندے سے اپنی نظرِ رحمت کو ہٹالینا یہ ہے کہ بندہ بے کار باتوں میں مشغول ہوجائے،اور جو اپنے مقصدِ حیات کو فراموش کر کے اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی گزارے،تو اسے ضرور حسرتوں اور ندامتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔(۱)

دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ خوفِ خدا اور حیاۃ بعدالموت پر یقین رکھتے ہیں وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتے۔ ہمہ وقت آخرت سنوارنے اور دنیاوی زندگی سے فائدہ اُٹھانے کی فکر انھیں دامن گیر رہتی ہے،اور یہی فکر انھیں دنیاوی گورکھ دھندوں یا وقت کے ضیاع سے بچالیتی ہے۔

جسے یہ معلوم ہو کہ دنیا فانی ہے اور عمر مختصر ہے وہ غیبت، بہتان،اور جھوٹ وغیرہ میں کیوں کر ملوث ہوگا!۔اور جسے محاسبہ کا ڈر ہے وہ وقت کی قدر کیوں نہ کرے گا، لمحے لمحے کی قیمت کیوں نہ وصول کرے گا،اور اپنی زندگی کی ہر ہر گھڑی کو ثمر بار کرنے میں کیوں نہ مگن رہے گا!۔

---

(۱) طبقات المحدثین باصبہان:۳/۱۵۰حدیث:۷۹۸۔صاحب تفسیر روح البیان:۱/۵۰۰، نیز امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنے مشہورِ زمانہ رسالہ ''ایہا الولد'' میں اسے حدیث رسول کے طور پر پیش کیا ہے...... صفۃ الصفوۃ:۱/۲۷۴، میں یہ حضرت جنید بغدادی کے حوالے سے منقول ہے...... جب کہ غذاء الالباب فی شرح منظومۃ الآداب:۱/۱۰۳میں اسے حضرت حسن بصری کا قول کہا گیا ہے۔اللہ ورسولہ اعلم -چڑیاکوٹی-

حضرت حکیم علیہ الرحمہ

حضرت حکیم کا ایک قول یوں نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے اپنی زندگی میں کوئی دن ایسا گزار دیا کہ جس میں وہ اہلِ حق کو اُن کا حق نہ دے سکا، اَدائیگی فرض سے قاصر رہا، مولا کی حمد وثنا نہ کرسکا، نیکی کے بیج نہ بوسکا، یا علم نہ سیکھ سکا تو اُس کا وہ دن سمجھو عبث چلا گیا اور اس نے اپنی جان پر ظلم وزیادتی کر لی۔(۱)

ڈاکٹر قرضاوی

ڈاکٹر قرضاوی نے وقت کے ضیاع پر نوٹ چڑھاتے ہوئے بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ جو اپنا وقت برباد کرتا ہے وہ خود اپنا قتل (Suicide) کرتا ہے۔ یہ ایک طرح کی سلو پوائزن خودکشی ہے جس کا اِرتکاب وہ لوگوں کے سامنے کرتا ہے؛ لیکن حیرت ہے اسے کوئی سزا نہیں دیتا!۔

بلاشبہہ وقت ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم کردیتی ہے اور تضییع اَوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بنا دیتا ہے۔ یہی منٹ، گھنٹے اور دن جو غفلت اور بے کاری میں گزر جاتے ہیں، اگر اِنسان حساب کرلے تو اُن کی مجموعی تعداد مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے، اگر کسی سے کہا جائے کہ آپ کی عمر سے دس پانچ سال کم کردیے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوگا؛ لیکن وہ معطل بیٹھا ہوا خود اپنی عمر عزیز کو برباد کررہا ہے؛ مگر اس کے زوال پر اس کو کچھ صدمہ وافسوس نہیں ہوتا اور وہ دائمی سوز وگداز میں مبتلا رہتا ہے، تو یہ دراصل ایک سلو پوائزن خودکشی ہی تو ہے۔(۲)

(۱) فتاویٰ الازہر: ۱۰/۳۳۱۔ (۲) الوقت ہو الحیاۃ، یوسف قرضاوی: ۱۱۔

اَیام' عمروں کے صحیفے

کسی بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ لوگوں کو غفلت وکوتاہی برتتے اور دین میں سستی کرتے دیکھتے تو انھیں یہ نصیحت ضرور فرماتے :

الأيام صحائف أعماركم فخلدوها بصالح أعمالكم .(۱)

یعنی لوگو! یہ اَیام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں؛ لہٰذا اچھے اعمال سے ان کو دوام بخشو۔ (کیوں کہ کل بازارِ قیامت میں انھیں کھلنا ہے)۔

بات ایک دانا کی

کسی دانا نے کتنی پیاری بات کہی ہے کہ جتنا جلد ہوسکے اپنے پاس تقویٰ ونیکی کا ذخیرہ کرلو؛ کیوں کہ نہ معلوم رات کی تاریکی تمہیں سپیدۂ سحر کا منہ دیکھنے کی مہلت دے گی یا نہیں؛ (اپنی قوت وجوانی پر اِتراتے نہ پھرو) کیوں کہ بہت سے صحیح سالم بن بیماری' راہی ملک بقا ہوگئے اور بہت سے بیمار' سالوں بقیدِ حیات رہے۔

یوں ہی کتنے وہ بھی ہوتے ہیں جو خود کو بالکل محفوظ جانتے ہوئے صبح وشام کرتے ہیں حالاں کہ ان کا کفن بنایا جاچکا ہوتا ہے، اور انھیں پتا تک نہیں ہوتا۔

(۱) ادب الدنیا والدین: ۱/۱۵۱...... المدہش: ۱/۳۶۹...... التمثیل والمحاضرہ: ۱/۳۲...... زہرۃ الآداب وثمر الالباب: ۱/۸۶۔ بعض حضرات نے اسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوالِ زرّیں میں شامل مانا ہے؛ مگر مجھے تلاشِ بسیار کے باوصف وہ روایت نہیں ملی ۔ التذکرۃ الحمدونیہ: ۱/۶۷...... اور الاعجاز والایجاز: ۱/۸ میں اس کو شاہانِ جاہلیت میں سے مشہور بادشاہ ملک افریدون کا قول بھی قرار دیا گیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ -چریاکوٹی-

ایک بزرگ کی نصیحت

کسی بزرگ نے اپنے فیض یافتگانِ صحبت سے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے جایا کرو تو ایک ساتھ نہ جایا کرو، اپنی اپنی راہیں جدا کرلیا کرو؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی راستے میں قرآن کی تلاوت (یا ذکر واَذکار) کرتا ہوا جائے جب کہ ایک ساتھ جانے میں خطرہ یہ ہے کہ تمھیں باتوں ہی سے فرصت نہ ملے گی!۔(۱)

یورپ واَمریکہ ہمارے خوشہ چیں!

اگر اِنسانی علوم فزکس، کیمیا، ریاضیات، الجبرا، مثلّثات، افلاک، جغرافیہ، تاریخ، اور طب وغیرہ کے میدانوں میں مسلمانوں کے ناقابل فراموش کارناموں کو دیکھا جائے تو عقل، ورطہ حیرت میں پڑ جاتی ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کی صبح وشام کو کتنا منظّم کر رکھا تھا، اور اپنے وقت کو کتنی وفاداری اور ذمہ داری سے استعمال کیا تھا؛ نتیجتاً وہ نہ صرف اپنے زمانے پر سبقت لے گئے بلکہ اپنے پیچھے دنیا والوں کے لیے وہ علمی خزانہ چھوڑا کہ یورپ و اَمریکہ کی علمی وسائنسی ترقی کا سارا مدار اسی پر ہے۔

فرزندانِ اسلام کے تاریخی کارنامے

یہ دیکھیں اندلس کے عظیم مسلمان سائنس داں ابن رشد ہیں جنھوں نے سورج کی سطح کے دھبوں (Sun spots) کو پہچانا۔ عیسوی کلینڈر کی اِصلاحات عمر خیام نے مرتب کیں۔ سورج اور چاند کی گردش، سورج گہن، علم المیقات (Time keeping) اور

(۱) صید الخاطر: ۱/۱۶۲۔

بہت سے سیاروں کے بارے میں غیر معمولی سائنسی معلومات بھی البتانی اور البیرونی جیسے نامور مسلم سائنس دانوں نے فراہم کیں۔

مغرب کے دورِ جدید کی مشاہداتی فلکیات (Observational astronomy) میں استعمال ہونے والا لفظ Almanac بھی عربی الاصل ہے۔ یہ نظام بھی اَصلاً مسلم سائنس دانوں نے اِیجاد کیا تھا۔ اس باب میں شیخ عبدالرحمٰن الصوفی، اور ابن الہیثم کی خدمات ناقابل فراموش سائنسی سرمایہ ہیں۔

علم ہیئت وفلکیات اور علم نجوم کے ضمن میں اندلسی مسلمان سائنس دانوں میں اگرچہ علی بن خلاف اندلسی اور مظفرالدین طوسی کی خدمات بڑی تاریخی اہمیت کی حامل ہیں؛ تاہم ان سے بھی بہت پہلے تیسری صدی ہجری میں قرطبہ کے عظیم سائنس داں عباس بن فرناس نے اپنے گھر میں ایک کمرہ تیار کر رکھا تھا جو دورِ جدید کی سیارہ گاہ (Planetarium) کی بنیاد بنا۔ اس میں ستارے، بادل اور بجلی کی گرج چمک جیسے مظاہر فطرت کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا تھا۔ یاد رہے کہ عباس بن فرناس یہ وہی عظیم سائنس دان ہے جس نے دنیا کا سب سے پہلا ہوائی جہاز بنا کر اُڑایا تھا۔

الغرض حساب، الجبرا جیومیٹری میں الخوارزمی، البتانی، ابوالوفا الکندی، ثابت بن القراء، الفارابی، عمر خیام، نصیر الدین طوسی، ابن البنا، المراکشی، ابن حمزہ المغربی، ابوالکامل المصری، ابراہیم بن سنان، ابن الصفار، ابن بدر......علم طبیعیات، میکانیات اور حرکیات میں ابن الہیثم، ابن سینا، الکندی، نصیر الدین طوسی، ملا صدرہ، محمد بن زکریا رازی، البیرونی، ابوالبرکات بغدادی ......علم بصریات میں ابن الہیثم، کمال الدین الفارسی، قطب الدین شیرازی، القزوینی......علم النباتات میں الدینوری، الغفقی، الادریسی، ابن العوام، ابوعبداللہ تمیمی، ابوالقاسم العراقی، عبداللہ بن عزیز البکری، ابن الرومیہ، ابن بکلارس......علم الطب میں الرازی، ابوالقاسم الزہراوی، ابن سینا، ابن رشد،

اور الکندی، البیرونی، علی بن عیسیٰ بغدادی، عمار الموصلی، ابن النفیس، ابن النباش......علم اَدویہ سازی میں ابن بیطار، ابوبکر محمد بن زکریا رازی، علی بن عباس، ابوالقاسم خلاف بن عباس الزہراوی، ابومروان ابن ظہر، ابن رشد، ابن الجزار، ابن ماجہ......علم الجراحت میں ابوالقاسم بن عباس الزہراوی......علم الامراض میں علی بن عیسیٰ، اسحٰق بن سلیمان......اور علم الکیمیا میں خالد بن یزید، امام جعفر الصادق، جابر بن حیان، ابومشعر، سہروردی، ابن عربی، الکاشانی، محمد الازدی، اور الرازی جیسے مشہور و معروف نام بطورِ مشتے اَز خروارے پیش کیے گئے ہیں۔ ورنہ مختلف شعبہ ہائے تحقیق میں صرف ایک اِسلامی شہر 'اندلس' کے مسلم سائنس دانوں کی تعداد ایک سو اکیاون (۱۵۱) کے قریب شمار کی گئی ہے۔

اِک معمہ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

اَب المیہ یہ ہوا کہ جب ان عظیم مسلمانوں کے کارنامے لاطینی اور دیگر زبانوں میں منتقل ہوئے تو ایک خاص مقصد کے پیش نظر مسلم سائنس دانوں کے نام بھی بدل دیے گئے۔ مثلاً رازی کو Razez, ابن سینا کو Avinenna, ابوالقاسم کو Abucasis اور ابن الہیثم کو Alhazen بنا دیا گیا۔ اسی طرح عربی اِصطلاحات بھی تراجم کے ذریعہ تبدیل ہوگئیں۔ نتیجتاً آج کا کوئی مسلمان یا مغربی سائنس دان جب تاریخ میں ان ناموں اور اصطلاحات کو پڑھتا ہے تو وہ یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ یہ سب اِسلامی تاریخ کا حصہ ہے اور یہ اَسما' عربی الاصل (Arabic Origin) ہیں۔

اس لیے یہ بات یقین کی ہمالیائی قوت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آج جو قومیں بھی ترقی کی جن شاہراہوں پر گامزن ہیں، چاہے اس کا تعلق سائنس اور فلسفہ سے ہو یا فلکیات وعمرانیات سے یا نفسانیات وریاضیات سے ان سب کے بنیادی مراحل کی تعمیر میں اسلامی تاریخ کی علمی محنتوں کا خون شامل ہے۔

کتابیں اپنے آباء کی......

آپ نے پڑھا ہوگا، نہیں تو سنا ضرور ہوگا کہ مشہور محدث ابن شاہین نے صرف روشنائی اتنی استعمال کی کہ اس کی قیمت سات سو درہم بنتی تھی......امام محمد کی تالیفات ایک ہزار کے قریب ہیں......ابن جریر نے زندگی میں تین لاکھ اٹھاون ہزار اوراق لکھے...... علامہ باقلانی نے صرف معتزلہ کے رد میں ستر ہزار اوراق لکھے۔

چوتھی صدی کے حافظ و ادیب علامہ ابن الانباری نے اپنے پیچھے بہت سی کتابیں یادگار چھوڑیں جن میں ''غریب الحدیث'' پینتالیس ہزار ورق پر، ''شرح الکافی'' ہزار ورق پر، اور ''کتاب الجاہلیات'' سات سو ورق پر مشتمل تھی۔

پانچویں صدی کے نامور مالکی محدث عبد الرحمٰن بن محمد معروف بہ ابن فطیس نے درجنوں کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں چند ایک یہ ہیں: فضائل التابعین ایک سو پچاس جز، کتاب المصابیح سو جز، اسباب النزول سو جز، مسند قاسم بن اصبغ العوالی ساٹھ جز، مسند حدیث محمد بن فطیس پچاس جز، کتاب الاخوۃ چالیس جز، کرامات الصالحین تیس جز، اعلام النبوۃ ودلالات الرسالۃ دس جز، اور الکلام علی الاجازۃ والمناولۃ متعدد اجزا میں۔

چھٹی صدی کے معروف محدث و مورخ علامہ ابن عساکر کی چھوٹی بڑی تصنیفات بھی بہت زیادہ ہیں۔ ان میں ''تاریخ مدینۃ دمشق'' اَسّی جلدوں میں، ''الموافقات علی الائمۃ الثلاث الثقات'' چھ جلدوں میں، ''الاشراف علی معرفۃ الاطراف'' چار جلدوں میں، ''عوالی مالک'' پچاس جز، ''تہذیب الملتمس'' اکتیس جز، ''مناقب الشبان'' پندرہ جز، ''غرائب مالک'' دس جز، ''کتاب المسلسلات'' دس جز، ''تشریف یوم الجمعۃ'' سات جز، ''الاربعون الطّوال'' تین جز، ''الاحادیث المتخیرۃ فی فضائل العشرۃ'' دو جزؤں پر مشتمل ہے۔

آٹھویں صدی کے مشہورِ زمانہ محدث و مورخ اِمام ذہبی نے اپنی سینکڑوں تصانیف میں ''تاریخ اسلام'' پچپن جلدوں میں ''سیر اعلام النبلاء'' بیس جلدوں میں اور ''میزان الاعتدال''، ''تحریم الادبار'' اور ''تذکرۃ الحفاظ'' دو دو جلدوں میں دنیا کے سامنے پیش کی۔

نویں صدی ہجری کے مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی کی ''فتح الباری'' چودہ جلدوں پر ''تہذیب التہذیب'' بارہ جلدوں پر ''الاصابہ'' نو جلدوں پر ''لسان المیزان'' چار جلدوں پر اور ''تغلیق التعلیق'' پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

الغرض اُمت مسلمہ میں علمی ذوق اس حد تک فروغ پا گیا تھا کہ حکم قرآنی ''عَلَّمَ بِالْقَلَم'' کا اِشارہ پا کر مسلم اہل علم نے 'قلم' کی تاریخی تحقیق کا بھی حق اَدا کر دیا۔ یہاں تک کہ نویں صدی ہی کے ایک عظیم عالم ربانی اِمام عبدالرحمٰن بن علی بسطامی حنفی علیہ الرحمہ (م ۸۵۸ھ) نے اپنی دیگر سینکڑوں تصانیف کے ساتھ ابوالبشر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اپنے دور تک قلم کے جملہ مناہج و اَسالیب کی تاریخ پر ایک مستقل ضخیم کتاب لکھ ڈالی جس کا نام رکھا: ''مباہج الاعلام فی مناہج الاقلام''؛ جس کے اندر انھوں نے ایک سو پچاس (۱۵۰) سے زائد قلموں اور ان کے اَدوار و اَحوال کی تاریخ مرتب کی ہے۔ غالباً یہ کائناتِ انسانی میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔ اس کا مخطوطہ یونیورسٹی آف لیڈن (ہالینڈ) میں محفوظ ہے۔

تصنیفی میدان میں یہ مسلمان مصنّفین کی عظیم تصنیفات کا کچھ تذکرہ ہے جو حوادثِ زمانہ سے بچ رہا تھا؛ ورنہ تاریخ بتاتی ہے کہ تاتاریوں نے جب بغداد کا رخ کیا تو انھوں نے اِنسانوں کی تباہی کے ساتھ ساتھ بغداد کے عظیم اِسلامی کتب خانوں کو بھی دریاے دجلہ کی پرشور لہروں کے حوالے کر دیا تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ ایک عرصہ تک اس کا ایک کنارہ خونِ مسلم سے سرخ اور دوسرا کتابوں

کی روشنائی سے سیاہ ہوکر بہتا رہا؛ تاہم زمانے کی اس خرد برد سے بچے ہوئے ذخیروں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، جن کا ایک بڑا حصہ یورپ کے کتب خانوں کی زینت ہے۔ جنھیں دیکھ کر ڈاکٹر اقبال نے دردآگیں لہجے میں کہا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تصنیف کے اس مشغلہ کے ساتھ ان کی زندگی دیگر ضروریات سے فارغ تھی۔ جہاں لکھنے والوں نے اُن کے اِن عظیم کارناموں کا ذکر کیا وہیں سوانح نگار مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ شب و روز سینکڑوں نوافل، شب خیزی و اَشک ریزی اور مختصر مدت میں قرآن مجید کا ختم ان کے معمولاتِ زندگی میں داخل تھے۔ وہ جہاں اقربا کی اَدائیگی حقوق کا اہتمام فرماتے، وہیں طلبہ وعوام کے لیے علمی مشغلہ کا بھی مستقل انتظام کیا کرتے تھے۔

پھر آج کے دور کی سہولتوں کا اگر اُس دور کی پر مشقت زندگی سے موازنہ کیا جائے تو زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اُس زندگی کی راتیں روشنی کی زبوں حالی کا شکار تھیں۔ کہاں آج یہ بجلی کا جھلمل کرتا ہوا عالم اور کہاں وہ ٹمٹماتے چراغ کی اُداس روشنی! آہ اس چراغ کا اِنتظام بھی ہر ایک کے بس کی بات کہاں تھی، لوگ پاسبانوں کی قندیلوں کی روشنی میں رات رات بھر مطالعہ کرتے، اور لکھتے پڑھتے پائے گئے...... یہ بھی نہیں کہ ان کی عمروں نے ان کی زندگیوں کے ساتھ وفا زیادہ کی، نہیں نہیں اکثر کی زندگیوں نے وہی ساٹھ ستر کے درمیان بہاریں دیکھ کر اپنا سفر ختم کر دیا جس کی پیشین گوئی نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی اُمت کے متعلق فرمائی تھی :

أعمار أمتي ما بين ستين إلى سبعين و أقلهم من يجوز ذٰلک .

یعنی میری اُمت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہوں گی۔ اور بہت کم لوگ ہی

اس سے آگے بڑھیں گے۔(۱)

پھر یہ بھی نہیں کہ وہ دنیا کے جھمیلوں سے فارغ تھے بلکہ دنیا اپنے سارے جھمیلوں اور رنگینیوں سمیت آتی رہی؛ تاہم اس سے ان کے عشقِ علم کے دامن پر کوئی حرف نہیں آیا کہ علم ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، نت نئی تحقیقات ان کی محنتوں کا مرکز تھیں اور فکر ونظر کی نئی نئی راہوں کی تلاش ہی اُن کی جدو جہد کی منزل تھی۔

بڑے بڑے سرکاری منصب وعہدے صرف اس وجہ سے ٹھکرا دیے کہ ان سے ان کا علمی ماحول متأثر ہونے کا خدشہ تھا۔ بہتوں کو اسی مصروفیت نے رشتہ اِزدواج سے محروم رکھا۔علم کے اِس جذبے،اور محنت کے اِس عزم وحوصلے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر بات یہ تھی کہ ان کی زندگی نظام الاوقات کی پابند تھی، وقت کے تئیں وہ حساس تھے اور زندگی کی ایک ایک سانس کی قیمت وصول کرنے کی انھیں فکر دامن گیر تھی،اور دراصل یہی راز تھا ان کے عظیم تصنیفی اور تعمیری کاموں کا!۔

کروروں رحمتیں نازل ہوں ان بزرگوں پر جن سے ہماری درخشندہ تاریخ کی عظمتیں وابستہ ہیں اور جن کے نشاناتِ قلم آج بھی بھٹکے ہوئے آہوؤں کو سوئے حرم کا پتہ دے رہے ہیں۔

مسلم خوابیدہ اُٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو

وسائل واَفراد کی ہزار فراوانی کے باوصف جب ہم اپنے عہد کے تعمیری اور تصنیفی کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو بات کسی عربی شاعر کی اس شکوہ سنجی پر آ کر رک جاتی ہے۔ رح

(۱) سنن ترمذی:۵۵۳/۵حدیث:۳۵۵۰......سنن ابن ماجہ:۱۴۱۵/۲حدیث:۴۲۳۶......صحیح ابن حبان:۲۴۷/۷ حدیث: ۲۹۸۰...... مستدرک حاکم: ۴۶۳/۲ حدیث: ۳۵۹۸...... مسند ابویعلی موصلی: ۲۴۳/۱۲ حدیث:۵۸۵۵......مسند شہاب قضاعی:۱۷۲/۲حدیث:۲۵۰......مشکوۃ المصابیح:۱۴۴/۳حدیث:۵۲۸۰۔

قلت قراطيسكم أم جف حبر كمو

أم كاتب مات أم أقلامكم كسرت

یعنی لوگو! تمہارے کاغذ میں کمی واقع ہوگئی، یا تمہاری روشنائیاں سوکھ گئی ہیں۔ لکھنے والے راہی ملک بقا ہوگئے یا تمہارے قلم کی نبیں ٹوٹ گئی ہیں، (آخر یہ علمی وفکری جمود وتعطل کیوں ہے؟)۔

الغرض! ہمارے اَسلاف واَکابر اور سلاطین واَساطین کی نگاہوں میں وقت کی قدر و قیمت بہت زیادہ تھی، اور ان کے یہاں وقت کا جو پیمانہ نظر آتا ہے ایسا لگتا ہے شاید وہ اُنہی پر ختم ہوگیا، اس کے وارثین نہیں رہے۔ کسی بزرگ نہیں کتنے پتے کی بات کہی ہے :

الوقت كالسيف إن لم تقطعه قطعك .

یعنی وقت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی تلوار کہ اگر تم نے (عمل مبرور اور سعی مشکور کی خاطر) اس کا صحیح استعمال نہیں کیا تو وہ (ذلت وخسران کی شکل میں) تمہیں ہی نیست ونابود کردے گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک اہل اِسلام، وقت کے تئیں حساس وحریص رہے اور اِسلامی تعلیمات کے سانچے میں خود کو ڈھالے رکھا، انھوں نے فوز وفلاح اور شوکت وکامرانی کے وہ دن دیکھے کہ پوری تاریخ اِنسانی مل کر شاید اس کی نظیر پیش کر سکے۔

بیس سال کی مختصر سی مدت میں دعوتِ اسلامی کا غلغلہ اتنا بلند ہوا کہ جزیرۂ عرب کا چپہ چپہ اِسلام کی خوشبو سے مہک اُٹھا، اور اِسلام کے جاں بازوں نے عالم کفر سے آنکھ ملاتے ہوئے فارس وروم کی ظالم وجابر قوتوں کی کلائیاں مروڑ کر رکھ دیں۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ غلبہ اِسلام کا پھریرا چہار دانگ عالم میں لہرانے لگا۔ یہ سب برکتیں تھیں وقت کی تنظیم کی، اور ایک کامل نظامِ حیات کے تنفیذ کی۔

اِسلام کی تیرہ صدیاں اتنی درخشندہ روایات کی حامل یوں ہی تو نہیں رہیں کچھ تو اس کے اَسباب رہے ہوں گے۔ وقت کے ساتھ ان اکابرین کی وفاداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرنے کے بعد بھی وقت نے انھیں مرنے نہیں دیا۔

بلا شبہہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُمت مسلمہ کی بنیاد مضبوط کرنے میں کلیدی کردار اَدا کیا ہے اور انھیں کے دم قدم سے آج اسلام کی شمع دنیا کے ہر گوشے میں فروزاں ہے۔ اگر وہ بھی ہماری طرح عاقبت نا اندیش، ٹائم پاس کرنے والے اور وقت کا قتل عام کرنے والے ہوتے تو شاید اِسلام کے قدم بساطِ عالم پر اتنی تیزی سے نہیں پھیلتے!۔

کامیابی کی اَساس؛ وقت کا اِحساس

جن شخصیات نے دین یا دنیا کے متعلق نمایاں خدمات سرانجام دیں ان کی صفاتِ حسنہ میں سب سے اہم صفت وقت کی قدردانی ہے۔ یہی وصف تمام ترقیوں کی اَساس ہے۔ دنیوی زندگی میں ملنے والا وقت بے بدل نعمت ہے۔ آخرت میں دراصل اسی وقت کی کمائی کھائی جاتی ہے۔ چار دن کی اس عمر مستعار پر اگلی دائمی زندگی کا حال موقوف ہے۔ اس زندگی کے عمل سے وہ زندگی بنے گی؛ کیوں کہ ’’یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے‘‘۔ خوش نصیبی کی نمایاں علامت یہ ہے کہ وقت کا صحیح اِنضباط و اِہتمام ہو اور اسے ہمت و خلوص سے نبھایا جائے۔

وقت دراصل مہلت عمل کا نام ہے۔ اپنی ذات کے اعتبار سے نہ اس میں خیر ہے اور نہ شر؛ البتہ وقت کے اندر اَدا کیے گئے عمل کی نوعیت کے اِعتبار سے اس کے خیر و شر کا تعین ہوتا ہے۔ آج دنیا میں جن لوگوں کی تصانیف و تجربات سے فائدہ اُٹھا کر دین و دنیا کے فوائد حاصل کیے جا رہے ہیں یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے وقت کی قدر و قیمت کو جانا اور اس سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر اپنے آپ کو قیمتی بنایا؛ اس لیے آج ہم ان کے علوم و تجربات کے

خوشہ چین ہیں اور انھیں خراجِ عقیدت پیش کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔علوم وفنون کی وہ کتابیں جنھیں آج ہم اپنی کاہلی اور سستی کے سبب پڑھ بھی نہیں پاتے' وقت کی قدر و قیمت جاننے ہی کے نتیجے میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

کچھ دیر مغربی لمحہ شناسوں کے ساتھ

مشہور فرانسیسی فلسفی اَدیب وولٹائر نے اپنی کتاب ''زیڈگ...... تقدیر کا ایک بھید'' میں ایک دلچسپ سوال وجواب ذکر کیا ہے۔

میگی نے زیڈگ سے سوال کیا: دنیا کی چیزوں میں سے وہ کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ طویل ہے؛ مگر مختصر بھی...... سب سے زیادہ تیز رفتار بھی ہے اور سست ترین بھی...... سب سے زیادہ تقسیم ہوجانے والی بھی ہے اور سب سے زیادہ کھنچ جانے والی بھی...... سب سے زیادہ نظر اَنداز بھی کی جاتی ہے؛ مگر اسی کا سب سے زیادہ افسوس بھی ہوتا ہے۔ایسی چیز جس کے بغیر کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا، جو معمولی چیزوں کو ختم کردیتی ہے؛ مگر غیر معمولی چیزوں کو دوام بخش دیتی ہے؟۔

زیڈگ نے بلا تردد جواب دیا: ''وقت''۔ اور پھر اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے: وقت سے زیادہ طویل کوئی شے نہیں؛ کیوں کہ یہ اَبدیت کا پیمانہ ہے......اور اس سے زیادہ مختصر کوئی شے نہیں؛ کیوں کہ یہ ہمارے منصوبوں اور آرزوؤں کی تکمیل کے لیے ہمیشہ ناکافی ثابت ہوتا ہے......اس سے زیادہ سست رفتار کوئی چیز نہیں اس کے لیے؛ جو کسی اُمید یا کسی کے اِنتظار میں ہو......اس سے زیادہ تیز رفتار کوئی شے نہیں اس کے لیے؛ جو خوشی ومسرت کے لمحات میں ہو......طول میں یہ اَبدیت تک جا پہنچتا ہے اور چھوٹا ہونے کی بات ہو تو سیکنڈ کے ہزارویں کیا کروڑوں اَربوں حصے میں تقسیم ہوسکتا ہے...... ہر شخص

اسے نظر انداز کرتا ہے اور سب ہی اس کے ضائع ہونے پر کف افسوس ملتے ہیں...... وقت کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا...... یہ ہر معمولی واقعے کو آئندہ نسل میں منتقل ہونے سے قبل ہی طاقِ نسیاں کے حوالے کر دیتا ہے، اور ہر ایسے عمل کو لافانی بنا دیتا ہے جو واقعی عظیم ہو۔

واشنگٹن کے سیکریٹری نے ایک مرتبہ چند منٹ دیر سے آنے کا یہ عذر پیش کیا کہ دراصل اس کی گھڑی پیچھے تھی۔ واشنگٹن نے اس سے کہا: یا تو تم اپنی گھڑی بدل لو؛ ورنہ مجھے اپنا سیکریٹری بدلنا پڑے گا۔

فرینکلن نہایت محنتی، انتھک کام کرنے والا، اور اَوقات کا بے حد پابند تھا۔ وہ اپنی زندگی کا ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتا تھا۔ کھانے اور سونے کے لیے کم سے کم وقت جو دیا جا سکتا تھا دیتا تھا۔ جب وہ بچہ تھا تو ایک مرتبہ اپنے والد کو دیر تک کھانے کی میز پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ ہر ایک پیالے پر خدا سے برکت کی دعا مانگ رہا تھا۔ فرینکلن نے گھبرا کر اپنے والد سے پوچھا: آپ برکت کی یہ دعا تمام پیالوں پر ایک ہی دم ہمیشہ کے لیے نہیں مانگ سکتے، اس طرح بہت سا وقت بچ جائے گا۔

فرینکلن نے اپنی سب سے اچھی تصانیف جہاز میں سفر کرتے ہوئے لکھی ہیں۔

دنیائے یوروپ میں ''کھانے سے پہلے پانچ منٹ'' نامی کتاب نے کافی شہرت حاصل کی، اس کے مشمولات کیا ہیں وہ تو کتاب پڑھ کر معلوم ہوں گے؛ مگر اس کا باعث تصنیف یہ ہوا کہ جب اس کا مصنف' کھانے کے لیے دسترخوان پر بیٹھتا تو اس کی بیوی طرح طرح کی ڈشیں تیار کرنے میں خاصا وقت لے لیتی تھی، اس نے سوچا اتنا قیمتی وقت صرف کھانے کے اِنتظار میں گزار دینا دانشمندی نہیں؛ چنانچہ اس نے ان پانچ منٹوں کو جب صحیح مصرف میں لانے کا اِہتمام کیا تو اس کے قلم سے وہ شہ پارہ نکلا جو آج پوری دنیائے یورپ سے خراجِ تحسین وصول کر رہا ہے۔

خواتین اِسلام اور وقت کی قدر وقیمت

وقت کی نگہداشت اور اُسے عمل خیر میں صرف کرنے کا جذبہ ولگن صرف اُمت کے مردوں ہی میں محدود نہیں بلکہ آقا علیہ السلام کی اُمت کی بہت سی عورتیں بھی ایسی ہوئی ہیں جن کے یہاں وقت کی قدر ومنزلت کا تصور نمایاں نظر آتا ہے، اور وقت کا بہترین استعمال کر کے وہ تاریخ اسلام کے صفحات کا اَنمٹ حصہ بن گئی ہیں۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ رکھنے والوں پر عیاں ہوگا کہ اِبتدائے اسلام سے لے کر عصر رواں تک سینکڑوں ہزاروں پردہ نشیں مسلم خواتین نے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اکتسابِ عمل وفن سے لے کر میدانِ جہاد میں شرکت تک ہر شعبہ زندگی میں حصہ لیا اور اِسلامی معاشرہ کی تعمیر وتطہیر میں اپنا بھر پور کردار اَدا کیا۔ ذیل میں مشتے نمونہ اَز خروارے کے بطور چند ایک خواتین اِسلام کے اَحوال پیش کیے جاتے ہیں :

حضرت نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا

عہد رسالت مہد میں کچھ ایسی خواتین بھی ہوئی ہیں جو وقت کی تنظیم اور اس کی نگہداشت میں اپنا جواب آپ تھیں۔ یہ دیکھیں نسیبہ بنت کعب اَنصاریہ (م ۱۳ھ قریباً) ہیں۔ عالمہ ہونے کے ساتھ مجاہدہ بھی تھیں، شجاعت وبہادری ان کا خاص وصف اور اِمتیاز تھا۔ انھیں بہت سے غزوات میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہ جنگوں میں جا کر مریضوں کی دیکھ بھال کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں، اور ضرورت پڑنے پر صنف نازک ہونے کے باوجود بڑی بے جگری سے دشمنوں سے قتال بھی کیا کرتی تھیں؛ حتیٰ کہ جنگ یمامہ کے گھمسان کے رن میں آپ کا ایک ہاتھ بھی شہید ہوگیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جہاں بھی غلبہ اِسلام اور اِعلاے کلمۃ الحق کے لیے کسی قسم کی قربانی کی ضرورت پیش آئی، تو نہ صرف یہ بلکہ شوہر بچے سمیت ان کا سارا خانوادہ صف اوّل میں نظر آیا۔

بہت سے صحابہ اور بصرہ کے کبار تابعین ان سے غسل میت دلواتے تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں تحریر فرمایا ہے۔ صاحبزادیِ رسول حضرت زینب کو غسل دینے کی سعادت انھیں ہی نصیب ہوئی تھی۔(۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اور پھر امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ) کا کیا کہنا؛ وہ تو ہر اول دستہ کی سرخیل ہیں۔ ان کی علمی لیاقت و قابلیت کو دیکھا جائے تو آسمانِ فضل وکمال کی بلندیوں پر ستاروں کی مانند چمکتی دکھائی دیتی ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن سے جو والہانہ محبت تھی وہ ظاہری حسن وجمال کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ ذاتی علم وفضل کا کمال تھا جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں تھی۔ اور پھر آقا علیہ السلام کے پردہ فرما جانے کے بعد وہ صحابۂ کرام کا محل اِستشہاد تھیں۔ جب بھی اَصحابِ رسول فقہ وفرائض اور شعر واَدب وغیرہ کے کسی مسئلے میں اُلجھتے تو سیدھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں رجوع کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے فتاوے جاری کرتیں اور خصوصی درس دیا کرتی تھیں، یہی نہیں بلکہ آپ نے صحابۂ کرام کے تسامحات کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔

(۱) الاعلام زرکلی: ۱۹/۸...... سیر اعلام النبلاء: ۳۱۸/۲...... الاصابۃ ۴۷۶/۴...... اسد الغابۃ: ۳۶۷/۴...... تہذیب التذیب: ۴۵۵/۱۲۔

علامہ جلال الدین سیوطی اور امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے اس موضوع پر ''الاصابۃ فیما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ'' کے نام سے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

بلاشبہہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم کا بحر ناپیدا کنار تھیں۔ علم نبوت کو اپنی روحانی اولادوں تک پہنچانے میں انھوں نے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ علم کے پھیلاؤ کے لیے انھوں نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں اور بعد میں آنے والوں کے لیے روشنی کے مینار قائم کیے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں، دین کے فرائض، فقہی مسائل اور قرآن کی آیات کے متعلق جو عالمانہ شان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیکھی، وہ شان مجھے کسی اور میں نظر نہیں آئی۔(۱)

کہا گیا ہے کہ اگر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم کائنات بھر کی عورتوں کے علم کے برابر رکھ کر وزن کیا جائے تو آپ کے علم کا پلڑا وزنی ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم وفضل کی اس بلندی پر کیسے پہنچیں اور حدیث رسول کے مشہور رُواۃ میں کیسے شامل ہوگئیں یقیناً اس میں اُن کے اپنے وقت کو صحیح مصرف میں لانے اور وقت کی قدر ومنزلت کرنے کا بڑا دخل ہے۔ اسی طرح ساری اُمہات المومنین نے اَحکامِ دین اور قوانین شریعت کی تبلیغ وترسیل میں ممتاز کردار اَدا کیا ہے؛ اور اُن میں ہر ایک سے کچھ نہ کچھ اَحادیث مروی ہیں۔

حضرت زینب بنت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

یہ دیکھیں سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ربیبہ حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (م۷۳ھ) ہیں جن کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے وقت میں مدینہ کی سب سے بڑی فقیہہ خاتون تھیں۔

(۱) طبقاتِ کبریٰ ابن سعد: ۲/ ۳۷۵۔

حضرت عمرۃ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہا

یوں ہی انصاریہ فقیہہ حضرت عمرۃ بنت عبد الرحمٰن بن اَسد رضی اللہ عنہا (م ۹۸ھ) کے بارے میں طبقاتِ ابن سعد کے اندر موجود ہے کہ وہ دین کی بڑی عالمہ اور مسائل میں فقیہانہ شان رکھتی تھیں۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خاص تربیت یافتہ اور اُن سے مروی اَحادیث کی امین تھیں۔(۱)

حضرت اُم الدرداء رضی اللہ عنہا

حضرت اُم الدرداء کا شمار فہم وفراست، زہد وتقویٰ اور دانش وبینش رکھنے والی خواتین میں سرفہرست ہوتا تھا۔ فضل وکمال اور علم وعمل سے انھیں حصہ وافر عطا ہوا تھا۔ وقت کے اوپر ان کی گرفت بھی بہت مضبوط تھی۔ اپنی پوری زندگی کو انھوں نے نظام الاوقات کا پابند بنا رکھا تھا۔ عالم یہ تھا کہ اپنے شوہر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ فقہ وحدیث کے درسوں میں جانے کا خاص اِہتمام کیا کرتی تھیں۔(۲)

حضرت جلیلہ بنت علی رضی اللہ عنہا

عالمات کی فہرست میں حضرت جلیلہ بنت علی بن حسن بن حسین کا نام نہایت روشن ہے۔ اہل علم کا ان کے بارے میں متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے دور کی عظیم محدثہ، اور قرآن کی بہترین قاریہ تھیں، حدیث کی تلاش وجستجو میں انھوں نے عراق وخراسان کے شہروں تک کی گرد چھان ڈالی تھی۔ امام سمعانی نے ان کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بچوں کو قرآن کریم کی خاص تعلیم دیا کرتی تھیں۔

(۱) طبقاتِ ابن سعد: ۴۸۰/۸۔ (۲) العبر فی خبر من غبر: ۱۶/۱...... الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۱۲۸/۲۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ بعض خواتین اسلام نے وقت کی قدر کرتے ہوئے فقہ و حدیث میں وہ مقام و مرتبہ حاصل کیا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ جیسے امام اُن کے خوانِ علم کے خوشہ چیں نظر آتے ہیں۔

حضرت نفیسہ بنت حسن علیہا الرحمہ

امام شافعی کی جلالت شان، فقہی مقام اور حدیث میں ان کا تبحر دیکھئے مگر وہ بھی نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسین بن علی بن ابی طالب (م ۲۰۸ھ) کے سلسلہ فیض سے بندھے نظر آتے ہیں۔ اور یہ سن کر تو حیرت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایک اُمیہ تھیں، اس کے باوجود وہ قرآن اور بہتیری حدیثوں کی حافظہ و عالمہ تھیں، اور یہی وہ فضیلت ہے جس نے انھیں یکے اَز مشائخ امام شافعی بنا دیا۔

امام ابن کثیر نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کی عظیم عابدہ و زاہدہ اور کثرت کے ساتھ خیر و تعاون کرنے والی خدا ترس خاتون تھیں؛ چوں کہ اللہ نے دولت سے نوازا تھا اس لیے لوگوں پر احسان کرنا اور غربا و مساکین پر فیاضی سے خرچ کرنا ان کا معمول تھا۔(۱)

حضرت نعمہ بنت علی علیہا الرحمہ

نعمۃ بنت علی بن یحییٰ الصراح (م ۶۰۴ھ) چھٹی صدی کی ایک عظیم عالمہ ہیں۔ وہ اہل دمشق کی شیخہ تھیں، محدثین میں انھیں بلند مقام حاصل تھا۔ انھوں نے روایتیں بھی لیں اور اُن سے اَخذ و سماع بھی کیا گیا۔ انھوں نے اپنے باپ سے، اور عزیزہ نامی اپنی ایک بہن سے اور اپنے بھتیجے سے سماع حدیث کیا۔

(۱) الاعلام زرکلی: ۴۴/۸......مرآۃ الجنان فی معرفۃ حوادث الزمان: ۲۲۸/۱......دیوان الاسلام: ۸۹/۱۔

خطیب بغدادی ''کتاب الکفایہ فی معرفۃ الروایہ'' میں فرماتے ہیں کہ ان کے دادا یحییٰ کی وفات ۵۳۰ھ میں ہوئی اور نعمہ کی ولادت ۵۱۸ھ میں؛ تو اگر ۵۳۰ھ کی سماعت کا بھی اعتبار کیا جائے تو اس وقت اُن کی عمر کوئی بارہ سال بنتی ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم کے ساتھ ان کا تعلق کتنا گہرا تھا اور عہد طفولیت ہی سے انھیں وقت کے صحیح استعمال کی کتنی فکر تھی!۔

صحاحِ ستہ اور دیگر کتب حدیث میں سینکڑوں حدیثیں ایسی ہیں جو کسی محدثہ یا راویہ کے توسط سے مروی ہیں۔امام بخاری، امام شافعی، امام ابن حبان، امام ابن عقیل، امام ابن حجر، امام سیوطی، امام سخاوی، امام عراقی، امام سمعانی اور امام ابن خلکان رحمہم اللہ جیسے اساطین علم وفن کے اساتذہ کی فہرست میں متعدد خواتین اسلام کے نام بھی ملتے ہیں۔مثلاً امام ابن حجر کے اَساتذہ میں ۵۳ محض خواتین ہیں۔امام سیوطی کے اَساتذہ میں ایک چوتھائی خواتین ہیں، انھوں نے کل ۳۳ خواتین سے اکتسابِ علم کیا۔یوں ہی امام سخاوی کو ۶۸ خواتین سے اِجازتِ حدیث حاصل تھی۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ خواتین نے اپنے ذاتی ذوق وشوق کی بنیاد پر اور وقت کا بہترین استعمال کرتے ہوئے نہ صرف علم وفضل کو حاصل کیا بلکہ اس کی نشر واِشاعت کا خوبصورت فریضہ بھی سراَنجام دیا۔

حضرت اَسما بنت عمیر رضی اللہ عنہا

یہ دیکھیں اَسما بنت عمیر بڑی جلیل القدر صحابیہ ہیں۔وقت کی بڑی عالمہ ہیں، صبر وشکیب اور صوم وصلوٰۃ میں اپنی مثال آپ ہیں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارِ ارقم تشریف لے جانے کے پہلے ہی دامن اسلام میں آباد ہوچکی تھی۔انھوں نے اپنے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کی، اور وہیں ان کی

کچھ اولادیں ہوئیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جام شہادت نوش کر لینے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں حضرت ابوبکر کے حبالہ عقد میں دے دیا جن سے حضرت محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے، پھر اخیر میں وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اسلام کی کتنی خوش نصیب خاتون ہیں یہ، جنھیں تین جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابہ کی زوجیت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

جس طرح تعلیم وتربیت، فقہ وإفتا، طب ومعالجہ اور جہاد وغیرہ کے میدانوں میں خواتین نے خصوصی دلچسپی لی ہے اسی طرح تعمیری کاموں میں بھی انھوں نے ناقابل فراموش کارنامے اَنجام دیے۔ اور پھر یہ سن کر تو آپ ورطہ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی قائم کرنے کا سہرہ بھی ایک اِسلامی خاتون ہی کے سر ہے۔

حضرت فاطمہ فہری علیہا الرحمہ

عام طور پر مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں واقع جامعہ الازہر کو دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی مانا جاتا ہے؛ لیکن غالبًا بہت سے لوگوں کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ گنیز بک آف ریکارڈز کے مطابق دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ الازہر نہیں بلکہ یہ اِعزاز اَفریقہ ہی کی ایک اور مسلم یونیورسٹی جامعہ القراوبین کو حاصل ہے، جو ۸۵۹ء میں قائم کی گئی تھی۔ اور یونیورسٹی بھی کوئی عام قسم کی نہیں بلکہ وہ جس سے دنیائے اسلام کی دو عظیم ترین شخصیات نے تعلیم حاصل کی ہے، یعنی شیخ ابن العربی اور علامہ ابن خلدون۔

اس سے پہلے کہ ہم اس یونیورسٹی کے بارے میں مزید تفصیلات پیش کریں، یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گنیز بک کے اِس شعبے کا تعلق اُن یونی ورسٹیوں سے ہے جو بغیر کسی تعطل کے آج تک علم کی روشنی بکھیر رہی ہیں، اور ان میں وہ تعلیمی اِدارے شامل نہیں ہیں جو

زمانۂ قدیم میں تو قائم تھے لیکن اب کام نہیں کر رہے۔

تو ذکر ہو رہا تھا مراکش کے تاریخی شہر 'فیض' کے جامعہ القراویین کا، جو دنیا کی قدیم ترین ایسی یونیورسٹی ہے جو آج تک قائم و دائم ہے۔ اس کے مقابلے میں قاہرہ کی جامعہ الازہر ۹۷۱ء میں قائم کی گئی تھی، گویا عمر میں یہ القرویین سے ۱۱۲ر برس چھوٹی ہے۔

اَمر واقعہ یوں ہے کہ ابھی شہر 'فیض' نیا نیا آباد ہوا تھا، مسلمانوں میں دینی جوش وخروش موجود تھا، جس کو دیکھتے ہوئے اس وقت کے حکمران نے یہ دعا مانگی: اے خدا! اس شہر کو ایسا علمی وفکری مرکز بنادے جہاں فقہ وحدیث، طب وقانون، سائنس اور تیری کتاب کی تعلیم دی جائے۔

اس حاکم کی دعا یوں قبول ہوئی کہ ایک متمول سوداگر کی نیک سرشت بیٹی فاطمہ الفہری نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد ترکے میں ملنے والی دولت سے ایک عظیم الشان مسجد بنانے کا تہیّا کرلیا۔ جب مسجد بنی تو اس زمانے کے رواج کے مطابق اس کے ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم کیا گیا۔ یاد رہے کہ جامعہ الازہر کا آغاز بھی مسجد سے ملحق مدرسے کے طور پر ہوا تھا۔

جب فاطمہ فہری کا مدرسہ چل پڑا اور اس میں دور دور سے طلبہ علم کی پیاس بجھانے کے لیے آنے لگے تو اس عہد کے سلاطین بھی متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہوں نے اس مدرسے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ پھر جلد ہی وہ وقت آیا کہ جب مدرسے میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد آٹھ ہزار سے تجاوز کرگئی۔ آنے والی صدیوں میں مسجد اور مدرسے میں مسلسل توسیع ہوتی رہی اور پھر وہ مدرسہ' جامعہ القرویین کہلانے لگا۔

جامعہ القراویین میں صرف دینی علوم وفنون ہی نہیں بلکہ دنیاوی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے جن میں فلسفہ ومنطق، طب، ریاضی، فلکیات، کیمیا، اور تاریخ حتیٰ کہ موسیقی تک اس کے نصاب میں شامل تھے۔ جامعہ سے اسلامی تاریخ کی کئی بلند قامت شخصیات وابستہ

رہی ہیں، ہم پہلے ہی عظیم صوفی شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی اور مشہورِ زمانہ تاریخ دان ابنِ خلدون کا ذکر کر چکے ہیں۔

اس تاریخی ادارے نے عالمِ اسلام اور مغرب کے درمیان صدیوں تک علمی اور ثقافتی پل کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ میں کئی غیر مسلم اِسکالرز بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر یورپ میں عربی ہندسے اور صفر کا تصور متعارف کروانے والے پوپ سلوسٹر ثانی اسی یونیورسٹی کے طالبِ علم تھے۔ یاد رہے کہ سلوسٹر ثانی ۹۹۹ سے ۱۰۰۳ء تک پوپ کے عہدے پر بھی فائز رہے ہیں۔ ان کے علاوہ مشہور یہودی طبیب اور فلسفی موسیٰ بن میمون بھی اسی جامعہ کے خوشہ چیں تھے۔

اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس دور کی خواتین نے اسلام کی توسیع و ترقی میں کتنا گراں مایہ عطیہ (Sound Contribution) پیش کیا۔ بلکہ دیکھا جائے تو اُس عہد کی خواتین اِسلام کے اندر علم و شعور اور فقہ و اَدب کے فروغ و عروج کی جو للک پائی جاتی تھی، وہ آج مردوں میں بھی نظر نہیں آتی!۔

مسئلہ ترجیحات کے تعین کا!

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اِسلامی دنیا کے اُمیر ترین ممالک وہ عرب ہیں جن کے پاس تیل اور دیگر معدنی ذخائر وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اور اس قدرتی دولت نے انہیں نہ صرف خطے میں بلکہ دنیا بھر میں انتہائی اہم مقام عطا کیا ہے؛ لیکن ان کی ساری دولت بڑی بڑی مارکیٹ بنانے، اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کرنے، اونٹ بھگانے اور عیش و عشرت کی نذر ہوجاتی ہے۔

حال ہی میں دبئی کے اندر 'برج الخلیفہ' کے نام سے دنیا کی بلند ترین عمارت بنائی گئی ہے، اس پر کتنا پیسہ اور کتنا وقت لگا اس کی تفصیلات مختلف جرائد میں آ چکی ہیں۔ اس برج کی

تفصیلات پڑھتے ہوئے مجھے جہاں یہ خیال آیا کہ اس عمارت سے دنیا کو یا اُمت مسلمہ کو کیا فائدہ ہوگا، وہیں فاطمہ الفہری کی قائم کردہ اوّلین یونیورسٹی جامعہ القراوبین بھی شدت سے یاد آئی!، اور فکر وترجیح کے گراوٹ اور تفاوت پر میں سر پیٹ کر رہ گیا۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ دبئی کی یہ بلند ترین عمارت دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہوتی!، یہ سارے وسائل صرف کر کے دنیا بھر سے ماہرین کو بہترین مراعات دے کر یہاں بلایا جاتا اور ایک بار پھر علم وتحقیق کے میدان میں مسلم دنیا اپنا مقام بنانا شروع کرتی۔ دبئی اور ابوظہبی اور دیگر ممالک اِسلامیہ کے اس طرح کے شہر سب سے زیادہ پانچ ستارہ ہوٹلوں کے شہروں کی بجائے سب سے اچھی جامعات کے شہروں کے طور پر جانے جاتے!۔ یہ سب ہوسکتا ہے' مسئلہ صرف ترجیحات کے تعین کا ہے!۔

خیر! یہ مثالیں میں نے صرف اس لیے پیش کی ہیں تاکہ آپ کو کچھ اندازہ ہوسکے کہ خواتین اِسلام نے جدوجہد کر کے کس طرح اپنے وقت کو ثمر آور کیا تھا، ان کی زندگی کے شام وسحر کس طرح نظام الاوقات کے پابند تھے، اور وقت کی صحیح قدر وقیمت جان کر اور اس کا بہتر استعمال کر کے انھوں نے کیسے کیسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

وقت کیسے برباد ہوتا ہے؟.

وقت کی بربادی اکثر اِس طرح ہوتی ہے کہ ہم وقت کے تھوڑے تھوڑے لمحات کو لایعنی اور فضول کاموں میں صرف کرتے رہتے ہیں جن میں نہ دین کا فائدہ ہوتا ہے اور نہ دنیا کا، اور یہی تھوڑے تھوڑے لمحے مل کر بہت زیادہ ہوجاتے ہیں اور جب انسان کو ہوش آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنی پوری زندگی لایعنی کاموں میں گنوادی۔

وقت کی حفاظت کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ لارڈ چیسٹر فیلڈ کی اس نصیحت پر عمل کیا جائے جو اس نے اپنے بیٹے کو کیا تھا۔ لارڈ چیسٹر فیلڈ نے اپنے بیٹے کو ایک خط میں لکھا:

میں نے تم سے کہا ہے کہ ''تم منٹوں کی حفاظت کرو گھنٹوں کی حفاظت خود بخود ہو جائے گی''۔

یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ کسی انسان کی زندگی سالوں سے جوڑی جاتی ہے اور سال مہینوں سے بنتے ہیں اور مہینے دنوں سے اور دن گھنٹوں سے اور گھنٹے منٹوں سے بنتے ہیں تو جو اپنے منٹوں کی حفاظت کرے گا وہ ایک معنی میں اپنی پوری زندگی کے لمحات کی حفاظت کرلے گا۔

انسان اپنی زندگی کا سال گزرنے پر سالگرہ منعقد کر کے خوشیاں مناتا ہے کہ اس کی عمر پچیس سال، چالیس سال یا ساٹھ سال ہو گئی ہے؛ لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ ہر گزرنے والی ساعت اُسے موت سے قریب کر رہی ہے۔

سال گزرنے کے بعد 'تقریب' کرنے کا حق صحیح معنوں میں اسے پہنچتا ہے جو سال بھر حیاتِ مستعار کی ہر سانس اَمانت سمجھ کر اس کا حق اَدا کرتا رہا ہو؛ ورنہ بے کار و بے مقصد زندگی گزارنے والوں کو تو سال کے اَخیر میں افسوس کرنا چاہیے، یوم سیاہ منانا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی بابت توبہ کرنی چاہیے۔ یعنی زندگی کے ایک برس کے زیاں پر تشویش ہونی چاہیے نہ کہ الٹے مسرت و شادمانی کی شمعیں جلانی چاہیے؛ لیکن ہم ہیں کہ سال کے سال ضائع کر دیتے ہیں، اِحساس تک نہیں ہوتا، اور اِحتساب کی توفیق نہیں ملتی؛ طرہ یہ کہ پھر اوپر سے خوشیاں بھی مناتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کتنی پیاری بات فرمائی ہے :

یابن آدم إنما أنت أیام فکلما ذهب یوم ذهب بعضک...(۱)

یعنی اے ابنِ آدم! تو اَیام کا مجموعہ ہے، پس جب (تیرا) کوئی دن گزرتا ہے تو تیرے (زمانۂ حیات کا) کچھ حصہ ڈھل جاتا ہے۔

کسی بزرگ نے کتنی پیاری بات کہی ہے :

(۱) شعب الایمان بیہقی: ۷/۳۸۱ حدیث: ۱۰۶۶۳...... حلیۃ الاولیاء: ۲/۱۴۸...... صفۃ الصفوۃ: ۶۳۸۔ احیاء

علوم الدین مع التخریج:۷/۷۹، میں اسے حضرت حسن بصری کا قول کہا گیا ہے۔ -چڑیا کوٹی-

إذا كانت الأنفاس بالعدد ، و ليس لها مدد ، فما أسرع ما تنفد (۱).

یعنی جب زندگی بھر کے سانس گنے چنے ہیں اوران میں اِضافہ کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے تو پھران کوگزرتے ہوئے دیرہی کتنی لگتی ہے!۔

یوں ہی حضرت عیسیٰ بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبدالرحمٰن مغازلی کوخواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟۔

فرمایا: (میرا نہ پوچھو، میں تو خیر سے ہوں، اَپنی فکر کرو) جو دِن گزر گیا وہ اب تمہیں دوبارہ ملنے سے رہا؛ لہٰذا جس دن کے اندر تم موجود ہواُسے غنیمت جانو اور جتنی اچھائیاں اس میں کرسکتے ہوکرلو۔(۲)

مذکورہ بالا اَقوال میں انسان کو اِس زندگی کی حقیقت سے روشناس کرایا گیا ہے کہ اِنسان چندلمحات پہلے زندگی کی لذتوں سے لطف اندوز ہورہا ہوتا ہے لیکن دفعتاً فرشتۂ اَجل آتا ہے اوراس کی زندگی کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور وہ بے سروسامانی کے عالم میں راہی ملک بقا ہوجاتا ہے۔

دقات قلب المرء قائلة له ان الحياة دقائق و ثوان

یعنی آدمی کے دل کی دھڑکنیں اس سے کہتی رہتی ہیں کہ 'زندگی' منٹوں اور سیکنڈوں کا نام ہے۔

کاہل، کام چور، سست، اورٹال مٹول کرنے والوں کے لیے شاعر نے کتنی اچھی بات

(۱) تفسیر رازی: ۳۴۲/۱۰......تفسیر نسفی: ۲۸۵/۲......تفسیر روح المعانی: ۱۳۵/۱۶......تفسیر قرطبی: ۱۵۰/۱۱ ......تفسیر روح البیان: ۵۶/۸......تفسیر سراج منیر: ۲۳۸۴/۱......تفسیر نیشاپوری: ۲۵۷/۵۔

(۲) المنامات:۱/۳۲۵حدیث:۲۳۴۔

کہی ہے، جس میں تنبیہ اور نصیحت کا خوبصورت اِمتزاج پایا جاتا ہے۔

إذا كان يؤذيک حر المصيف و يبس الـخريف و برد الشتا

و يلهيک حسن زمان الربيع فأخذک للعلم قل لي: متىٰ؟

یعنی جب تمھیں موسم گرما کی جاں سوز حرارتیں، موسم خزاں کی روکھی ہوائیں، اور موسم سرما کی یخ بستہ فضائیں ستاتی اور پریشان کیے رکھتی ہیں اور یوں ہی موسم بہار کی رعنائی وکشش اپنے حسن بے پناہ میں تمھیں غافل کیے رکھتی ہیں، تو پھر مجھے یہ بتاؤ کہ علم سیکھنے اور کچھ کر گزرنے کا وقت کب اور کہاں سے آئے گا!۔

پھر آگے مزید نصیحت کرتے ہوئے بڑی خوبصورتی سے کہتا ہے۔

تزود من التقوى فانک لا تدری ☆ ان جـن ليل هل تعيش الى الفجرِ

فكم من سليم مات من غير عِلة ☆ و كم من سقيم عاش حِينا من الدهرِ

و كم من فتى يمسى ويصبح آمنا ☆ و قد نُسجت اكفانه وهو لا يدرى

یعنی نیکی وتقویٰ کا جو کچھ ذخیرہ کرنا ہو وہ (آج ہی اور ابھی) کرلو؛ کیوں کہ رات کی تاریکی پھیل جانے کے بعد کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ تم زندہ سلامت' صبح کروگے یا نہیں۔

کیوں کہ (تجربات' شاہد ہیں کہ) نہ معلوم کتنے بھلے چنگے بلا کسی بیماری ہی کے لقمۂ اَجل بن گئے، اور کتنے بیمار مدتوں زندہ رہے۔

یوں ہی کتنے نوجوان ایسے ہیں جو نہایت امن اور بے خوفی کے ساتھ صبح وشام دندناتے پھرتے رہتے ہیں؛ حالاں کہ ان کے کفن بُنے جاچکے ہوتے ہیں اور انھیں اس کا پتا تک نہیں ہوتا!۔(۱)

(۱) تفسیر روح البیان:۱۷/۳۶۲......موسوعۃ الخطب والدروس:۳......المدہش:۱/۲۰۶......العقد الفرید:۱/۳۲۶......بہجۃ المجالس وانس المجالس:۱/۲۴۳......قافلۃ الداعیات:۷/۶۳......صاحب جامع العلوم والحکم

نے اسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شعر قرار دیا ہے۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ -چڑیا کوٹی-

وقت کی تنظیم و تشکیل

وقت' انسان کی بہترین پونجی اور گراں مایہ سرمایہ ہے۔ لمحاتِ زندگی فراہم کرنے والا یہ وقت درحقیقت بہت بڑی غنیمت ہے؛ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اِنسان جتنی بے دردی، لاپرواہی اور بے فکری کے ساتھ وقت ضائع کرتا ہے، اپنی ملکیت کی کسی اور چیز کو اتنی بے دردی اور غفلت کے ساتھ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا!۔

حالاں کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اِنسان' دنیا میں جتنی بھی کامیابیاں حاصل کرتا ہے اور جو بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیتا ہے وہ سب کے سب وقت کے بہترین استعمال کے ہی مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ وقت سے اچھے طریقے سے کام لینے والے اس تھوڑی سی زندگی میں موجد بن گئے، اور دین و دنیا کے مالک بن گئے۔

اس کے برعکس جتنے مفلوک الحال اور قابلِ ترس لوگ دکھائی دیتے ہیں یہ سب کے سب وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی نہ کسی رنگ میں وقت کو ضائع کیا ہوتا ہے؛ گویا وقت کو ضائع کرنا صرف وقت کو ہی ضائع کرنا نہیں ہے بلکہ خود اپنے آپ کو ضائع کرنا، اپنی زندگی کو گنوانا اور اپنے مستقبل کو تباہ و برباد کرنا ہے؛ لہٰذا دین، دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں، کامرانیوں، سعادتوں اور بھلائیوں کا دارومدار صرف اور صرف وقت کے بہترین اِستعمال پر منحصر ہے۔ کسی نے کہا کہ: وقت ایک ایسی زمین ہے کہ اگر اس میں سعی کامل کی جائے تو یہ پھل دیتی ہے۔ اور اگر بے کار چھوڑ دی جائے تو خاردار جھاڑیاں اُگاتی ہے۔

ہر بڑے آدمی کی بڑائی اور مشہور شخصیات کی شہرت کا راز یہی ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو کام میں لگایا اور اپنی ایک سانس اور ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دیا۔

جب اسلام میں وقت کی اتنی اہمیت ہے اور ہمارے اَسلاف کی زندگیاں اس کے صحیح استعمال سے مالا مال نظر آتی ہیں تو پھر آج ہم مسلمانوں کو اور خصوصاً ہمارے جوانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ دوسری قوموں کے بالمقابل ضیاعِ وقت کی دوڑ میں سب سے آگے نظر آرہے ہیں، اور حکمت وسائنس میں ترقی اور پیش رفت کا عمل بالکل جمود پذیر سا ہوکر رہ گیا ہے!۔

افسوس صد افسوس! جنھیں ناخدائی سونپی گئی تھی وہ کشتی کے آخری تختے پر بیٹھے نظر آرہے ہیں، اور جنھیں مسیحا ہونا چاہیے تھا وہ مریضوں کی صف اَوّل میں دکھائی دے رہے ہیں۔

کاش! انھیں وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ ہوجاتا، اور وہ اپنی زندگی کے شب وروز -وقت کا بہترین استعمال کرکے- سنوارنے میں کامیاب ہوپاتے!۔

معروف محدث ومؤرخ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ابومظہر یحییٰ بن محمد بن ہبیرہ علیہ الرحمہ نے کتنی پیاری بات کہی ہے ۔

والوقت أنفس ما عنيت بحفظه

و أراه أسهل ما عليک يضيع(1)

یعنی وقت وہ قیمتی ترین شے ہے جس کی حفاظت کا تمہیں ذمہ دار بنایا گیا ہے
لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ وہ چیز ہے جو تمہارے پاس نہایت آسانی سے ضائع ہورہی ہے۔

امام غزالی -رحمۃ اللہ علیہ- فرماتے ہیں کہ اوقات تین طرح کے ہیں: ایک وہ وقت جس کے بارے میں انسان کو کچھ سوچنا فضول ہے کہ وہ کیسے گزرا، مشقت میں یا عیش وعشرت میں۔ اور ایک وقت وہ آنے والا ہے جو ابھی تک نہیں آیا ہے، اور انسان نہیں جانتا

(۱) شذرات الذہب ابن عماد حنبلی: ۴/۱۹۵۔

ہے کہ اس کے آنے تک وہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں؛ نیز اسے یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اس کے ساتھ کیا فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اور تیسرا وقت وہ ہے جو حاضر و موجود ہے جس میں انسان کو اپنے رب کے احکام کی پاسداری کے ساتھ بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے۔

اس طرح اگر آنے والا وقت نہ بھی مل سکا تو کم از کم موجودہ وقت کے ضائع ہونے پر حسرت تو نہیں کرنا پڑے گی۔ اور اگر آنے والا وقت آ گیا تو اس کا حق بھی وہ اسی طرح اَدا کرے جس طرح پہلے وقت کا کیا ہے۔ نیز انسان اپنی آرزوؤں کو پچاس سال تک دراز نہ کرے؛ بلکہ جو وقت ملا ہوا ہے اس سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کا عزم کرے، اور بالکل ابن الوقت بن کر اس طرح اس وقت کا استعمال کرے گویا یہ اس کی زندگی کے آخری لمحات ہیں۔(۱)

اس لیے انسانی زندگی میں وقت کی تنظیم و تشکیل از بس ضروری ہے، جب تک زندگی کے شام و سحر نظام الاوقات کی قید میں نہیں آ جاتے اور جب تک انسان اپنے چوبیس گھنٹے کی تنظیم نہیں کر لیتا بہت مشکل ہے کہ وقت کا صحیح طور پر استعمال عمل میں آ سکے۔

اگر چہ وقت کا بے کار رکھنا عمر کا کم کرنا ہے؛ لیکن اگر یہی ایک نقصان ہوتا تو چنداں غم نہ تھا، بہت بڑا نقصان اور خسارہ جو بے کاری اور تضییعِ اَوقات سے ہوتا ہے وہ یہ کہ بیکار آدمی کے خیالات ناپاک اور زبوں ہو جاتے ہیں اور پھر وہ طرح طرح کے جسمانی و روحانی عوارِض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

شراب نوشی و قمار بازی حرص و طمع اور ظلم و ستم عموماً وہی لوگ کرتے ہیں جو معطل اور بے کار رہتے ہیں۔ جو شخص دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر وقت ضائع کرتا ہے تو وہ بہت جلد اپنے ہاتھ دوسروں کی جیب میں بھی ڈالے گا۔

(۱) الزہد والرقائق ابن مبارک: ا/۲۰ا رقم: ۸۔

اس لیے جب تک انسان کی طبیعت اور دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہ ہوگا اس کا میلان ضرور بدی اور معصیت کی طرف رہے گا؛ لہٰذا ایک اِنسان اسی وقت صحیح انسان بن سکتا ہے جب وہ اپنے وقت پر نگراں رہے، ایک لمحہ بھی فضول نہ کھوئے، اور ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام مقرر و معین کر دے۔

جن لوگوں نے اپنی زندگی کا ایک نظام الاوقات (Time Table) بنا رکھا ہے وہی لوگ اصلاً وقت کی قدر و قیمت کا اِحساس رکھنے والے اور وقت کا صحیح اِستعمال کرنے والے ہیں، اور اُن کا لمحہ لمحہ ثمر آور ہے؛ لیکن جنھوں نے اپنے اوقات کی تنظیم ہی نہیں کی، وہ طوفانِ وقت کی گرد میں گم ہوتے چلے جاتے ہیں اور بالآخر ان کی زندگی بے ثمر ہو کر رہ جائے گی؛ لہٰذا ہر کام کے لیے وقت متعین کیا جائے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وقت کے ساتھ غیر مربوط کام کبھی پورے نہیں ہوتے!۔

نظامُ الاوقات کا مطلب ہے: مختلف کاموں کی اَنجام دہی کے لیے اَوقات کو متعین کرنا اور پھر حتی الوسع ان کی پابندی کرتے ہوئے کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا۔ نظام الاوقات کی اِنسانی زندگی میں بہت ہی اہمیت ہے؛ اس کا کچھ اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کائنات کا سارے کا سارا نظام وقت کی پابندی کے ساتھ چل رہا ہے۔ خاص موسموں میں خاص فصلوں کا اُگنا، موسموں کا تغیر و تبدل، رات اور دن کا آنا جانا، سورج، چاند، ستاروں کا طلوع و غروب ہر چیز ایک خاص ضابطے کے تحت ہو رہی ہے۔ اسی طرح اِنسان کی پیدائش اور موت کا بھی وقت مقرر ہے :

وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا o (سورۂ منافقون: ۱۱)

اور اللہ ہرگز کسی نفس کو مہلت نہیں دے گا جب اس کا مقررہ وقت آ جائے گا۔

یوں ہی نماز و روزہ، اور حج و زکوٰۃ وغیرہ میں بھی نظام الاوقات کی کرشمہ گری ملاحظہ کی

جاسکتی ہے۔ تو وقت کی اس اہمیت کو پیش نظر رکھنے کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ نظام الاوقات کی انسانی زندگی میں کیا اہمیت ہے اور دن رات کے اوقات اور لمحات کو مختلف سرگرمیوں کے حوالے سے تقسیم کرنا کیوں ضروری ہے؟۔

نظام الاوقات کی اہمیت دو جہتوں سے ہے: ایک تو یہ کہ نظام الاوقات کی تشکیل کے بغیر وقت کو بہترین انداز میں استعمال کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور جب تک وقت کو بہترین انداز میں اِستعمال نہ کیا جائے کامیابی کی کسی اعلیٰ منزل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا!۔

اور نظام الاوقات کی اِفادیت کی دوسری جہت یہ ہے کہ جب تک انسان کے اوقات منظّم (Managed) نہ ہوں اس کی زندگی منظّم نہیں ہوسکتی۔ زندگی کے اندر آوارگیاں ہوتی ہیں، انتشار اور پراگندگی ہوتی ہے، سفلی خواہشات اور پست جذبات کی تکمیل ہوتی ہے۔ نتیجتاً زندگی عروج کی طرف سفر کرنے کی بجائے زوال کی طرف چل پڑتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اِنسان کتنا ہی دانا وحکیم ہو وہ اپنے اخلاق کو اس وقت تک بہتر نہیں بنا سکتا جب تک اپنی فرصت کے ہر لمحہ کو کام میں نہ لائے۔

لہٰذا ایک طرف تو وقت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے نظام الاوقات کی تشکیل اَشد ضروری ہے تو دوسری طرف انسانی زندگی کی آوارگیوں کو ختم کرنے اور اسے منفی خیالات، خواہشات، پست جذبات اور تخریبی عادات کی بھینٹ چڑھ جانے سے بچانے کے لیے بھی زندگی کا نظام الاوقات کا پابند ہونا ضروری ہے۔

☆ نظام الاوقات کی تشکیل کے حوالے سے پہلی اہم بات تو یہ ہے کہ انسانی زندگی بہت مختصر ہے اور کام بہت زیادہ ہیں۔ ہر شخص مختصر سی زندگی میں سب کچھ نہیں کرسکتا ہے۔ اور اللہ رب العزت بھی اپنے بندوں پر طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَهَا o (سورۂ بقرہ:۲۸۶)

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لاَ یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ o (سورۂ بقرہ:۱۸۵)

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا اِرادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ مشکل کا اِرادہ نہیں کرتا ہے۔

لہٰذا ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ زندگی میں کیا کچھ اہم ہے اور کیا غیر اہم ہے؟ پہلے اہم کاموں کو سرانجام دینا چاہیے پھر ان سے جو وقت بچ جائے وہ کم اہم یا غیر اہم کاموں میں لگانا چاہیے۔

☆ نظام الاوقات کے حوالے سے دوسری اہم بات یہ ہے کہ انسانی زندگی حوادثات و سانحات سے عبارت ہے۔ زندگی کا سفر کبھی ہموار راستوں پر طے نہیں ہوتا بلکہ یہاں نشیب وفراز ہیں، ناہمواریاں ہیں، مشکلات ومصائب ہیں، مخالفتیں اور مزاحمتیں ہیں، الجھنیں اور تکالیف ہیں، بے شمار ایسے غیر اختیاری امور ہیں جو انسان کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں اور اس کے نظام الاوقات کو متاثر (Disturb) کر کے رکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے لیے اپنے طے شدہ لائحہ عمل پر چلنا ممکن نہیں رہتا۔ تاہم ان سب کچھ کے باوجود اسے لائحہ عمل کا تعین بھی کرنا ہے، اور اس پر حتی الوسع چلنے کی کوشش بھی کرنا ہے۔ اسے خارجی ناخوشگواریوں کے اندر سے ہی حکمت، دانائی، تدبر اور تفکر کا سہارا لے کر اپنے لیے راستہ نکالنا ہے اور "Some thing is better than nothing" کے مقولے کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے جس حد تک بھی ممکن ہو سکے اپنے آپ کو نظم وضبط کا پابند بنانا ہے؛ تاکہ وہ زندگی کے بازار میں زندگی کی زیادہ سے زیادہ قدر و قیمت وصول کر سکے۔

☆ نظام الاوقات کے حوالے سے آخری اہم بات یہ ہے کہ اگر انسان - میری اپنی سوچ کے مطابق - درج ذیل تین ضابطوں کو بنیادی اہمیت دیتے ہوئے ان کے حوالے سے

وقت کی پابندی کو بطورِ خاص اپنا شعار بنالے تو پھر بقیہ معاملات کو منظّم کرنا قدرے آسان ہوجاتا ہے۔

نمازوں کے اوقات کی پابندی : حتی الوسع ہر نماز کو اس کے مقررہ وقت میں جماعت کے ساتھ اَدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس سے انسانی زندگی میں بہت زیادہ ڈسپلن آتی ہے۔ یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے کہ انسان جتنا زیادہ اپنی نمازوں کے اَوقات منضبط کرتا جاتا ہے اتنا ہی انسان کی دیگر سرگرمیاں بھی نظم وضبط کے دائرے میں آتی چلی جاتی ہیں۔

کھانے کے اَوقات کی پابندی: کھانے کے لیے اوقات مقرر کرنے اور حتی الوسع ان کی پابندی کرنے سے بھی زندگی میں نظم وضبط اور اعتدال پیدا ہوتا ہے۔

سونے جاگنے کے اوقات کی پابندی : تیسرا ضابطہ سونے جاگنے کے اوقات کو مقرر کرنا اور حتی الوسع ان کی پابندی کرنا۔ ایسا کرنے سے بھی انسان کی وقت پر گرفت مضبوط ہوتی ہے اور اوقات کو منضبط کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ بالخصوص رات کو جلد سونے اور صبح کو جلد اٹھنے کی عادت ڈالنا اور اس پر باقاعدگی اور دوام اختیار کرنا بھی انسان کو اپنے اوقات کو بہتر طریقے سے استعمال میں لانے پر معاون ثابت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تین چیزوں کو انسان جتنا مضبوطی سے تھام لے گا اتنا ہی بقیہ اوقات کی پابندی آسان ہوتی چلی جائے گی اور۔ انشاء اللہ العزیز۔ وقت کا بہتر استعمال ممکن ہوتا جائے گا۔

تنظیم وقت کی بات آتے ہی پردۂ ذہن پر ایک سوال اُبھرتا ہے کہ پھر تو اس طرح ساری زندگی جدو جہد کی نذر ہوکر رہ جائے گی، راحت وعیش کب کریں گے!۔ یہ ایک مغالطہ، واہمہ اور ابلیسی سوچ کے سوا کچھ نہیں۔

آپ ذرا غور کریں کہ وقت بذاتِ خود کتنا منظّم ہے!۔ ساٹھ سیکنڈ کا ایک منٹ ہوتا

ہے، ایک گھنٹہ ساٹھ منٹ کے برابر ہوتا ہے اور ایک دن چوبیس گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وقت کی اس تنظیم پر شاید آپ نے کبھی فکر و تأمل کرنے کی زحمت نہیں کی کہ اس میں کتنا توازن وتناسب (Balance & Relativity) ہے، اور اس میں کبھی کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی!۔

اسی طرح جو اِنسان اپنے وقت کو منظّم کر لیتا ہے اس کے سارے کام شائستگی وعمدگی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچ جایا کرتے ہیں؛ لیکن جسے وقت کی تنظیم کی کوئی پروا نہیں ہوتی وہ زندگی کی چکی میں پِستا رہتا ہے، کام پہ کام کرتا رہتا ہے، اور اس کا راحت وآرام بھی تج جاتا ہے، نیز حزن وملال اُس پر مستزاد ہوتا ہے؛ کیوں کہ فارغ وقت میں اسے کیا کرنا ہے اس کی اسے خبر ہی نہیں ہوتی؛ اس لیے کہ وقت کی اس نے تنظیم ہی نہیں کی!۔

پھر بے قیمت اور معمولی قسم کے کاموں میں مصروف رہتے رہتے ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ اس کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے۔ طلبہ ومعلّمین کی زندگی میں تو اُس کی اہمیت اور دو چند ہو جاتی ہے۔ ذیل کی حکایت اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کوئی لکڑہارا جنگل کے اندر درخت کاٹنے میں مصروف تھا، اُس کا آرا کند تھا اور اس نے پیشگی اسے تیز کرنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

کسی شخص کا وہاں سے گزر ہوا، لکڑہارے کو پسینے میں شرابور دیکھ کر اس سے مشورتاً کہا: اللہ کے بندے! اپنا آرا کیوں نہیں تیز کر لیتے ؟۔

لکڑہارا کام کو جاری رکھتے ہوئے جھٹ کہتا ہے: آرا تیز نہیں ہے تو کیا ہوا! دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں اپنے کام میں جٹا ہوا ہوں اور میں نے اپنی محنت وکوشش جاری رکھی ہوئی ہے۔

لہٰذا جو یہ کہے کہ مجھے اتنا کام رہتا ہے کہ تنظیم اَوقات کی فرصت ہی نہیں ملتی تو اس کی مثال مذکورہ لکڑہارے کی سی ہے؛ کیوں کہ اگر وہ آرا تیز کر لیتا تو درخت کاٹنے میں از جلد

کامیاب ہوجاتا اور بچا ہوا وقت کسی اور کام میں یا دوسرے درخت کو کاٹنے میں صرف کرسکتا تھا۔ یہی فائدہ ہوتا ہے وقت کی تنظیم کا کہ تھوڑے وقت میں بہت سا کام منظّم طریقے پر انجام پذیر ہوجاتا ہے۔

تخم ریزی کرنے سے پہلے زمین کو سینچنا ضروری ہوتا ہے؛ ورنہ تخم بارآور نہیں ہوگا یوں ہی اچھے نتیجے تک پہنچنے کے لیے کوئی کام شروع کرنے سے پہلے اس کی منصوبہ بندی کرنا پڑتی ہے۔ وقت کو کارآمد اور ثمرآور بنانے کے لیے بھی ہمیں اپنی زندگی میں نظام الاوقات کے نفاذ کی کوشش ازبس ضروری ہے۔

وقت برباد کرنے والوں سے

اب چلتے چلتے وقت برباد کرنے والوں کا خونچکاں اَنجام، حسرت وآس میں ڈوبی ہوئی اُن کی آہ وکراہ، اوران کی بے مقصد اِلتجا وفریاد کا ہوش ربا منظر؛ نیز قرآنِ حکیم کا اس حوالے سے چشم کشا بیان بھی سن لیجیے۔

اُن کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :

يٰلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُولاَ o (احزاب:۶۶/۳۳)

اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول (ﷺ) کی پیروی کی ہوتی۔

قرآن کریم نے دوزخیوں کی زبانی اُن کے اعترافِ حقیقت کو یہاں بیان کیا ہے کہ وہ وقت کے ضیاع پر کس طرح کف افسوس مل رہے ہوں گے، اور وہ قیامت کا دن ایسا دن ہوگا :

يَومَ لاَ يَنفَعُ الظّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ o

(غافر:۴۰/۵۲)

جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہیں دے گی اور اُن کے لیے پھٹکار ہوگی اور اُن کے لیے (جہنم کا) برا گھر ہوگا۔

ان کا یہ اِعتراف و اِعتذار قبر سے اُٹھتے ہی شروع ہوجائے گا اور اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک کہ جنت و دوزخ کے درمیان موت کو لاکر ذبح نہ کردیا جائے اور منادی یہ ندا نہ کر چلے کہ اے جنتیو! اب تمہیں ہمیشہ جنت ہی میں رہنا ہے کبھی موت نہ آئے گی۔ اور اے جہنمیو! تمہیں ہمیشہ دوزخ ہی میں رہنا ہے اب کبھی تمہیں موت نہ آئے گی۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو وہ اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے، اور خوف و ہراس کے عالم میں تیزی سے بھاگے جارہے ہوں گے، مارے شرم کے نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت کا طوق گلوگیر ہوگا اور روزِ محشر کی ہولناکیوں کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے :

يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ٥ (یٰس:۳۶/۵۲)

ہائے ہماری کم بختی! ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے اُٹھا دیا، (یہ زندہ ہونا) وہی تو ہے جس کا خدائے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا۔

ایسے عالم میں کافر و نافرمان کف افسوس ملنے کے سوا کچھ نہ کرسکے گا، مارے غصے کے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا اور ندامت آگیں آواز میں کہہ رہا ہوگا :

يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلاً ٥ (الفرقان:۲۵/۲۷)

اے کاش! میں نے رسول (ﷺ) کی معیت میں (آکر ہدایت کا) راستہ اختیار کرلیا ہوتا۔

دنیا میں گمراہوں کی بری صحبتیں آج اُسے رہ رہ کر کوس رہی ہوں گی اور وہ بے بسی کے عالم میں کہے جارہا ہوگا :

يَـا وَيْلَتىٰ لَمْ أَتَّخِذْ فُلاَناً خَلِيْلاً لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَ كَانَ الشَّيطَانُ لِلإِنْسَانِ خَذُولاً o (الفرقان:۲۸ تا ۲۹)

ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بے شک اس نے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد مجھے اس سے بہکادیا، اور شیطان انسان کو (مصیبت کے وقت) بے یارومددگار چھوڑ دینے والا ہے۔

جب ساری اُمیدیں دم توڑ جائیں گی اور بظاہر کوئی سہارا نظر نہ آئے گا تو اس وقت وہ خالق و پروردگار کی جناب میں یوں عرض گزار ہوں گے :

رَبَّـنَـا أَمَتَّـنَـا اثْـنَتَيْـنِ وَ أَحْيَيْتَـنَـا اثْـنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيْلٍ o (غافر:۴۰/۱۱)

اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور تو نے ہمیں دوبار (ہی) زندگی بخشی، سو (اب) ہم اپنے گناہوں کا اِعتراف کرتے ہیں، پس کیا (عذاب سے بچ) نکلنے کی طرف کوئی راستہ ہے؟۔

لیکن صد افسوس! جب دنیا میں انھیں راہِ ایمان، صحیح عقیدے اور نیک کام کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ بدک کر بھاگتے تھے اور دنیوی زندگی کو حیاتِ سرمدی سمجھے بیٹھے تھے، آج اُن کے اندر اِحساس کی چنگاری جاگی تو کیا جاگی!، یہ احساسِ ندامت اب اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

اب پروردگارِ عالم سب سے پہلے بہائم اور بے زبان حیوانوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اگر کسی سینگ دار بکری نے بے سینگ کی بکری پر کوئی ظلم کیا ہوگا تو اس کا بھی

فیصلہ سنایا جائے گا جس سے اللہ کے کمالِ عدل کا اِشارہ مل رہا ہے، پھر ان سے کہا جائے گا: مٹی بن جاؤ، تو وہ مٹی بن جائیں گی۔ کافر و نافرمان جب یہ منظر اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھے گا اور اپنے ٹھکانے کا سوچے گا تو بے ساختہ اس کے منہ سے ایک زور کی چیخ نکلے گی اور وہ کہے گا :

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَاباً o (سورۃ النبأ: ۷۸/۴۰)

اے کاش! میں مٹی ہوتا (اور اس عذاب سے بچ جاتا)۔

پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور ہر انسان کو اس کا نامہ اعمال تھما دیا جائے گا۔ کافر و نافرمان اپنے نامہ ہائے اَعمال پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں لیں گے، اور جب اس میں اَپنا سارا کچھ کیا دھرا لکھا پائیں گے تو کہہ اُٹھیں گے :

يَـا وَيْلَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لاَ يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لاَ كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوا حَاضِرًاo (سورۂ کہف: ۱۸/۴۹)

ہائے ہلاکت! اس اَعمال نامے کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹی (بات) چھوڑی ہے اور نہ کوئی بڑی (بات)، مگر اس نے (ہر ہر بات کو) شمار کر لیا ہے اور وہ جو کچھ کرتے رہے تھے (اپنے سامنے) حاضر پائیں گے۔

یہ منظر اُن کے لیے بڑا دل سوز اور الم انگیز ہوگا، بے کسی اور بدحواسی کے عالم میں کہہ رہے ہوں گے :

يَـا لَيْتَـنِـي لَـمْ أُوْتَ كِتَـابِيَـهْ، وَ لَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ، يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَـاضِيَةَ، مَـا أَغْـنـىٰ عَـنِّي مَـالِيَـهْ، هَـلَكَ عَـنِّي سُلْطَـانِيَـهْ o

(الحاقۃ: ۶۹/۲۵ تا ۲۹)

ہائے کاش! مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا گیا ہوتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ ہائے کاش! وہی (موت) کام تمام کر چکی ہوتی۔ (آج) میرا مال مجھ سے

(عذاب کو) کچھ بھی دور نہ کر سکا۔ مجھ سے میری قوت وسلطنت (بھی) جاتی رہی۔

اس وقت اللہ جل مجدہٗ اپنے فرشتوں کو حکم دے گا :

خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوهُ o (الحاقۃ:۶۹/۳۰تا۳۲)

اسے پکڑ لو اور اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی (ایک کڑی کی) لمبائی ستر گز ہے اسے جکڑ دو۔

چنانچہ اُن کے ہاتھوں اور گردنوں میں طوق ڈال کر پابجولاں چہرے کے بل گھسیٹ کر انھیں آتش جہنم کے دہکتے ہوئے اَنگاروں کی نذر کر دیا جائے گا، وہ چہرے جو پوری زندگی اللہ کے حضور جھکنے سے اِنکاری بنے رہے آج آگ اُن کا برا حال کر رہی ہوگی، شدتِ الم میں وہ پلٹیاں کھا رہے ہوں گے، تکلیف جب حد سے سوا ہوگی تو وہ پھر کہیں گے :

يٰلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُولاَ o (احزاب:۳۳/۶۶)

اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول (ﷺ) کی پیروی کی ہوتی۔

پھر انھیں یاد آئے گا کہ وہ خود اِتنے برے نہیں تھے بلکہ قوم کے سرداروں کی اَندھی تقلید انھیں اس بھیانک نتیجے تک لے آئی ہے؛ چنانچہ اس حقیقت کا اِعتراف کرتے ہوئے وہ عرض کناں ہوں گے :

رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَاءَ نَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيْلا، رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْناً كَبِيْراً o (احزاب:۳۳/۶۷تا۶۸)

اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا تھا تو انھوں نے ہمیں (سیدھی) راہ سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا

عذاب دے اور اُن پر بہت بڑی لعنت کر۔

پھر کفار و مشرکین فوج در فوج لاکر آتش جہنم میں جھونکے جائیں گے، اس منظر کو قرآن یوں بیان کرتا ہے :

كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَ لَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ o (سورۃ الملک:۸/۶۷)

جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرسنانے والا نہیں آیا تھا؟۔

تو وہ اِعترافِ حقیقت کرتے ہوئے جواب دیں گے :

بَلىٰ قَدْ جَاءَ نَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلاَلٍ كَبِيرٍ o (سورۃ الملک:۹/۶۷)

کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس ڈرسنانے والا آیا تھا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض بڑی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہو۔

پھر اَشکِ ندامت برساتے ہوئے کہیں گے :

لَو كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ o (سورۃ الملک:۱۰)

اگر ہم (حق کو) سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم (آج) اہل جہنم میں (شامل) نہ ہوتے۔

فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقاً لِأَصْحَابِ السَّعِيْرِ o (سورۃ الملک:۱۱)

پس وہ اپنے گناہ کا اِعتراف کرلیں گے، سو دوزخ والوں کے لیے (رحمت الٰہی سے) دوری (مقرر) ہے۔

پھر یہ اِلتجا کرتے ہوئے وہ اپنے رب کی بارگاہ میں گویا ہوں گے :

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ o (سورۂ فاطر: ۳۵/۳۷)

اے ہمارے رب! ہمیں (دوزخ سے) نکال دے، (اب) ہم نیک عمل کریں گے اُن (اَعمال) سے مختلف جو ہم (پہلے) کیا کرتے تھے۔

تو انھیں جواب دیا جائے گا :

أَ وَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَاءَ كُمُ النَّذِيْرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ نَصِيْرٍ o (سورۂ فاطر: ۳۵/۳۷)

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا وہ سوچ سکتا تھا اور (پھر) تمہارے پاس ڈر سنانے والا بھی آچکا تھا، پس اب (عذاب کا) مزہ چکھو، سو ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اَندازہ لگائیں کہ ایسے پُر شدت غم و الم اور ایسی سخت ہولناکیوں کے باوجود جہنم سے بچ نکلنے کی اُمید کا چراغ اُن کے نہاں خانوں میں جل رہا ہوگا تو اسی امید کے سہارے رندھی ہوئی پُر درد آواز میں وہ اپنے پروردگار سے اِلتجا کریں گے :

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوماً ضَالِّيْنَ، رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ o (سورۂ المومنون: ۲۳/۱۰۶ تا ۱۰۷)

اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم یقیناً گمراہ قوم تھے۔ اے ہمارے رب! تو ہمیں یہاں سے نکال دے، پھر اگر ہم (اسی گمراہی کا) اِعادہ کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔

تو مدتوں بعد اللہ جل مجدہ اُن کی تمنا کا جواب یوں دے گا :

اِخْسَأُوا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُونِ o (سورۃ المومنون: ۲۳/۱۰۸)

اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

یہ جواب سن کر اُن کی رہی سہی اُمید کا ٹمٹماتا دیا بھی گل ہو جائے گا، اور اب وہ ہمیشہ ہمیش یوں ہی آتش جہنم میں پڑے ہوں گے، یہ بدلہ ہوگا اُن کی شامتِ اعمال اور برے کرتوتوں کا۔قرآن ببانگ دہل اِعلان کرتا ہے :

كَـذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيهِمْ وَ مَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ o (سورۃ البقرۃ:۲/۱۶۷)

یوں اللہ انھیں ان کے اپنے اعمال انہی پر حسرت بنا کر دکھائے گا، اور وہ (کسی صورت بھی) دوزخ سے نکلنے نہ پائیں گے۔

اِس منظر کی عکاسی مولاے روم نے اپنے مناجاتی رنگ میں کیا خوب فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں :

دادۂ عمرے کہ ہر روزے اَزاں

کس نداند قیمت آں در جہاں

یعنی اے پروردگار! تو نے ہمیں ایسی زندگی بخشی ہے جس کے ایک روز کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ ایک زندگی کتنی بیش قیمت ہے!۔اس کی ایک سانس میں انسان کافر سے مومن، فاسق سے ولی اور دوزخی سے بہشتی بن سکتا ہے؛ سو اگر کسی نے اس کی قیمت نہ جانی اور زندگی کو یوں ہی فضول وعبث کاموں کی نذر کرتا رہا تو موت کے وقت حسرت و یاس اسے ضرور دامن گیر ہونی ہے کہ آہ جس سانس میں ہم اللہ جل مجدہ کو راضی کر کے جنت کی دائمی رہائش حاصل کر سکتے تھے اس کو ہم نے دنیا کی عارضی لذتوں میں گنوا کر رکھ دیا اور موت کے وقت اَب وہ مہلت ختم ہوگئی۔

وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْساً اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا o (سورۂ منافقون:۶۳/۱۱)

اور اللہ کسی شخص کو ہر گز مہلت نہیں دیتا جب کہ اس کی میعادِ عمر ختم ہونے پر آجاتی ہے۔ اس وقت انسان کو اِس زندگی کی ایک سانس کی قیمت معلوم ہوگی کہ اگر بادشاہ اپنی ساری سلطنت حضرت عزرائیل علیہ السلام کے قدموں میں لاکر ڈال دے کہ مجھے ایک لمحہ کی مہلت دے دیں؛ تاکہ میں توبہ کرکے اللہ کو راضی کرلوں تو مہلت نہ ملے گی، لہٰذا اَندازہ لگائیں کہ زندگی کتنی بیش قیمت ہے!۔

پھر فرماتے ہیں :

خرچ کردم عمر خود را دم بدم

در دمیدم جملہ را در زیر و بم

یعنی ہائے افسوس! ایسی قیمتی زندگی کے شب و روز کو میں نے زیر و بم اور لہو ولعب میں پھونک ڈالا۔ سؤ اَے اللہ! ہمیں توفیق دے کہ ہم تجھے یاد کرکے، تجھے راضی کرکے اور مہلت حیات سے پورا پورا فائدہ اُٹھا کر اَبدی کامیابی اور سرمدی سعادت سے بہرہ ور ہوسکیں۔

اِلتماسِ عاجزانہ

قرآن و حدیث کے فرمودات، صحابہ کرام کے اَقوال و آثار اور اَولیا و صالحین کے اَعمال و اَحوال اس کتاب میں درج کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ان کو پڑھنے کے بعد انسان سوچے، اپنی زندگی کا جائزہ لے، اپنی سرگرمیوں پر نظر ثانی کرے، اور اپنے اندر از سرِ نو آگے بڑھنے کا جذبہ و لگن بیدار کرے اور کچھ کام کر گزرنے کی ہمت جٹائے۔

اِن اَخیار و اَبرارِ اُمت اور وقت دوست شخصیتوں کی زندگی کے مطالعہ سے یہ باور کرنا بالکل آسان ہوجاتا ہے کہ انھوں نے اپنی اس مختصر و فانی زندگی کو علم و شعور، تقویٰ و

ورع، اور عبادت وریاضت سے کیسے عبارت کیا تھا!، اور پھر ان میدانوں میں اپنے بعد وہ ایسے گہرے نقوش چھوڑ گئے جو ہر آنے والے انسان کے لیے رہتی دنیا تک انمول نمونہ اور دعوتِ فکر وعمل رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وقت کی قدر و قیمت جاننے، اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانے اور دوسروں کے وقت پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اللّٰهم إنا نسألک صلاح الساعات و البرکة في الأوقات.(۱)

اے اللہ ہم تجھ سے لمحات کی بہتری اور اوقات میں برکت کا سوال کرتے ہیں۔

راز کی بات

ایک اور دھوکا ہے جو انسان کو وقت ضائع کرنے پر ندامت اور افسوس سے بچاتا رہتا ہے اور وہ لفظ ''کل'' ہے۔ کہا گیا ہے کہ انسان کی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ''کل'' کے لفظ کی طرح اتنے گناہوں، اتنی غفلتوں، اتنی بے پرواہیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کے لیے جواب دہ ہو؛ کیوں کہ اس کی آنے والی ''کل'' یعنی فردا آتی نہیں بلکہ وہ فردائے قیامت...... یا گزری ہوئی ''کل'' یعنی دیروز بن جاتی ہے اور پچھلی ''کل'' کو ہم کبھی واپس نہیں لا سکتے اور فردائے قیامت نہایت ہی دور ہوتی ہے۔ ان دونوں قسم کی ''کل'' کو ہم ''آج'' میں تبدیل نہیں کر سکتے۔

ذرا سوچیں تو سہی کہ ہم کب سے روز وعدہ کرتے ہیں کہ کل سے یہ کام کریں گے، اور کل، کل کرتے، ہر 'کل' آج ہوتی چلی جارہی ہے۔ جب ہم نے آج ہی نہیں کیا، تو کل کیسے کر پائیں گے؟۔ ہمیں شاید معلوم نہیں کہ جو کل آچکی ہے وہ گزشتہ دن کے حکم میں ہے۔ جو کام ہم آج نہیں کر سکے، تو کل اس کا کرنا ہمارے لیے اور بھی مشکل ہے؛ لہٰذا اگر ہم آج عاجز ہیں تو کل بھی عاجز ہوں گے۔

(۱) موسوعۃ الخطب والدروس:۴۔حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ۔چڑیا کوٹی۔

اس لیے کہا گیا ہے کہ وقت جب ایک دفعہ مر گیا تو اس کو پڑا رہنے دیں، اب اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ اس کی قبر پر آنسو بہائے جائیں؛ لہٰذا انسان کو ''آج'' کی طرف لوٹ آنا چاہیے؛ مگر لوگ اس کی طرف لوٹتے نہیں ہیں اور عملاً فردا کو کبھی اِمروز بناتے نہیں ہیں۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم ☆ باز چوں فردا شود، امروز را فردا کنم

داناؤں کے رجسٹر میں ''کل'' کا لفظ کھوجے سے بھی نہیں ملتا..... یہ تو محض بچوں کا بہلاوا ہے کہ فلاں کھلونا تم کو''کل'' لا دیا جائے گا۔ یہ ایسے لوگوں کے استعمال میں آنے والی چیز ہے جو صبح سے شام تک خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں اور شام سے صبح تک خواب دیکھتے رہتے ہیں۔

کامیابی کی شاہراہ پر بے شمار اَپاہج سسکتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اپنی تمام عمر ''کل'' کے تعاقب میں کھودی.....حیف ہے ان بدنصیب انسانوں پر جن کی تجاویز صرف اس''کل'' کے لفظ نے پوری نہ ہونے دی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ لفظ''کل'' نالائق اور کاہلوں کی بہترین جائے پناہ ہے۔عارف باللہ حضرت آسی غازی پوری فرماتے ہیں۔

کارِ اِمروز بفردا مگذار اے آسؔی ☆ آج ہی چاہیے اندیشۂ فردا دل میں

آسؔی یہ غنیمت ہیں تری عمر کے لمحے

وہ کام کر اَب' تجھ کو جو کرنا ہے یہاں آج

ایک منٹ : وقت درحقیقت عمر رَواں ہے۔وقت کو سستی اور غفلت میں ضائع کرنا اپنی عمر کو ضائع کرنا ہے۔ باشعور اور باحکمت لوگ اپنے وقت کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیکار گفتگو اور لایعنی کاموں میں وقت کو ضائع نہیں کرتے؛ بلکہ اپنی زندگی کے قیمتی اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے اچھے اور نیک کام کرتے رہتے ہیں۔ایسے کام جن سے اللہ تعالیٰ کی

رضا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہو، نیز جن سے عوام الناس کو فائدہ پہنچے۔

آپ کی عمر کا ہر منٹ، اور ہر لمحہ اس قدر قیمتی ہے کہ آپ اس ایک منٹ میں اپنی زندگی، عمر، قابلیت، سعادت اور اعمالِ صالحہ میں اِضافے اور سر بلندی کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر آپ صحیح معنوں میں اپنی زندگی کی قیمت وصول کرنے کے خواہاں ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اپنی عمر سے ایک قیمتی منٹ صرف کر کے خیر کثیر حاصل کریں تو آپ درج ذیل اعمال کی محافظت کریں؛ ممکن ہے ان اعمال میں سے کوئی ایک عمل آپ کی زندگی، فہم و فراست، اور نیکیوں میں اِضافے کا سبب بن جائے؛ نیز اس سے آپ کو آپ کی زندگی کے 'ایک منٹ' کی اہمیت کا بھی کچھ اندازہ ہوگا! :

☆ ایک منٹ میں سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) تقریباً چھ مرتبہ پڑھی جاسکتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے کا اَجر و ثواب ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ اس طرح چھ مرتبہ پڑھنے پر دو قرآن مجید پڑھنے کا ثواب حاصل ہوسکتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ اگر یہ عمل تسلسل سے جاری رکھا جائے تو ایک مہینے میں ساٹھ قرآن پڑھنے کا ثواب مل سکتا ہے۔

☆ ایک منٹ میں قرآن شریف کی متعدد آیات پڑھی جاسکتی ہیں۔

☆ ایک منٹ میں کوئی نہ کوئی ایک آیت حفظ کی جاسکتی ہے۔

☆ **لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیکَ لَہٗ لَہُ المُلکُ وَ لَہُ الحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْرٌ**۔ یہ تسبیح ایک منٹ میں ہم تقریباً تین سے پانچ مرتبہ پڑھ سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس تسبیح کو دس مرتبہ پڑھنے کا اَجر و ثواب اولادِ اسماعیل علیہ السلام میں سے آٹھ غلاموں کو فی سبیل اللہ آزاد کرنے کے اَجر کے برابر ہے۔

☆ ایک منٹ میں **سُبحان اللّٰہِ و بِحمدِہ** کوئی بیس سے زیادہ مرتبہ پڑھا جاسکتا ہے۔ اور جو شخص اس تسبیح کو ایک سو مرتبہ پڑھتا ہے تو اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر

دیے جاتے ہیں، اگر چہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

☆ ہم ایک منٹ میں **سُبحان اللّٰہِ و بِحمدِہ سُبحان اللّٰہ العظِیم** تقریباً دس مرتبہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہ کلمات ہیں جو اللہ رحمٰن ورحیم کو بڑے محبوب ہیں، زبان پر نہایت آسان ہیں اور میزان میں بہت بھاری ہیں۔

☆ **سُبحان اللّٰہِ و الحمد لِلّٰہِ و لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر** یہ کلمہ ایک منٹ میں متعدد مرتبہ پڑھا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات سے بہت محبت تھی۔ یہ افضل الکلام ہیں۔ میزانِ قیامت میں ان کا وزن بہت بھاری ہوگا۔

☆ **لا حول و لا قوۃ اِلا بِاللّٰہ** ایک منٹ میں تقریباً بیس مرتبہ پڑھا جا سکتا ہے۔ اور آپ کو یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ یہ جملہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ نیز اس کو کثرت سے پڑھنے والوں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ننانوے مسائل ومشکلات دور فرما دیتا ہے، جن میں سب سے معمولی پریشانی' انسان کا حزن وغم (Depression) ہوتا ہے۔

☆ **لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ** ایک منٹ میں کوئی تیس سے پینتیس مرتبہ پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ کلمہ توحید ہے جس شخص کا آخری کلام یہ کلمہ بن جائے تو اس کا جنت میں داخلہ یقینی ہو جاتا ہے۔

☆ **سبحان اللّٰہِ و بِحمدِہ عددَ خلقِہ و رِضاءَ نفسِہ و زِنۃَ عرشِہ و مِدادَ کلِماتِہ** ایک منٹ میں کئی مرتبہ پڑھا جا سکتا ہے۔ اور ان کلمات کے پڑھنے سے بے شمار تسبیحات کا اجر وثواب ملتا ہے۔

☆ ایک منٹ میں کم وبیش ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھا جا سکتا ہے، جس کو پڑھتے رہنے کی حدیث میں بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ سے معافی وبخشش طلب کرنا ہر مسلمان کا شعارِ زندگی ہونا چاہیے۔ ایک منٹ

میں مکمل اِحساسِ خشوع، اور قلبی جھکاؤ کے ساتھ استغفر اللہ پڑھنا چاہیں تو بیسیوں مرتبہ پڑھ سکتے ہیں۔ استغفار کی فضیلت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ یہ بخشش و مغفرت، دخولِ جنت اور حصول برکت ورزق کا عظیم ترین سبب ہے۔

☆ ایک منٹ میں ہم چار پانچ بار مکمل درود شریف پڑھ سکتے ہیں۔ اور آپ کو پتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود وسلام بھیجنے سے اللہ تعالی کی دس رحمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

☆ ایک منٹ میں ہم خالق کائنات کی اس عظیم ترین کائنات پر غور وفکر کر کے، اور گزشتہ قوموں کے واقعات سے عبرت پکڑ کر اپنی ہدایتوں کا سامان کر سکتے ہیں۔

☆ اللہ تعالی سے محبت، شکر گزاری، خوف وتقوی، بندگی کا اِحساس، ان تمام جذبات کو ایک منٹ میں ابھارا جاسکتا ہے۔

☆ سیرت مصطفیٰ، اَخلاقیات، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی کسی کتاب مثلاً 'فیضانِ سنت' کا ایک قیمتی صفحہ ایک منٹ میں پڑھا جاسکتا ہے۔

☆ ایک منٹ میں ٹیلی فون کے ذریعے کسی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی بھی کی جاسکتی ہے۔

☆ ایک منٹ میں اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے، اور اہل وعیال کے لیے کوئی بھی دعا مانگی جاسکتی ہے۔

☆ کسی کو برائی سے روکنا یا نیکی کا حکم دینا، ایک مسلمان کی ذمہ داری اور امت مسلمہ کا خاصہ ہے۔ تو ایک منٹ میں یہ عمل بھی انجام دیا جاسکتا ہے۔

☆ کسی مسلمان بھائی کے حق میں جائز سفارش کی جاسکتی ہے۔

☆ راستے میں چلتے چلتے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹائی جاسکتی ہے۔

الغرض! اس طرح کے بہت سے دینی، فکری، اور اصلاحی اُمور ایک منٹ میں سرانجام

دیے جاسکتے ہیں۔اس مذکورہ فہرست سے آپ نے محسوس کرلیا ہوگا کہ ہم ذرا سی توجہ مرکوز کر کے اپنے ایک منٹ کو کس قدر عظیم اور قیمتی بنا سکتے ہیں!،اور اس میں کتنی زیادہ نیکیاں کمائی جاسکتی ہیں۔

پھران اعمال پر عمل پیرا ہونے کے لئے کوئی بہت بڑی پریشانی، دشواری اور کوئی بڑا مجاہدہ بھی کرنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ بلا مشقت اور بغیر رقم خرچ کیے عظیم ترین اُجر کا مستحق ہوا جاسکتا ہے۔اس طرح کے اعمال چلتے پھرتے، دورانِ سفر گاڑی یا بس یا ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بیٹھے بیٹھے بھی عمل میں لائے جاسکتے ہیں۔ یہ اعمال خوش قسمتی، سعادت، اور انشراحِ صدر کا سبب بنتے ہیں۔ ان اعمال کو اپنا تکیہ کلام بنائیے، حرزِ جان سمجھ کر محفوظ کر لیجیے۔دوست احباب اور اپنے بھائی بہنوں کو تلقین کیجیے۔یاد رکھیں نیکی کو کبھی بھی چھوٹا یا حقیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہر عمل وقت آنے پر گراں قدر بن جاتا ہے۔

آخری بات

وقت کے بہتے دریا میں زمان و مکان کی ہزاروں یادگاریں، تاریخی واقعات اور بادشاہوں کے طمطراق غرق ہوجاتے ہیں اور وقت اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ بڑے بڑے سلاطین وقت جو پختہ آہنی قلعوں میں خود کو محفوظ سمجھتے تھے موت کی ہلکی سی فوار نے قلعوں کو مسمار کرتے ہوئے انھیں اُچک لیا، اور آج اُن کی داستانیں عبرت کا نشان ہیں؛ لیکن تاریخ عالم کے جریدے پر ایسے لوگ آج تک زندہ و تابندہ ہیں جنھوں نے حقیقت کا سراغ لگانے میں زندگی وقف کردی؛ اور خود ''ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما'' کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جو لوگ زندگی کو اللہ کی عطا سمجھ کر اس کی رضا و خوشنودی کے لیے بسر کرتے ہیں زندگی ان سے کبھی بے وفائی نہیں کرتی بلکہ مرنے کے بعد بھی انھیں زندۂ جاوید

کر دیتی ہے؛ لہٰذا پیغام بس یہی ہے کہ ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ابوالعباس حضرت ولید بن مسلم علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ ایک خلیفہ نے ایک مرتبہ اپنی رعایا کو کچھ یوں نصیحت کی :

اے خدا کے بندو! بقدرِ استطاعت اللہ سے ڈرو، ان لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو غفلت وسستی کا شکار تھے پھر بیدار ہو گئے اور انھوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھ لی کہ یہ دنیا ہمارا دائمی ٹھکانہ نہیں، اور آخر کار ہمیں اس سے پلٹ کر جانا ہے۔ اس لیے انھوں نے آخرت کی تیاری شروع کر دی۔

اے بندگانِ خدا! موت کے لیے تیار ہو جاؤ، اور یہ یقین کر لو کہ وہ تم پر چھائی ہوئی ہے۔ زادِ راہ تیار رکھو، کجاوے کس لو، بیشک تمھیں کوچ کا حکم مل چکا ہے، اور منزل لحہ بہ لحہ قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ ہر ہر منٹ طویل مدت میں کمی کر رہا ہے۔ زندگی کی مدت کم ہوتی جا رہی ہے، زندگی کے قلعہ کو وقت کی ضربیں کمزور کر رہی ہیں، جانے والے جا رہے ہیں، نئے لوگ آ رہے ہیں۔ بے شک دن اور رات بڑی تیزی سے واپسی کے لیے پَر تول رہے ہیں۔ جو پیش قدمی کا مظاہرہ کرے گا وہ زندگی کی دوڑ میں کامیاب ہو جائے گا اور جو زندگی کے دنوں کو گننے میں لگا رہا اور بیٹھے بیٹھے سوچتا رہا وہ یقیناً ناکام ونامراد ہو جائے گا۔

ایک سمجھ دار اور خرد مند انسان اپنے رب سے ڈرتا، اپنے آپ کو نصیحت کرتا اور اپنی توبہ پر ثابت قدم رہتا ہے۔ اپنی خواہشات کے دھارے میں نہیں بہتا بلکہ ان پر غالب رہتا ہے۔ بے شک انسان کی موت اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ لمبی لمبی اُمیدیں اسے دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ شیطان ہر دم انسان کے ساتھ رہتا ہے، اسے توبہ کی اُمید دِلا کر معصیت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر اسے توبہ بھی

نہیں کرنے دیتا اور اس طرح ٹال مٹول کرواتا رہتا ہے کہ کل توبہ کر لینا، فلاں وقت کر لینا اس طرح کی کھوکھلی اُمیدوں میں اسے جکڑے رکھتا ہے۔ گناہ کو آراستہ کر کے پیش کرتا ہے تاکہ انسان گناہوں پر دلیر ہوجائے؛ حالانکہ موت اس پر اَچانک حملہ آور ہوگی۔ پھر سوائے حسرت کے کچھ نہ ہوگا۔ انسان کو موت کی طرف سے بے خبری نے غافل کر رکھا ہے۔

اے لوگو! تمہارے اور جنت یا دوزخ کے درمیان صرف موت کی دیوار آڑ ہے۔ جیسے ہی یہ دیوار گری، غافل اِنسان کفِ افسوس ملتا رہ جائے گا۔ پھر تمنا کرے گا کہ کاش! کچھ وقت کی مہلت مل جائے؛ لیکن اس وقت بہت دیر ہوچکی ہوگی اور اس کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں کی جائے گی۔ اور یہ وہی وقت ہوگا جب ہر اِنسان سمجھ جائے گا کہ وقت کے ضیاع نے اسے ناکامی کے غار میں کس طرح دھکیل دیا ہے!۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے ذمہ کام بہت زیادہ ہیں اور وقت بہت کم۔ انسان کا 'مستقبل' موہوم ہے۔ اس کا 'حال' ثبات سے خالی ہے اور اس کا 'ماضی' اس کی قدرت سے باہر ہے۔ جس نے حال سے فائدہ اُٹھایا، طلب سچی رکھی، محنت سے کام لیا اور اپنی دنیا آپ زندوں میں پیدا کی' اس کے دامن نصیب میں تو کچھ آجاتا ہے؛ ورنہ اس کی گردش تنگی داماں کا کوئی علاج نہیں ہے۔ نہ یہ کسی کی خاطر رکتی ہے اور نہ گزر جانے کے بعد واپس لائی جاسکتی ہے۔ اِقبال نے کتنی خوبصورتی سے زمانہ کی حقیقت، اس کی بے وفائی اور بے نیازی کے چہرے سے نقاب کشائی کی ہے ؎

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اِک حرفِ محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ

(۱) عیون الحکایات ابن الجوزی مترجم: ۲/۱۱۴، ۱۱۵۔

آگے زمانے کی کیفیت خود اُس کی زبانی پیش کی گئی ہے ۔

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم وراہ میری
کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ
نہ تھا اگر تو شریکِ محفل، قصور تیرا ہے یا کہ میرا
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

دنیا کے باقی مذاہب کے ماننے والوں سے بڑھ کر بحیثیت مسلمان ہمیں وقت کی کچھ زیادہ ہی قدر ومنزلت کرنی چاہیے؛ کیونکہ اَوروں کے یہاں 'حیاۃ بعد الموت' کا کوئی فلسفہ نہیں ہے؛ اس لیے انھیں پرسش اِعمال کی کوئی فکر بھی نہیں ہے؛ لیکن اِسلام کا تصورِ بعث بعد الموت تو ہمارے ایمان کا اَٹوٹ حصہ ہے، اور ہمیں پتا ہے کہ ہم اپنے کیے دھرے کے نہ صرف ذمہ دار ہوں گے؛ بلکہ کل بروزِ محشر خود ہمارے اَعضا و جوارح ہمارے خلاف گواہی دے کر حجت' تمام کردیں گے۔

یاد رہے کہ برائیوں میں لت پت زندگی گزار کر اچھی عاقبت کی تمنا سوائے دھوکا کے اور کچھ نہیں۔ فرعون کی سی زندگی گزار کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی عاقبت کی آرزو رکھنا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے!۔

یہ اُصول کبھی نہ بھولیں کہ اِنسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے؛ لہٰذا جس طرح گندم کی کاشت کرکے چنے کی فصل کی توقع مضحکہ خیز ہے؛ اسی طرح برے اَعمال سرانجام دے کر اچھی عاقبت کی تمنا بھی فضول ہے۔

اقلیم نبوت ورسالت کے تاجدار حضور اَحمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی دل لگتی

بات اِرشاد فرمائی ہے :

الکّیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت و العاجز من اتبع نفسه هو اها و تمنی علی اللّٰه تعالیٰ . (۱)

یعنی خردمند وہ ہے جس نے اپنی ذات کا محاسبہ کیا اور حیاتِ اَبدی کے لیے اعمالِ صالحہ کیے۔ کم عقل وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگا دیا اور خداوند تعالیٰ سے جنت کا آرزومند رہا۔

حضرت شہر بن حوشب علیہ الرحمہ (م ۱۰۰ھ) کی اِس بات میں بھی اہل خرد کے لیے بڑا وزن ہے، فرماتے ہیں :

طلب الجنة بلا عمل ذنب من الذنوب ... و ارتجاء الرحمة ممن لا یطاع حمق و جهالة . (۲)

یعنی عمل کیے بغیر جنت کی تمنا و آرزو رکھنا کسی گناہ سے کم نہیں۔ اور وہ ذات جس کی بات نہ مانی جائے اور جس کے حکم کو کوئی اَہمیت نہ دی جائے ، پھر اسی سے رحمت و مغفرت کی اُمید رکھنا کھلی حماقت و جہالت ہے۔

اسی مفہوم کا ایک شعر حضرت رابعہ بصریہ علیہا الرحمہ اکثر گنگناتی رہتی تھیں :

(۱) سنن ترمذی: ۶۳۸/۴ حدیث: ۲۵۹...... سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۳/۲ حدیث: ۴۲۶۰...... مستدرک حاکم: ۴/ ۲۸۰ حدیث: ۷۶۳۹...... مسند احمد بن حنبل: ۱۲۴/۴...... مسند شہاب قضاعی: ۱۴۰/۱ حدیث: ۱۸۵...... مسند طیالسی: ۱۵۳ حدیث: ۱۱۲۲...... مشکوٰۃ المصابیح: ۱۴۶/۳...... شرح السنۃ بغوی: ۲۴۷/۷...... مسند بزار: ۸/ ۳۴۸ حدیث: ۲۹۵۰...... الزہد لابن مبارک: ۱۷۸ حدیث: ۱۷۰...... تفسیر ابن کثیر: ۱۳۴/۱...... تفسیر رازی: ۲۸۶/۱۲...... روح المعانی: ۹۷/۹...... المحرر الوجیز: ۳۹/۶...... تفسیر مظہری: ۷۳/۶۔

(۲) تفسیر بحر محیط: ۳۹۳/۳...... روح المعانی: ۷۰/۴...... تفسیر روح البیان: ۲۹۷/۲...... تفسیر سراج منیر: ۱/ ۵۴۸...... حلیۃ الاولیاء میں اسے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قرار دیا گیا ہے؛ جب کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ''ایہا الولد'' میں اسے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ -چریاکوٹی-

ترجو النجاة و لم تسلک مسالکها

إن السفينة لا تجري على اليبس

یعنی لوگو! تم نجات کی آس لگائے بیٹھے تو ہو؛ مگر نجات دلانے والے کام نہیں کرتے!۔کیا کہیں کوئی کشتی خشکی پر بھی چلتی ہے!۔

کشورِ ولایت کے تاجدار؛ حیدرِ کرار-کرم اللہ وجہہ-فرماتے ہیں :

من ظن أنه بدون الجَهد يحصِّل فهو مُتَمَنٍّ، و من ظن أنه ببذل الجَهد يصل فهو مُتعَنٍّ .(۱)

یعنی جو اس خیال میں رہا کہ بغیر عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل؛ گوہرِ مراد تک رسائی حاصل کرلے گا تو وہ محض دامِ تمنا میں الجھنے والا ہے۔اور جس نے یہ خیال کیا کہ نیک اَعمال کی بھرپور کوشش ہی سے جنت میں داخلہ ملے گا تو گویا وہ اپنے آپ کو محض تھکا رہا ہے۔(دراصل کامیاب وہ ہے جو رحمتِ خداوندی پر بھروسہ کرتے ہوئے محنت کرتا رہے تو پھر اللہ اس کے لیے یقیناً کافی ہوگا)۔

لہٰذا روح اور روحانیت کو توانا رکھنے کا سامان کریں، نفس کو شکست دینا سیکھیں، اور جسم کے انگ انگ میں موت کو موجود گمان کریں۔ذرا سوچیں کہ اگر انسان موت سے نہیں نکل سکتا تو اللہ سے کیسے نکل سکتا ہے!؛ سو یاد رکھیں کہ قبر آپ کی منزل ہے، شہرِ خموشاں کے باسی ہر آن آپ کے منتظر ہیں، آگاہ رہنا کہیں تہی کیسہ عازمِ سفر نہ ہوجانا!۔

اس لیے پوری کوشش ہونی چاہیے کہ زندگی کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو وقت کی دولت سے بہرہ ورکیا ہے، وہ اچھے اور نفع بخش کاموں میں صرف ہو، اور ہمارا لمحہ لمحہ نیکیوں سے عبارت ہوجائے؛ تاکہ کل قیامت کے نفسانفسی والے دن اس کے عوض ہم سے کہا

(۱) تفسیر روح البیان: ۲۹/۲...... بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ وشریعہ نبویہ: ۷۰/۳......قوت القلوب: ۱۴۷۔تفصیل النشأتین وتحصیل السعادتین اصفہانی: ۲۹، میں اسے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول بتایا گیا ہے۔جب کہ الوافی بالوفیات: ۳۳/۷، اور ذیل تاریخ بغداد: ۳۳/۴، میں یہ حضرت علی بن عبدالرحمٰن الحدادکی جانب منسوب ہے۔واللہ ورسولہ اعلم۔ -چریاکوٹی-

جائے :

كُلُوا وَ اشْرَبُوا هَنِيْئاً بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِي الاَيَّامِ الخَالِيَة o (سورۂ الحاقہ:۶۹/۲۴)

خوب لطف اَندوزی کے ساتھ کھاؤ اور پیو اُن (اعمال) کے بدلے جو تم گزشتہ (زندگی کے) اَیام میں آگے بھیج چکے تھے۔

لیکن اگر آج ہم نے وقت کی کوئی قدر نہ جانی، خواہشاتِ دنیا میں اُلجھ کر اور دوست اَحباب کی بے فیض صحبتوں میں اُٹھ بیٹھ کر اسے یوں ہی فضول و عبث کاموں کی نذر کر دیا؛ تو یاد رکھیں وہ وقت اَب بہت دور نہیں رہا جب آپ سے کہا جائے گا :

اَ وَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَاءَ كُمُ النَّذِيْرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ نَصِيْرٍ o (سورۂ فاطر:۳۵/۳۷)

کیا ہم نے تمھیں اِتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا، وہ سوچ سکتا تھا؟ اور (پھر) تمہارے پاس ڈر سنانے والا بھی آ چکا تھا، پس اَب (عذاب کا) مزہ چکھو، سو ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔

لہٰذا زندگی کے گزرے ہوئے اَیام پر سر پیٹنے اور گئے ہوئے وقت کو کوسنے سے بہتر ہے کہ آج ہی سے بلکہ ابھی سے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھنے، اور اسے کارآمد اُمور میں صرف کرنے کا عہد کر لیجیے۔ نیکیوں کا یہ عزم بالجزم ماضی کی لغزشوں کا - ان شاء اللہ - کفارہ بن جائے گا۔ قرآن کہتا ہے :

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ o (سورۂ ہود:۱۱/۱۱۴)

بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اگر بندے کو اپنی خطا کا سچا اِحساس ہو جائے، اور وہ

اپنی آئندہ زندگی ایمان کی بھرپور توانائیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ گزارنے کا عہد کرلے؛ نیز پوری قلبی توجہ، باطنی جھکاؤ، اور ارادۂ کامل کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں رجوع ہوجائے تو نہ صرف یہ کہ اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں بلکہ اس کی وہ ساری خطائیں نیکیوں میں تبدیل (Convert) کردی جاتی ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِھِمْ حَسَنَاتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُورًا رَّحِیْماًo (سورۂ فرقان:۲۵/۷۰)

مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر کرم فرمائے، وقت کے تئیں ہمیں حساس بنادے، اور دارین کی سعادتوں والے کام کرنے کی توفیق ہمارے رفیقِ حال کردے۔آمین۔

وَصَلِّ اللّٰھُمَّ علیٰ سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَقَائِدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِکَ وَرِضَاءَ نَفْسِکَ
وَزِنَۃَ عَرْشِکَ وَمِدَادَ کَلِمَاتِکَ وَعَدَدَ مَا ذَکَرَکَ بِہٖ خَلْقُکَ فِیْمَامَضیٰ
وَ عَدَدَ مَا ھُمْ ذَاکِرُونَ بِہٖ فِیمَا بَقِیَ فِي کُلِّ سَنَۃٍ وَ شَھْرٍ وَجُمُعَۃٍ
وَ یَومٍ وَ لَیلَۃٍ وَ سَاعَۃٍ مِنَ السَّاعَاتِ وَ شَمٍّ وَ نَفَسٍ وَ طَرْفَۃٍ
وَ لَمْحَۃٍ مِنَ الأَبَدِ إلَی الأَبَدِ وَ آبَادِ الدُّنْیَا وَآبَادِ
الآخِرَۃِ وَأَکْثَرَ مِنْ ذَالِکَ لاَیَنْقَطِعُ أَوَّلُہٗ وَلاَ
یَنْفَدُ آخِرُہٗ،وَعَلیٰ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أجمعین
وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
والحمدُ للّٰہ ربِّ العٰلمِین

وقت کی اہمیت اِن سے پوچھیں

'ایک سال' کی اَہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسے طالبعلم سے پوچھیں جو سالانہ اِمتحان میں ناکام ہو گیا ہو۔

'ایک مہینہ' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسی عورت سے پوچھیں جس کا حمل قبل اَز وقت ضائع ہو گیا ہو۔

'ایک ہفتہ' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ہفتہ وار میگزین کے ایڈیٹر سے پوچھیں۔

'ایک دِن' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسے مزدور سے پوچھیں جو روزانہ اپنے بال بچوں کے لیے محنت مزدوری کر کے کمائی کرتا ہو۔

'ایک گھنٹہ' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسے عاشق صادق سے پوچھیں جو اپنے محبوب سے ملنے کا منتظر ہو۔

'ایک منٹ' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسے شخص سے پوچھیں جس کی ٹرین چھوٹ گئی ہو۔

'ایک سیکنڈ' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسے آدمی سے پوچھیں جو کسی حادثہ میں بال بال بچ گیا ہو۔

'ملی سیکنڈ' کی اہمیت معلوم کرنی ہو تو کسی ایسے شخص سے پوچھیں جس نے اُولمپک کھیل میں طلائی تمغہ حاصل کیا ہو۔

وقت کی قدر و قیمت اور اس کو کار آمد چیزوں میں استعمال کے تعلق سے مزید تحقیقات اور گونا گوں دینی وفکری معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتوں (Links) کی وزٹ کریں :

http://www.almokhtsar.com
http://www.almoslim.net
http://www.islamlight.net
http://www.lahaonline.com
http://www.islamweb.net
http://www.ebdaa.ws
http://www.saaid.net
http://islameiat.com
http://www.meshkat.net
http://www.asyeh.com
http://tourism.albahah.net:9090
http://www.sst5.com
http://alwaei.com
http://www.islammemo.cc
http://www.ruowaa.com
http://www.alminbar.net
http://www.awkaf.net
http://albayan-magazine.com
http://www.ebdaa.8k.com
http://www.almujtamaa-mag.com
http://www.islamtoday.net
http://www.islamselect.com
http://www.hwarat.com
http://muslema.com
http://www.alrashad.org
http://www.sahwah.net
http://www.resalah.net
http://www.bab.com

http: //islameiat.com
http://www.naseh.net
http://www.ikhwan-info.net
http://www.moudir.com
http://alnadwa.net
http://www.saudimaster.net
http://www.qudsway.com
http://www.aljalees.net
http://www.aljalsa.com
http://www.geocities.com
http://www.alislam4all.com
http://alresalah.masrawy.com
http://www.rasael.net
http://www.lewaeddin.4t.com
http://gesah.net
http://www.islamic-ef.org
http://198.169.127.218
http://www.iss.stthomas.eduĒ
http://www.dawaweb.net/naseha3.php
http://www.lahaa.net/down.asp?order=2&text
http://www.noo-problems.com
www.islam-qa.com
www.balagh.com
http://www.albayan-magazine.com
http://www.aldaawah.com
http://tourism.albahah.net
http://www.alnoor-world.com
http://alshirazi.com
http://www.alsaha.com
www.almosleh.com

کتابیات :

- قرآن کریم ۔ابتدائے نزول : ۶۱۰ء - انتہائے نزول: ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۶۳۲ء
- جامع معمر بن راشد : معمر بن راشد ازدی [۱۵۳ھ]
- الزهد و الرقائق لابن المبارک : عبداللہ بن مبارک [۱۸۱ھ]
- الزهد لوكيع بن الجراح : وکیع بن الجراح الرواسی [۱۹۷ھ]
- مسند الطيالسي : سلیمان بن داؤد طیالسی [۲۰۴ھ]
- التاريخ والمبعث والمغازي : محمد بن عمر بن واقد واقدی [۲۰۷ھ]
- مصنف عبد الرزاق : ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی [۲۱۱ھ]
- مصنف ابن أبي شيبة : ابوبکر عبداللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]
- مسند عبد بن حميد : ابو محمد عبد بن محمد حمید کشی [۲۳۸ھ]
- مسند امام احمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- الزهد لأحمد بن حنبل : امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- سنن الدارمي : امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی [۲۵۵ھ]
- صحيح البخاري : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- الأدب المفرد للبخاري : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- التاريخ الكبير : امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- المعجم الكبير : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]

- المعجم الأوسط : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- صحیح مسلم : امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری [۲۶۱ھ]
- سنن ابن ماجه : امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [۲۷۳ھ]
- سنن ابی داؤد : امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث [۲۷۵ھ]
- أنساب الأشراف : ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری [۲۷۹ھ]
- مسند الحارث : الحارث بن ابواسامہ [۲۸۲ھ]
- البحر الزخار مسند البزار : حافظ ابوبکر احمد بن عمرو عتکی بزار [۲۹۳ھ]
- اخبار القضاة : ابوبکر محمد بن خلف بن حیان بغدادی ملقب بہ ’وکیع‘ [۳۰۶ھ]
- مسند أبي يعلى الموصلي : احمد بن علی موصلی [۳۰۷ھ]
- مستخرج أبي عوانة : یعقوب بن اسحاق اسفرائنی [۳۱۶ھ]
- طبقات ابن سعد : محمد بن سعد [۳۲۰ھ]
- مشكل الآثار للطحاوي : ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی [۳۲۱ھ]
- الجرح و التعديل : عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی [۳۲۷ھ]
- تفسير ابن ابي حاتم : ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم [۳۲۷ھ]
- مكارم الأخلاق : ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خرائطی [۳۲۷ھ]
- شكر الله على نعمه : ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خرائطی [۳۲۷ھ]
- العقد الفريد : احمد بن عبدربہ قرطبی اندلسی [۳۲۸ھ]
- تفسير نيسا فوري : احمد بن محمد نیساپوری [۳۵۳ھ]
- طبقات المحدثين : مسلمہ بن قاسم اندلسی [۳۵۳ھ]
- صحیح ابن حبان : ابوالشیخ محمد بن حبان [۳۵۴ھ]

- عمل اليوم و الليلة لابن السنی : حافظ ابوبکر احمد بن اسحٰق ابن السنی [۳٦۴ھ]
- قوت القلوب : ابوطالب محمد بن علی مکی [۳۸٦ھ]
- المستدرک : امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری [۴۰۵ھ]
- معرفة الصحابة : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- حلية الأولياء : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- الإعجاز و الايجاز : احمد بن محمد بن ابراہیم ابواسحٰق ثعالبی [۴۳۷ھ]
- التمثيل و المحاضرة : احمد بن محمد بن ابراہیم ابواسحٰق ثعالبی [۴۳۷ھ]
- الحاوی الكبير للماوردی : ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی [۴۵۰ھ]
- زهرة الآداب و ثمر الألباب : ابواسحٰق ابراہیم بن علی قیروانی حصری [۴۵۳ھ]
- مسند الشهاب القضاعي : ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی شافعی [۴۵۴ھ]
- الفصل فی الملل والأهواء و النحل : ابومحمد ابن حزم علی ظاہری [۴۵٦ھ]
- دلائل النبوة للبيهقي :ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- فضائل الأوقات :ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- السنن الكبرىٰ للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- معرفة السنن و الآثار : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- شعب الايمان للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- الزهد الكبير للبيهقی : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- المدخل إلى السنن الكبرىٰ للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع :ابوبکر احمد خطیب بغدادی [۴٦۳ھ]

- اقتضاء العلم العمل للبغدادي : ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی [۴۶۳ھ]
- الفقه والفقيه : ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی [۴۶۳ھ]
- جامع بيان العلم و فضله لابن عبد البر : ابوعمر یوسف بن عبدالبر [۴۶۳ھ]
- الرسالة القشيرية : ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری شافعی [۴۶۵ھ]
- محاضرات الأدباء : ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی [۵۰۲ھ]
- تفصيل النشأتين و تحصيل السعادتين : ابوالقاسم راغب اصفہانی [۵۰۲ھ]
- إحياء علوم الدين : ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی [۵۰۵ھ]
- أيها الولد : ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی [۵۰۵ھ]
- تفسير ابو السعود : ابومحمد حسین بن مسعود بغوی شافعی [۵۱۶ھ]
- شرح السنة للبغوی : ابومحمد حسین بن مسعود بغوی شافعی [۵۱۶ھ]
- الحلل فی شرح أبيات الجمل : سید عبداللہ بن محمد مالکی بطلیوسی [۵۲۱ھ]
- أمالي ابن سمعون : ابراہیم بن محمد بن منصور کرخی [۵۳۹ھ]
- ترتيب المدارک وتقريب المسالک : قاضی عیاض بن موسیٰ [۵۴۴ھ]
- المحرر الوجيز لابن عطية : ابومحمد عبدالحق ابن عطیہ غرناطی [۵۴۶ھ]
- ربيع الأبرار : ابوالقاسم محمد بن عمر وزمخشری [۵۳۸ھ]
- تاريخ مدينة دمشق : علی بن حق دمشقی معروف بابن عساکر [۵۷۱ھ]
- الروض الانف : عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی [۵۸۱ھ]
- المنتظم في تاريخ الأمم : عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]
- صفة الصفوة : عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]

- مشکوٰۃ المصابیح : شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی عراقی [۷۴۲ھ]
- تفسیر البحر المحیط : اثیر الدین ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی [۷۴۵ھ]
- تهذيب التهذيب : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- العبر في خبر من غبر : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- تاريخ الإسلام للذهبي : شمس الدین محمد بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- سير أعلام النبلاء : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- التفسير والمفسرون : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- الجواب الكافى : محمد بن ابوبکر دمشقی حنبلی معروف بہ ابن قیم جوزیہ [۷۵۱ھ]
- مدارج السالكين : محمد بن ابوبکر دمشقی حنبلی معروف بہ ابن قیم جوزیہ [۷۵۱ھ]
- الوافي بالوفيات : خلیل بن امیر عزالدین ایبک صفدی دمشقی [۷۶۴ھ]
- مرآة الجنان و عبرة اليقظان : عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی شافعی [۷۶۸ھ]
- روض الرياحين : عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی [۷۶۸ھ]
- البداية و النهاية : حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- تفسير ابن كثير : حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- جامع العلوم والحكم : عبدالرحمٰن ابن رجب دمشقی حنبلی [۷۹۵ھ]
- لطائف المعارف : عبدالرحمٰن ابن رجب دمشقی حنبلی [۷۹۵ھ]
- فتح البارى : عبدالرحمٰن ابن رجب دمشقی حنبلی [۷۹۵ھ]
- تخريج أحاديث الإحياء : حافظ ابوالفضل زین الدین العراقی [۸۰۶ھ]
- مجمع الزوائد و منبع الفوائد : امام نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی [۸۰۷ھ]

- موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان : نورالدین ابوالحسن ہیثمی [۸۰۷ھ]
- بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث : نورالدین ابوبکر ہیثمی [۸۰۷ھ]
- خزانة الأدب : علی بن عبداللہ ابن حجہ حموی حنفی [۸۳۷ھ]
- المستطرف في كل فن مستظرف : ابوالفتح بہاءالدین ابشیہی شافعی [۸۵۰ھ]
- فتح الباری : حافظ شہاب الدین احمد بن ابن حجر عسقلانی مکی [۸۵۲ھ]
- النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة : ابن اتا بکی تغری بردی [۸۷۴ھ]
- اللباب في علوم الكتاب : ابوحفص عمر بن علی بن عادل حنبلی دمشقی [بعد۸۸۰ھ]
- الآداب الشرعية : ابو مفلح ابراہیم بن محمد رامینی صالحی حنبلی [۸۸۴ھ]
- نزهة المجالس و منتخب النفائس : عبدالرحمٰن بن عبدالسلام صفوری [۸۹۴ھ]
- تفسیر در منثور : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- تاريخ الخلفاء : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- جمع الجوامع للسيوطي : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- الاتقان في علوم القرآن : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- بغية الوعاة للسيوطي : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- منتهى الطب من أشعار العرب : علی بن میمون بن حسین مالکی فاسی [۹۱۷ھ]
- سبل الهدیٰ و الرشاد : محمد بن یوسف دمشقی صالحی [۹۴۲ھ]
- لواقح الأنوار القدسية فى العهود المحمدية : عبدالوہاب شعرانی [۹۷۳ھ]
- الزواجر عن اقتراف الكبائر : شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر ہیثمی مکی [۹۷۴ھ]
- كنز العمال : علاءالدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری [۹۷۵ھ]
- تفسير السراج المنير : محمد بن احمد خطیب شربینی مصری شافعی [۹۷۷ھ]

- مرقاة شرح مشکوٰة : علی بن سلطان ملا علی قاری حنفی [۱۰۱۴ھ]
- شذرات الذهب في خبر من ذهب : عبدالحی بن احمد ابن عماد حنبلی عکری [۱۰۸۹ھ]
- نفحة الريحانة و رشحة طلاء الحانة : محمد امین بن فضل الٰہ محبی حنفی [۱۱۱۱ھ]
- سمط النجوم العوالي ..... : عبدالملک بن حسین عصامی مکی شافعی [۱۱۱۱ھ]
- تفسير روح البيان : اسماعیل حقی بن شیخ مصطفیٰ استانبولی بروسوی [۱۱۳۷ھ]
- ديوان الإسلام : محمد بن عبدالرحمٰن بن زین العابدین غزی شافعی [۱۱۶۷ھ]
- غذاء الألباب في شرح منظومة الآداب : شمس الدین سفارینی حنبلی [۱۱۸۸ھ]
- تفسير روح المعاني : ابوالثنا سید شہاب الدین بن درویش آلوسی [۱۲۷۰ھ]
- تفسير مظهری : قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقش بندی [۱۲۱۶ھ]
- البحر المديد : ابوالعباس احمد بن محمد بن مہدی ابن عجیبہ تطوانی [۱۲۲۴ھ]
- ايقاظ الهمم : ابوالعباس احمد بن محمد بن مہدی ابن عجیبہ تطوانی [۱۲۲۴ھ]
- الإعلام للزركلي : خیرالدین زرکلی [۱۳۹۶ھ]
- المسند الجامع : ابوالفضل سید ابوالمعاطی النوری [۱۴۰۱ھ]
- بريقه محموديه فی شرح طريقه محمديه : [ھ]
- موسوعة أطراف الحديث : [ھ]
- تهذيب الكمال في أسماء الرجال : ابوالحجاج مزی [ھ]
- سلوة الأحزان للاجتناب عن مجالسة الأحداث والنسوان : مشتولی [ھ]
- إتحاف الخيرة المهرة : [ھ]
- موسوعة الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم : [ھ]
- موسوعة الخطب والدروس : [ھ]

❁ صحيح كنوز السنة النبوية : [ﻫ]

❁ جامع الأحاديث : [ﻫ]

❁ مجلة البيان : [ﻫ]

❁ فتاویٰ الأزهر : [ﻫ]

❁ قيمة الزمن : [ﻫ]

❁ لا تحزن : [ﻫ]

❁ کاروانِ علم اور متاعِ وقت : [ﻫ]

❁ قافلة الداعيات : [ﻫ]

يقول أبو الرفقة **محمّد افروز القادری الجریاکوتی** – أدام الله له سلوک سبيل السنة و الجماعة – هٰذا ما وفقني الله تبارک و تعالیٰ و أعانني عليه من وضع هٰذا الكتاب الذي دأبتُ في ترتيبهٖ و تحقيقه و تخريجه بكل ما في وسعي و طاقتي و ﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا مَا آتٰهَا ﴾ [طلاق : ۷] و إني أسئل الله سبحانه و تعالیٰ أن يجعل عملي هٰذا و جهدي خالصاً لوجهه الكريم و هدية الیٰ جناب سيدي رسول الله العظيم أنجو به من نار الجحيم و ما توفيقي إلا بالله العظيم عليه توكلت و إليه أنيب . قد بدأت عمل التأليف و الترتيب يوم السبت ؛ عشرين من رجب المرجب عام – ۱٤۳۱ھ – الموافق شهر يونيو – ۲۰۱۰ء – و كان الفراغ منه – بفضل الله و منته و توفيقه و معونته – في ليلة يوم الأربعاء ؛ الخامس من شعبان المعظم عام – ۱٤۳۱ من الهجرة النبوية علیٰ صاحبها السلام و التحية – ، الموافق شهر يوليو – ۲۰۱۰ من ميلاد المسيح عليه الصلوة و التسليم – .

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِيْنَا أو أَخْطَأنَا

﴿ تمَّت و بالخير عمَّت ﴾

قلمی خدمات :

تصنیف و ترتیب

☆ چند لمحے اُم المومنین کی آغوش میں (م)
☆ بزم گاہِ آرزو (م)
☆ برکاتُ الترتیل (م) Online
☆ اے میرے عزیز! (م)
☆ مرنے کے بعد کیا بیتی؟ (م) Online
☆ پیاری نصیحتیں (غ)
☆ بولوں سے حکمت پھوٹے (م)
☆ طوافِ خانہ کعبہ کے دوران (غ)
☆ کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی (غ)
☆ بچوں کے لیے چالیس حدیثیں (م)
☆ کاش! میاں بیوی ایسے ہوتے (غ)
☆ جلوۂ صد رنگ (مجموعہ تقاریظ نعمانی) (غ)
☆ نوجوانوں کی حکایات کا انسائیکلوپیڈیا (غ)
☆ 'وقت' ہزار نعمت (م)
☆ کلامِ الٰہی کی اَثر آفرینی (غ)
☆ قاموس المعاصرین (غ)

تحقیق و ترجمہ

☆ تسہیل و تحقیق انوارِ ساطعہ (م)
☆ تسہیل و تحقیق تحفہ رفاعیہ (م)
☆ تسہیل و تحقیق شرحِ تحفہ محمدیہ (غ)
☆ **فضائل شهر رجب لابن محمد خلال (م۴۳۹ھ)**
- فضائل ماہِ رجب (غ)

☆ لفتة الكبد في نصيحة الولد لابن الجوزي (م۵۹۷ھ)
- امام ابن جوزی کی نصیحت اپنے لختِ جگر کے لیے (م)
☆ لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي (م۷۹۵ھ)
- علم وعرفان کی نکات آفرینیوں کے جلوے یارانِ نکتہ داں کے لیے (غ)
☆ الزهر الفائح في ذكر من ...... لابن الجزري (م۸۳۳ھ)
- وہ لوگ اور تھے! جن کا اِحرامِ ہستی گناہوں سے آلودہ نہ ہوا۔ (غ)
☆ بشرى الكئيب بلقاء الحبيب للامام السيوطي (م۹۱۱ھ)
- آزردہ خاطروں کے لیے رفیقِ اعلیٰ سے ملنے کا اِک مژدۂ جانفزا (م)
☆ Evolution an historical lie By: Harun Yahya
- نظریہ اِرتقا ایک تاریخی فریب (از: ہارون یحییٰ، ترکی) Online (م)
☆ Stonege By: Harun Yahya
- پتھر کا زمانہ Online (م)
☆ The Prophet Muhammad By: Harun Yahya
- محمد رسول اللہ Online (م)
☆ The importance of Ahlus Sunna By:H. Yahya
- مقام اہلسنّت Online (م)
☆ Civilization of Virtue By: U. Noori Topbash
- نگارِستانِ سعادت Online (م)
☆ گیارہویں شریف کا ثبوت (از: پروفیسر فیاض کاوش) (م)
- Historical Importance of the 11th Date
☆ (پیاری نصیحتیں) Wonderful Counsels (غ)
☆ ما فعل اللّٰه بک ؟ (غ)
☆ حكايات الشبّان (غ)
☆ حول كعبة اللّٰه المشرفة (غ)

مختلف علمی وفکری، اَدبی وتنقیدی اور فقہی وتحقیقی موضوعات پر
درجنوں مضامین ومقالات، تبصرے اور تجزیے.

بچوں کی اَخلاقی تربیت کے لیے کہانیوں کے ساتھ

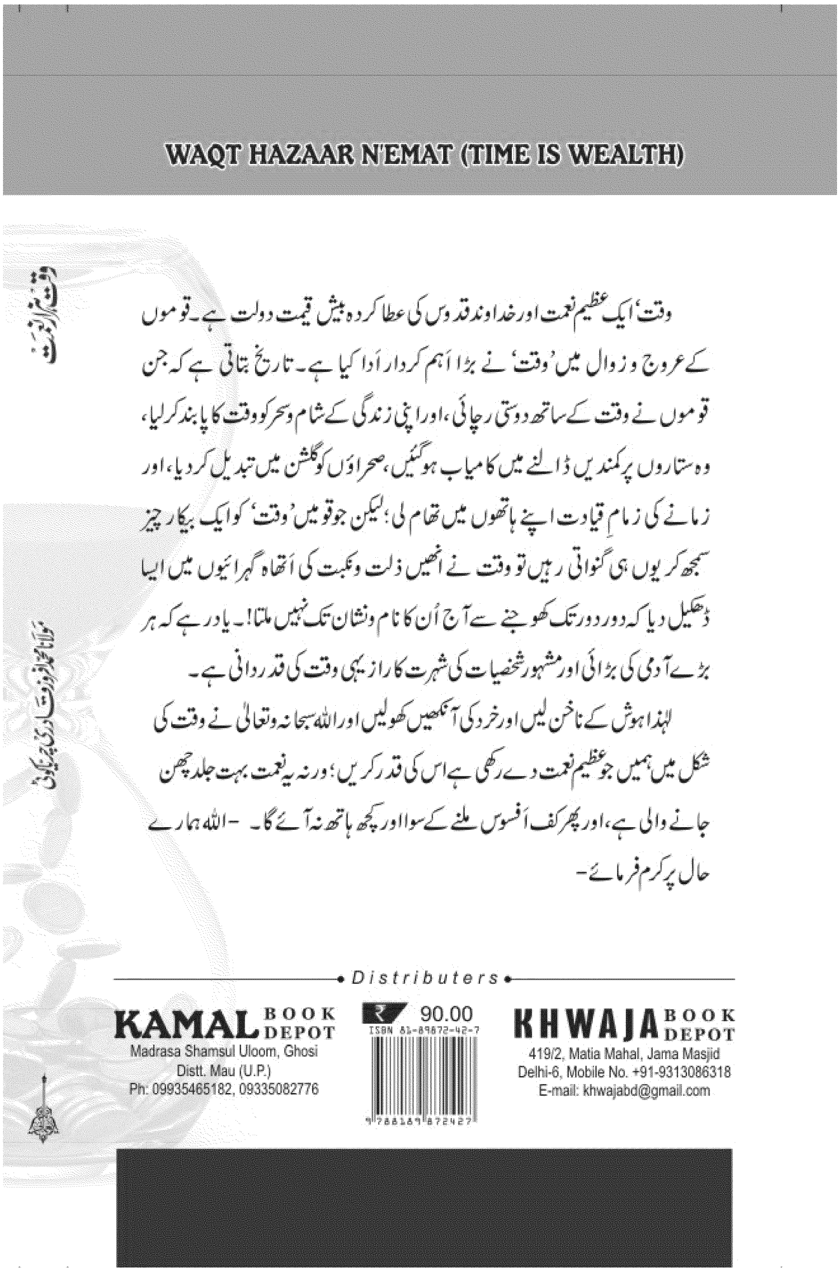
[چالیس حدیثیں] اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

بچے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور چمنستانِ ہستی کے رنگ برنگے پھول ہیں، اُن کے اَخلاق پھول کی پتیوں کی طرح نازک ہوتے ہیں، اچھا اَدب اُن کے لیے بادِ بہار ہے جب کہ فحش لٹریچر بادِ خزاں۔ زندگی کے جس موڑ پر وہ کھڑے ہوتے ہیں وہ بڑا ہی نازک موڑ ہوتا ہے۔ عادتیں وہیں سے بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اخلاقی تربیت کا یہ بیش بہا تحفہ دراصل اسی لیے پیش کیا جارہا ہے تاکہ ایک قابل رشک زندگی کی تعمیر میں وہ اس سے روشنی حاصل کرسکیں، اور قوم وملت کے لیے قیمتی سرمایہ بن سکیں۔ بچوں کے اَخلاق وکردار کی تعمیر و تطہیر کے حوالے سے یہ اَدنیٰ سی کوشش شاید آپ کے بچوں کی زندگی میں کامیابی کی للک پیدا کردے۔ یہ کتاب ہر گھر کے ٹیبل کی ضرورت ہے۔

[مرنے کے بعد کیا بیتی؟] اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

یہ کتاب دراصل پس اِنتقال خواب میں دیکھے جانے والوں کے کوائف واَحوال پر مشتمل ایک وجد آفریں مجموعہ ہے۔ اس کتاب کا ہر ہر واقعہ اور مرنے والوں کی ایک ایک بات' جہاں عبرت آموز ونصیحت خیز ہے، وہیں ذہن ودماغ کو جھنجھوڑنے اور انقلاب لانے والی بھی ہے۔ پڑھتے پڑھتے کہیں کہیں آپ اَشک بار ہوجائیں گے تو کہیں تبسم زیرلب سے شادکام ہوتے نظر آئیں گے۔ یہ واقعات ہمیں اپنی اِصلاح کی دعوت دیتے ہیں اور آخرت کی یاد بھی دلاتے ہیں، اپنے عمل کے محاسبے پر بھی اکساتے ہیں اور رحمت خداوندی سے مایوسی کے اَندھیروں سے بھی چھٹکارا دلاتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سرخیل اَتقیا، حضرت جنید بغدادی -رحمہ اللہ- (متوفی:۲۹۷ھ) کو وصال کے بعد کسی نے عالم خواب میں دیکھ کر دریافت کیا: اے ابوالقاسم! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، نیز آپ ہمیں اُس جنس گراں مایہ کے بارے میں آگاہ فرمائیں جس کی مانگ' جہانِ برزخ میں زیادہ ہے؟۔ تو آپ نے فرمایا: رکوع وسجود، قیام وقعود، کشف وکرامات اور مراقبہ ومجاہدہ سب معدوم ہوگئے اور مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے، بجز اُن چند رکعتوں کے جنہیں میں نے نیم شبی کی خلوتوں میں اَدا کیا تھا۔

ملنے کا پتہ: نعمانی بک ڈپو، مچھلی منڈی، پانڈے کٹرا، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا 276129



WAQT HAZAAR N'EMAT (TIME IS WEALTH)

وقت' ایک عظیم نعمت اور خداوند قدوس کی عطا کردہ بیش قیمت دولت ہے۔قوموں کے عروج و زوال میں 'وقت' نے بڑا اہم کردار اَدا کیا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں نے وقت کے ساتھ دوستی رچائی، اور اپنی زندگی کے شام وسحر کو وقت کا پابند کرلیا، وہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے میں کامیاب ہوگئیں، صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کردیا، اور زمانے کی زمامِ قیادت اپنے ہاتھوں میں تھام لی؛ لیکن جو قومیں 'وقت' کو ایک بیکار چیز سمجھ کر یوں ہی گنواتی رہیں تو وقت نے انھیں ذلت ونکبت کی اَتھاہ گہرائیوں میں ایسا ڈھکیل دیا کہ دور دور تک کھوجنے سے آج اُن کا نام ونشان تک نہیں ملتا!۔ یاد رہے کہ ہر بڑے آدمی کی بڑائی اور مشہور شخصیات کی شہرت کا راز یہی وقت کی قدر دانی ہے۔

لہٰذا ہوش کے ناخن لیں اور خرد کی آنکھیں کھولیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وقت کی شکل میں ہمیں جو عظیم نعمت دے رکھی ہے اس کی قدر کریں؛ ورنہ یہ نعمت بہت جلد چھن جانے والی ہے، اور پھر کفِ اَفسوس ملنے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ -اللہ ہمارے حال پر کرم فرمائے-

Distributers

KAMAL BOOK DEPOT
Madrasa Shamsul Uloom, Ghosi
Distt. Mau (U.P.)
Ph: 09935465182, 09335082776

₹ 90.00

ISBN 81-89872-42-7

KHWAJA BOOK DEPOT
419/2, Matia Mahal, Jama Masjid
Delhi-6, Mobile No. +91-9313086318
E-mail: khwajabd@gmail.com